# دیوان حالی

تین پروفیسروں کے قلم سے

ملہوترہ برادرز

بک سیلرز و پبلشرز - موہن لال روڈ - لاہور

# دیوانِ حالی

## محشّٰی

قطعات۔ غزلیات۔ قصیدے۔ مرثیے۔ تراکیب بند۔ رُباعیاں

تاریخیں۔ متفرق اشعار وغیرہ وغیرہ

مُصنّفہ

## شمس العُلما خواجہ الطاف حسین صاحب حالیؔ

بمعہ

سوانح حیات حالیؔ۔ آپ کی شاعری پر تبصرہ۔ خصوصیات۔

کلام اور مقدمہ شعر و شاعری کا ایک جامع و مانع خلاصہ

تین پروفیسروں کے قلم سے

ملہوترہ برادرز موہن لال روڈ لاہور

کتبہ:۔ دلیس راج گابا کاتب موہن لال روڈ لاہور۔

# تعارُف

## سوانحعمری

مولانا الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ ایزد بخش تھا۔ آپ کا سِلسلۂ نسب انصاریوں کے ایک معزز اور متمول خاندان سے مِلتا ہے۔ مگر بد قسمتی سے ان کے والد خواجہ ایزد بخش غربت اور ناداری کی زندگی بسر کرتے تھے۔ خواجہ صاحب ابھی نو برس کے ہی تھے۔ کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ زمانہ کے دستور کے مطابق آپ نے بچپن میں قران شریف حفظ کیا۔ اور علوم رسمی کی تعلیم شروع کی سترہ برس کی عمر میں ان کی شادی ہو گئی۔ چنانچہ انھوں نے اِسے اپنی تعلیم و تدریس کے لئے سدِ راہ سمجھا اور گھر اور بیوی کو چھوڑ کر ۱۸۵۴ء میں دِلی چلے گئے یہاں کچھ عرصہ قیام کرکے عربی اور فارسی میں اچھی خاصی دستگاہ پیدا کرلی چار پانچ برس پھر آکر پانی پت میں رہنا پڑا۔ اِس کے بعد نواب مصطفےٰ خاں صاحب شیفتہ کی مصاحبت میں رہنے کا موقعہ مِلا۔ یُوں تو آپ غالب کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ نواب صاحب کی ملازمت اور صحبت سے ان کو بے اِنتہا فیض پہنچا۔ اپنے کلام کی اصلاح اُن سے لیتے رہے۔ حالی نواب صاحب کے پاس تقریباً آٹھ برس رہے کچھ عرصہ حضرت شیفتہ سے اصلاح لینے کے بعد آپ حضرت غالب کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہوئے۔ اور برسوں اُن کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہوتے۔ ان ایام میں آپ دہلی کے مشاعروں میں بھی شریک ہوتے رہے۔ آپ مرزا غالب

کی آخری علالت اور وفات کے موقعہ پر دہلی میں موجود تھے۔ اور تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے۔ ان کی وفات پر غالبؔ کے دو اور شاگردوں نے بھی مرثیے لکھے۔ مگر جو مقبولیت حالیؔ کے مرثیہ کو نصیب ہوئی۔ اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اِن دنوں کرنل ہالرائڈ صاحب کی مہربانیوں سے لاہور شعر و سخن کا مرکز بن رہا تھا۔ چنانچہ حالی بھی قسمت آزمائی کے لیئے لاہور آپہنچے یہاں ان کو گورنمنٹ بک ڈپو میں ایک آسامی مِل گئی۔ آپ کے ذمہ انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کی ہوئی کتابوں کی عبارت کو درست کرنے کا کام تھا۔ اس ذریعے سے انگریزی ادب۔ خیالات اور طرزِ ادا سے ایک طرح کی واقفیت اور دلبستگی ہوگئی۔ جس کا اثر آپ کی نظم و نثر کی تصانیف میں نمایاں ہے۔ کرنل موصوف کے ایماء سے آپ نے اور مولانا آزاد نے لاہور میں مشاعروں کی بنا رکھی۔ اِن مشاعروں کی خصوصیت یہ تھی۔ کہ شعراء طرح مصرعہ پر لکھنے کی بجائے کسی خاص موضوع یا عنوان پر نظمیں لکھا کرتے تھے۔ اُردو شاعری کی تاریخ میں ان مشاعروں کا قیام ایک یادگار واقعہ ہے۔ چونکہ نیچرل شاعری کی داغ بیل پنجاب کی سرزمین میں انہی دنوں میں پڑی۔ حالی نے قدیم طرز کی شعر گوئی ترک کر دی۔ اور نیچرل اور قومی رنگ میں لکھنا شروع کیا۔ اور اپنی شاعری کی بنیاد جدید مغربی طرز پر قائم کی۔ ان مشاعروں میں آپ نے اپنی مشہور و معروف نظمیں نشاطِ اُمید۔ برکھا رُت۔ مناظرہ رحم و انصاف حُبِ وطن وغیرہ پڑھیں۔ لاہور میں چار سال کے قیام کے بعد آپ دلّی واپس آگئے۔ اور اینگلو عربک سکول میں مدتوں تک مدرسی کرتے رہے۔ یہاں سر سید مرحوم سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ اور اُن

کی فرمائش سے انہوں نے اپنی معرکتہ الآرا نظم مسدس حالی لکھی۔ سر سید مرحوم کے توسط سے آپ کو ادبی خدمات کے صلے میں پچھتر روپے ماہوار نظام گورنمنٹ سے بطور وظیفہ ملنا شروع ہو گیا۔ بعد میں یہ تنخواہ مبلغ سو روپیہ کر دی گئی۔ ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد مولانا نے اپنے وطن مالوف پانی پت میں سکونت اختیار کر لی۔ اور تا دمِ مرگ تصنیف و تالیف کے شغل میں زندگی بسر کی ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ نے انہیں شمس العلماء کا خطاب عطا کیا۔ آپ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو راہیِ ملکِ عدم ہو گئے۔

---

# تصانیف

مولانا حالی کی تصانیف حسب ذیل ہیں :-

(۱) مثنویاں :- رحم و انصاف وغیرہ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

(۲) مسدس حالی۔ (۳) شکوۂ ہند۔

(۴) دیوان حالی۔

(ا) مجموعہ نظم حالی اردو۔ (ب) مجموعہ نظم فارسی

(۵) مناجات بیوہ اور چپ کی داد وغیرہ

(۶) مراثی۔ غالب۔ کلیم۔ محمود خاں صاحب و تباہی دہلی وغیرہ وغیرہ۔

نثر کی کتابوں میں زیادہ مشہور اور اہم حیات سعدی۔

مقدمہ شعر و شاعری۔ یادگارِ غالب۔ حیات جاوید اور مجلس النساء وغیرہ وغیرہ۔

۱۔ مثنویاں:۔ نہایت عمدہ اور دلچسپ اور بہت مقبول ہیں۔ عبارت بہت صاف اور بے تکلف ہے۔ صنائع بدائع سے بالکل معرا ہیں۔ اور طرزِ ادا سہل سادہ اور نیچرل ہے۔ دور از کار تشبیہات اور استعارے کہیں نظر نہیں آتے۔

۲۔ مسدس حالی۔ الموسوم بہ مد و جزرِ اسلام حالی کی معرکتہ الآرا تصنیف ہے۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے۔ کہ تقریباً ہر مسلمان کو اِس کتاب کا بیشتر حصہ ازبر ہے۔ یہ ایک نیا دَور پیدا کرنے والی کتاب ہے۔ جس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی تصویر نہایت مؤثر اور دلگداز پیرائے میں کھینچی گئی ہے۔ ادبِ اردو کی تاریخ ارتقا میں یہ کتاب ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور زمانہ حال کی بہترین کتاب سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کی کوئی اردو کتاب مقبولیت میں اِس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۳۔ شکوۂ ہند:۔ اِس نظم میں بھی اسلام کی گذشتہ شان و شوکت اور موجودہ زوال کا بیان ہے۔

۴۔ دیوانِ حالی۔ دیوان قدیم و جدید غزلیات۔ رباعیات۔ قصائد ترکیب بند وغیرہ وغیرہ پر مشتمل ہے۔ دیوان کے مطالعہ سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ کہ شاعر نے قدیم طرزِ خیال کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کا رجحان زمانہ حال کی روش کی طرف ہے۔ رباعیات اکثر اخلاقی اور نصیحت آمیز ہیں۔ اِن کا ترجمہ انگریزی میں بھی

ہو چکا ہے +

۵۔ مناجات بیوہ:۔ اس میں عورتوں کی دردناک حالت کا ذکر اس مؤثر اور دِل گداز پیرائے میں کیا گیا ہے۔ کہ پڑھنے یا سُننے سے کلیجہ پھٹتا ہے۔ اور آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ طرز نگارش نہایت دلسوز ہے +

چُپ کی داد میں شاعر نے عورتوں کی خوبیوں اور اُنکے فرائض منصبی کا ذکر کِیا ہے۔ ہر دو نظموں کی زبان سلیس اور عام فہم ہے۔

۶۔ حیاتِ سعدی:۔ اس میں شیخ سعدیؒ شیرازی کی سوانحعمری درج ہے۔ اس کِتاب کا طرزِ بیان اسقدر دلکش اور عالمانہ ہے۔ کہ اِسی ایک کتاب سے مُصنف اُردو نثر نویسوں کی صفِ اوّل میں جگہ حاصل کرنے کا مستحق بن گیا ہے +

۷۔ مقدمہ شِعر و شاعری:۔ اُردو نظم میں مولانا حالی کا شاہکار ان کی مُسدّس ہے۔ اور نثر میں مقدمہ شِعر و شاعری۔ جہاں کِتاب اوّل الذکر نے ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی اور قومی زندگی میں ایک اِنقلاب پیدا کیا ہے۔ وہاں مقدمہ شِعر و شاعری نے اُردو ادب میں ایک ہیجان برپا کر دیا ہے۔ یہ کتاب اُردو شاعری پر ایک فاضلانہ تنقید ہے۔ اس میں اُردو شاعری کے نقائص اور معائب کو نہایت وضاحت اور قابلیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے مصنف کا خیال ہے کہ اُردو غزل بالخصوص اور دیگر اصنافِ سخن بالعموم اصلاح کے محتاج ہیں۔ وہ غزل میں تعشق اور ہوس پرستی کی بجائے نیچرل۔ قومی ملکی۔ تمدنی اور سیاسی مضامین کو جگہ دینا چاہتے ہیں۔ اگرچہ مقدمہ ہذا بڑی قابلیت سے لِکھا گیا ہے۔

اور تبحر علمی کا ضامن ہے۔ مگر کسی قدر مجمل اور سطحی ضرور ہے ؎

۸۔ **یادگار غالب** ۔ یہ مولانا کی نہایت مقبول تصنیف ہے ۔ اس میں مصنف نے صرف مرزا غالب کے سوانح حیات ہی درج نہیں کئے بلکہ اُن کے کلام پر ناقدانہ نظر بھی ڈالی ہے ۔ یہ کتاب تنقیدی کتابوں میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے ۔ اور ایک حد تک زبان اُردو میں اس موضوع پر پہلی تصنیف ہے ؎

۹۔ **حیاتِ جاوید**:۔ حیاتِ جاوید مولانا حالی کا ایک بڑا کارنامہ ہے ۔ اس میں سرسید کے تمام حالات مفصل و مشرح بیان کئے گئے ہیں ؎

۱۰۔ **مجلس النساء** ۔ اس میں مستورات کی زبان اور محاورے برتے گئے ہیں ۔ اس لئے یہ کتاب تعلیمی اور اصلاحی نقطۂ نظر سے نہایت کارآمد ثابت ہوئی ہے ؎

## کلام پر رائے

اُردو ادب میں حالیؔ خاص طور پر ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ دَورِ جدید کے مصلح اور ریفارمر سمجھے جاتے ہیں ۔ اُردو ادب میں انہوں نے جدید شاعری کی بنیاد ڈالی ۔ اور اسے طرزِ قدیم کے صنائع و بدائع مبالغے کی لغویت اور تعقید نگاری سے آزاد کیا ۔ پُرانے عاشقانہ ۔ صوفیانہ اور ادق مضامین کی بجائے اردو شاعری میں نیچرل مضامین داخل کئے ۔ زبان کو قدیم تکلف اور تصنع کی آلائشوں سے پاک کر کے سادہ اور سہل بنانے کی کوشش کی ۔ اردو شاعری میں نیچرل شاعری کے علاوہ قومی و وطنی شاعری کا حقیقی معنوں میں حالی نے ہی آغاز کیا ۔ اور وہ ہی اس

کے موجد ہیں۔ آپ نے اپنی قوم کی پست و زبون حالت کی خوب نبّاضی کی جس کا عملی ثبوت ہمیں مسدّس حالی کے مطالعے سے ملتا ہے۔ مسدّس بلا مبالغہ اپنی قسم کی لاجواب تصنیف ہے۔ حالی کی شاعری نقائص سے بالکل مبّرا نہیں۔ کہیں کہیں آپ عروض کے قواعد کی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور صحتِ الفاظ اور محاورات کا بھی خیال نہیں رکھتے شاذ طور پر ہی سہی۔ مگر غیر مانوس انگریزی الفاظ کا استعمال بھی ضرور کر جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی شاعری کو پھیکا اور بدمزہ بنا دینے کے واسطے آپ نیشنلسٹ سپرٹ ذمہ وار ہے۔ جس کی دُھن میں اکثر آپ محض تک بندی پر اُتر آتے ہیں۔ نثر میں حالی صاحب طرز نہیں۔ مگر ایک اعلےٰ پائے کے نثّار ضرور ہیں۔ نظم کی طرح نثر کو بھی ظاہری آرائشوں اور لفظی صنعتوں سے صاف کیا ہے۔ آپ کی تحریر شُستہ سلیس اور عام فہم ہے۔ حالی کا درجہ ادب کے شعرا اور نثّاروں میں بہت ممتاز ہے۔ اور وُہ اپنے زمانہ کے مسلم الثبوت ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اردو ادب میں چند ایک جدید چیزوں کے موجد ہیں۔ جس کے لئے اُردو ادب ہمیشہ کے لئے ان کا مرہونِ احسان رہے گا۔

---

# حالی کی ادبی اصلاحات

مولانا حالی اُردو میں اُس شاعری کے رواج کے متمنی تھے۔ جو انگریزی شعرا کے تتبع میں مروج ہے۔ وہ انگریزی کی چاشنی کے دلدادہ تھے اور اُردو میں اُسے عام کرنا چاہتے تھے۔ گو کہ فلسفہ، اخلاق اور تصوف موجودہ شاعری میں موجود تھا۔ مگر ہمارے شعرا میں سے اکثر و بیشتر اپنے حقیقی جذبات و واردات کو چھوڑ کر زلف و گیسو میں اُلجھے ہوئے تھے۔ اور انگریزی شعرا کی شاعری کو دیکھ کر مولانا حالی یہ محسوس کرتے تھے کہ اُنکے مقابلے پر ہماری شاعری بالکل بودی ہے۔ اُنہوں نے یہ اصلاحات پیش کیں:-

(۱) اُردو میں اکثر شعرا کا کلام عاشقانہ مضامین سے مملو ہوتا ہے۔ جو زیادہ تر مخرب اخلاق ثابت ہوا ہے۔ اسلئے ہندوستان کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے یہی مناسب ہے۔ کہ ان کی بجائے اخلاقی۔ تمدنی اور سیاسی مضامین باندھے جائیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو مناظرِ قدرت کا سماں دکھلایا جائے مثلاً کوہ و دشت، صحرا و بیاباں، برق و باراں کے نظاروں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ جو انگریزی شاعری کا خاصہ ہے۔

(۲) اُردو غزل گو شعرا کا معشوق عام طور پر مرد ہوتا ہے۔ جو خلاف فطرت ہے۔ اسلئے کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ معشوق عورت ہو تاکہ فطرت کے احساسات کا بجا طور پر احترام کیا جائے۔

(۳) اُردو غزل کے ہر شعر کا مضمون الگ ہوتا ہے۔ لیکن غزل کو ایک

قطعہ بند کی صورت میں رکھنا چاہیئے۔ جس میں اوّل سے آخر تک مسلسل مضامین لکھے جائیں ÷

(۴) اُردو غزلیات میں طویل اور بے معنی ردیفوں کی عام طور پر بھر مار ہوتی ہے۔ اُسے چھوڑ کر یہی لازم ہونا چاہیئے۔ کہ زیادہ سے زیادہ قافیئے کا التزام ہو اور ردیف کو نہ رکھا جائے۔

(۵) اگر کسی طرح سے ممکن ہو سکے تو قافیئے کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ اور جسطرح انگریزی ادب میں بلینک ورس (Blank Verse) ہوتی ہے۔ اُسی طرح کی صنفِ شاعری اُردو میں بھی پیدا ہو۔ تاکہ ردیف اور قافیئے کے التزام کی جو جذبات و احساسات کو کچل دیتا ہے۔ بجائے جذبات سے بھرے ہوئے کلام موزوں پر اکتفا کی جائے ÷

یہ امر واضح ہے۔ کہ مندرجہ بالا اصلاحات پیش کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی۔ جو انگریزی اور اُردو زبان۔ ادب اور خیالات سے واقفیّت رکھتا ہو۔ چونکہ مولانا حالی اس اہلیّت سے متحلّی تھے۔ اِسلئے اُنہوں نے یہ اصلاحات پیش کیں۔ اور اس کی وضاحت اُنہوں نے اپنے مقدمۂ دیوان (جو کہ علیحدہ طور پر ایک مستقل کتاب کی صورت میں ہے۔ اور جس کا ملخّص کتاب ہذا کے آخر میں دیا گیا ہے) میں کی ہے۔ اس میں وہ یہ چاہتے ہیں۔

(۱) اُن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ غزل میں اگرچہ عاشقانہ خیالات کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس طریق پر نہیں کہ محبت کا دعویدار محض شاہد بازاری ہو۔ یعنی اِنسان کی محبت محض شاہد بازاری پر ہی موقوف ہو۔ محبت کے تحت میں شعرا کو دیگر اصنافِ محبت کی بابت بھی لِکھنا چاہیئے۔ اِسلئے

غزل میں وُہ خیالات ظاہر کرنے چاہئیں۔ جو محبت کے تمام انواع پر حاوی ہوں اور ایسے الفاظ نہ آنے پائیں۔ جن سے اعلانیہ طور پر یہ ظاہر ہو کہ معشوق مرد ہے یا عورت۔ یعنی ایسے الفاظ نہ آنے چاہئیں جیسے کلاہ۔ چہرہ۔ دستار۔ جامہ قبا۔ سبزہ خط۔ زرگر پسر۔ مغبچہ۔ ترسا بچہ۔ محرم۔ کُرتی۔ مہندی۔ چوڑیاں۔ چوٹی۔ مو باف۔ آرسی اور جھُومر۔ فعل ہر حال میں مذکر ہے مفعول چاہے مذکر ہو یا مؤنث ؛

(۲) عشق و محبت کے علاوہ شراب نوشی کی شاعری یعنی "خمریات" عام رائج ہے۔ اور اُس میں شیخ۔ واعظ اور محتسب کو جی بھر کر کوسا جاتا ہے کیونکہ اُن کا قصور صرف یہی ہے کہ وُہ بد اخلاقیوں سے روکتے ہیں۔ یہ ایران کی تقلید ہے۔ کیونکہ جب ایران میں سلطنتِ اسلام قائم کی گئی تھی۔ تو اس وقت محکمہ احتساب قائم کیا گیا تھا۔ جس کا کام مذہبی اور اخلاقی جرائم پر دارو گیر کرنا تھا۔ اس لئے اکثر اس محکمہ میں وہی آدمی رکھے جاتے تھے۔ جو مذہبی ہوا کرتے تھے۔ اسلئے وہاں تو ان کی مخالفت کچھ معنی رکھتی تھی۔ لیکن ہندوستان میں جہاں نہ محکمہ احتساب تھا اور نہ اس محکمہ کے لوازمات تھے ۔ بیچارے شیخ واعظ اور محتسب کو کوسنا بالکل بے محل ہے ؛

بعض شعرا کا یہ خاصہ ہے کہ وُہ صوفیانہ خیالات کو شراب نوشی کے رندانہ الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ غالبؔ مرحوم نے بھی کہا ہے۔ کہ ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے شیشہ و ساغر کہے بغیر

فارسی شعرا میں سے بعض شاعر تو حقیقتاً شراب نوش تھے۔ اور وُہ شراب نوشی کے بارے میں اصلی واقعات، جذبات اور واردات کو ادا کرنے

تھے۔ لیکن اُردو میں محض فیشن کے طور پر تقلید کی جا رہی ہے۔

(۳) غزل اگرچہ محدود تھی۔ مگر اب ایک ہمہ گیر صنعت بن گئی ہے۔ اب اسمیں اخلاقی، صوفیانہ اور فلسفانہ مضامین آنے لگ گئے ہیں۔ یعنی جسطرح سے دل میں خیالات پیدا ہوں اُسی طرح سے اُنہیں ظاہر کیا جائے۔ پہلے قناعت اور توکل کا زمانہ تھا۔ اُس زمانے میں وہی مضامین باندھے جانے لگے۔ اَب تگ و دَو کا زمانہ ہے۔ اور اب اِنہی مضامین کا باندھنا جائز ہے۔ غرض زمانے کی رفتار کے ساتھ ویسے ہی مضامین شعرا کی کاوش کا نتیجہ ہونا چاہیئں۔ اور اگر شعرا کی واقفیت کا دایرہ محدود ہی ہو اور وُہ رفتار زمانہ سے نابلد ہوں۔ تو ان کے لئے واجب ہے۔ کہ قدرتی مناظر کے اظہار کا آسرا لیں اور غزل میں ہی قدرتی مناظر کو بیان کریں ۔ موسم کی کیفیت۔ صبح و شام کا سماں۔ چاندنی رات کا لُطف اشعار میں اَبدی تازگی کا باعث ہوتے ہیں۔

(۴) خیالات چاہے کسی قسم کے ہوں۔ زبان ہر حال میں غزل والی ہونی چاہیے جو سادہ صاف اور شیریں ہو۔

(۵) روزمرّہ اور محاورہ کی پابندی لازم ہو ؛

(۶) صنائع و بدائع کو استعمال کرتے ہوئے شعر کی معنوی خوبیوں کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ صنائع بدائع اگرچہ بعض اوقات شعر میں خوبی پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا تکلف کے ساتھ التزام اکثر شعر کی خوبی کو برباد کر دیتا ہے ؛

(۷) سنگلاخ زمینوں کو بالکل چھوڑ دینا چاہیئے۔ جن کی ابتدا مصحفیؔ اور اِنشاؔ سے ہوئی۔ اور جن میں شاہ نصیرؔ نے نام پیدا کیا۔ اوّل تو قافیہ خود ایک سخت چیز ہے۔ جس کا نبھانا بہت مشکل ہے ۔ اِس پر ردیف کا اضافہ

اسے سخت تر کر دیتا ہے۔ پھر سنگلاخ زمینوں میں لکھنا سخن کا کمال ہے۔ مثلاً اُستاد ذوقؔ کا وہ قصیدہ جس میں ردیف ہی اتنی طویل ہے "فلک پہ بجلی، زمین پہ باراں" شاعرانہ مشکلات کا ارفع معیار ہے۔ اس لئے کوشش یہ ہونی چاہیئے۔ کہ قافیہ اور ردیف آپس میں مناسبت رکھتے ہوں اور مختصر ہوں۔ یا ردیف کا بالکل اڑا دینا ہی سب سے افضل ہے ؎

# مولانا حالی کی غزل

مندرجہ بالا اصلاحات کے پیش نظر یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ متقدمین کی غزل سے حالیؔ کی غزل کا انداز بالکل مختلف ہے۔ عاشقانہ جذبات کے ساتھ ساتھ حضرت حالیؔ نے اخلاقی، قومی اور سیاسی خیالات ادا کئے ہیں۔ جو بالکل ایک نئی چیز بن گئے ہیں۔ چنانچہ مولانا خود فرماتے ہیں ؎

ایسی غزلیں سُنی نہ تھیں حالیؔ ۔ یہ نکالی کہاں سے تم نے بیاض

مُسلمانوں کو ترقی کا جوش دلاتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

خاور سے باختر تک جنکے نشاں تھے برپا ۔ کچھ مقبروں میں باقی اُنکی نشانیاں ہیں
دیکھا نہیں ابھی کچھ قحط الرجال تم نے ۔ اس سے بھی سخت آگے آنی گرانیاں ہیں
کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا ۔ کچھ کر لو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں
فضل و ہنر بڑوں کے گر تم میں ہوں تو جانیں ۔ گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

ایک غزل میں قوم کا دُکھڑا اس طرح روتے ہیں ؎

مُنہ سے دھوآں سا اٹھا لیتے ہی نام اسلام ۔ بارو د بجھ رہی ہے گویا لب و دہن میں

یورپ نے راہزنی کا جو غیر مہذب اور ہمہ گیر طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ ؎

صُلح ہے ایک مہلتِ سامانِ جنگ کرتے ہیں بھرنے کو خالی یاں تفنگ
عِلم کیا، اخلاق کیا، ہتھیار کیا سب بشر کے مار رکھنے کے ہیں ڈھنگ

---

سلف کی دیکھ رکھو راستی اور راست اخلاقی کہ اُنکے دیکھنے والے ابھی کچھ لوگ ہیں باقی

قوم کی بد اخلاقیوں کو یوں طشت از بام کیا ہے ؎

عقل شائد ملک میں باقی ہے کچھ ہے ابھی کم حاصلِ افیون و بھنگ
قوم کو حالی نہیں راس اتفاق پھوٹ ہی کا بس کھلے گا ہم پہ رنگ

اُمرا کے مصاحبوں کے فرائض کو یوں ادا کرتے ہیں :-

جو کہے تجھ کو بتا دیں اے امیر ہیں بہت سرکار کی محفل میں بھاٹ

مولانا حالی کے سیاسی خیالات کا آئینہ مندرجہ ذیل موضوعات ہیں :-

(۱) انگلستان کی آزادی اور ہندوستان کی غلامی۔
(۲) آزادی کی قدر۔
(۳) کالے گورے کی تمیز۔
(۴) قانون کی اصلیت۔
(۵) تدبیر قیام سلطنت۔
(۶) سیاسی مفرروں کی قلعی کھولنا :

---

# حالی کے نقائص

جہاں مولانا حالی کی شاعری میں بیشتر اوصاف ہیں۔ وہاں وُہ نقائص سے بھی خالی نہیں ہے۔ جن میں بعض مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) شعر کہتے کہتے بعض اوقات مولانا قواعدِ عروض سے باہر چلے جاتے ہیں۔

(۲) محاورات کا خیال نہیں رکھتے۔

(۳) کبھی تخیل بہت بلند ہوتا ہے۔ اور کبھی پست خیالی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اُن کی شاعری محض تُک بندی ہی رہ جاتی ہے۔

(۴) ریفارمر اور نیشلنسٹ کی حثییت کبھی کلام کو پھیکا کر دیتی ہے

---

# قطعات

## چھوٹوں کا بڑا بن جانا

| | |
|---|---|
| چند خطوط[1] اک دانا نے | کھینچ کے یاروں سے یہ کہا |
| دیکھو ان میں جتنے ہیں خط | کوئی ہے چھوٹا، کوئی بڑا |
| ہے کوئی جو بے ہاتھ لگائے | دے یونہی چھوٹے خط کو بڑھا |
| ایک نے جتنے خط تھے بڑے | اُٹھ کے دیا اک اک کو مٹا |
| جب نہ رہا واں پیشِ نظر | خط کوئی، چھوٹے خط کے سِوا |
| دیکھا اُٹھا کر آنکھ جدھر | تھا وہی چھوٹا، وُہ ہی بڑا |
| کل کی ہے، یارو بات، کہ تھی | قوم میں باقی، جان ذرا |
| قوم میں جیسا حال ہے اب | آدمیوں کا کال نہ تھا! |
| تھے موجود ادیبوں[2] میں | اخطل[3] و اعشیٰ[4] کے ہمتا[5] |
| منشیوں[6] میں ایسے تھے بہت | جن پر نازاں تھی انشاء |
| شعر میں تھے اُستاد اکثر | سحر[7] بیاں اور نکتہ[8] سرا |

[1] جمع خط - لکیریں۔ [2] ادیب - زباندان۔ [3] و [4] ملک عرب کے دو نامور شاعر۔ [5] برابر - مثل - مانند۔ [6] منشی - صاحب انشاء۔ [7] جادو بیاں۔ [8] فلسفیانہ و پاکیزہ بات کرنے والا۔

لے گئی اُن کو آخرِ کار | بحرِ فنا کی موج، بہا!
اہلِ ہُنر کا نام و نشاں | قوم میں جب، باقی نہ رہا
حالیؔ و زیدؔ و عمرؔ بنے | صاحبِ دیواں، نامِ خُدا
اَب چاہو۔ اُستاد گِنو | یا ہمیں سمجھو تم بکتا!
ہم ہیں۔ وہی ناچیز مگر | کُبرٰیؑ نا موتُ الکُبرا

## شعر کی طرف خطاب

اے شعر! دلفریب نہ ہو تُو، تو غم نہیں | پر تجھ پہ حیف ہے، جو نہ ہو دِلگداز تُو
صنعتؔ پہ ہو فریفتہ، عالم اگر تمام | ہاں سادگی سے آئیو اپنی نہ باز تُو
جوہر ہے راستیؔ کا اگر تیری ذات میں | تحسینؔ روزگار سے ہے بے نیاز تُو
تُو نے کیا ہے بحرِ حقیقتؔ کو موجؔ خیز | دھوکے کا غرق کر کے رہیگا، جہاز تُو
وُہ دِن گئے کہ، جھوٹ تھا، ایمانِ شاعری | قبلہؔ ہو اب ادھر، تو نہ کیجو نماز تُو
اہلِ نظر کی آنکھ میں رہنا ہے گر عزیز | جو بے بصرؔ ہیں اُن سے نہ رکھ ساز باز تُو
ناکؔ اوپری وہ اسے تری گر چڑھائیں لوگ | معذور جان اُن کو، جو ہے چارہ ساز تُو
جب چاپ، اپنی سچ سے کئے جا دِلوں میں گھر | اونچا ابھی نہ کر علمِ امتیاز تُو

---

لہ بڑے آدمیوں کی موت بڑا بنانیوالی ہے ٭ ۲ بناوٹ۔ کاریگری ٭ ۳ سچائی ٭ ۴ زمانے کی آفرین و داد یعنی واہ واہ کی تمہیں ضرورت نہیں ٭ ۵ حقیقت کا سمندر ٭ ۶ جس میں موجیں اُٹھ رہی ہوں یعنی متلاطم ٭ ۷ وُہ سمت جِس طرف نماز پڑھتے وقت منہ کرتے ہیں کعبہ ٭ ۸ اندھے ٭ ۹ تعلق۔ رشتہ ٭ ۱۰ ناک چڑھانا۔ لاپروائی اور نفرت کرنا ٭ ۱۱ جھنڈا ٭

جو نابلد[1] ہیں ان کو بتا چورین کے راہ
گر چاہتا ہے خضر کی، عمر دراز تُو

عزت کا بھید مُلک کی خدمت میں ہے چھُپا
محمود[2] جان آپ کو، گر ہے ایاز[3] تُو

اے شعر! راہِ راست پہ تو جبکہ پڑ لیا
اب راہ کے نہ دیکھ نشیب[4] و فراز تُو

کرنی ہے فتح گر نئی دُنیا تو لے نکل
بیڑوں کا ساتھ چھوڑ کے اپنا جہاز تُو

ہوتی ہے سچ کی قدر پہ بیقدریوں کے بعد
اس کے خلاف ہو تو سمجھ اس کو شاذ[5] تُو

جو قدردان ہو اپنا، اُسے مغتنم[6] سمجھ!
حالی کو تجھ پہ ناز ہے گر اس پہ ناز تُو

## مشاعرہ کی طرح پر غزل نہ لکھنے کا عُذر

ہوئی ریعانِ[7] جوانی کی بہار آخر حیف[8]
طبع رنگیں تھی، اُمے عشق کی جب متوالی

اپنی روداد[9] تھی جو عشق کا کرتے تھے بیاں
جو غزل لکھتے تھے ہوتی تھی سراسر حالی[10]

اب کہ اُلفت ہے نہ چاہت نہ جوانی کی اُمنگ
سر ہے سودا سے تہی عشق سے دِل ہے خالی

گر غزل لکھیے تو کیا لکھیے غزل میں آخر؟
نہ رہی چیز وہ مضموں سُوجھانے والی

آپ بیتی نہ ہو جو، ہے وہ کہانی بے لُطف
گرچہ ہوں لفظ فصیح، اور زباں ٹکسالی[11]

ہاں مگر کیجیے کچھ عشق کا، غیروں کے بیاں
لائیے باغ سے اوروں کے، رنگا کر ڈالی

کھینچیے وصلِ صنم کی کبھی، فرضی تصویر
کیجیے دردِ جُدائی کی کبھی نقالی

---

[1] ناواقف۔ [2] افغانستان کا بادشاہ محمود غزنوی جو اپنے جاہ و مرتبہ کیلئے مشہورِ آفاق تھا۔
[3] محمود کا غلام جس سے محمود کو اُلفت تھی۔ شعر کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدمتِ وطن کی بدولت اگرچہ تو غلام و خادم بھی ہے۔ تو بھی اپنے آپ کو حاکم و مخدوم سمجھ۔ [4] اُونچ نیچ۔
[5] کم۔ نادر۔ [6] غنیمت۔ [7] آغاز۔ [8] افسوس۔ [9] قصہ۔ سرگذشت۔ حکایت۔
[10] حال (رقص اور وجد) پیدا کرنے والی۔ [11] روزمرہ۔

تا کہ بھڑکائے جوانوں کے دِل آتش کی طرح
وُہ ہوا، جس سے دماغ اپنا ہُوا ہے خالی
پر یہ ڈر ہے کہیں اپنی بھی نہ ہو یہ مثل
"قحبہ[1] چُوں پیر شود، پیشہ کند دلالی"!

## نکتہ چینی

باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ" علم و فضل ہیں
جس طرح بن آئے بیٹا! نام پیدا کیجئے
کیجئے تصنیف اور تالیف میں سعیِ[2] بلیغ
اِس میں اِک اپنا پسینہ اور لہو کر دیجئے
دیجیئے معنیٰ[3] کے نظم و نثر میں، دریا بہا
اور سُخن کی داد، ہر پیر و جواں سے لیجئے
اور نہ ہو گر شعر و انشا کی لیاقت، آپ میں
شاعروں اور مُنشیوں پر نکتہ چینی کیجئے

## بے تمیزی ابنائے[4] زماں

از رہِ فخر آبگینہ[5] سے یہ ہیرے نے کہا
ہے وجُود اے مبتذل[6]! تیرا برابر اور عدم[7]
جنس تیری کس مپرس[8] اور قدر و قیمت تیری ہیچ
تیرے پانے کی خوشی کچھ اور نہ گم ہونے کا غم
دیکھے دھوکا تو اگر الماس[9] بن جائے تو کیا؟
امتحان کے وقت کھُل جاتا ہے سب تیرا بھرم[10]
مسکرا کر آبگینہ نے، یہ ہیرے سے کہا
گو کہ ہے رُتبہ ترا مجھ سے بڑا، اے محترم!
مجھ میں اور تجھ میں مگر کر سکتے ہیں جو امتیاز
ہیں مبصّر[11] ایسے اِس بازارِ ناپرساں[12] میں کم
تیرے جوہر گو نہیں موجود اپنی ذات میں
تجھ سے اے الماس لیکن اچھے پڑ رہتے ہیں ہم

---

[1] جب کوئی فاحشہ عورت بوڑھی ہو جاتی ہے۔ تو دلالی (کا پیشہ) اختیار کرتی ہے۔
[2] انتہائی کوشش۔ [3] مطالب۔ [4] زمانے کے فرزند یعنی لوگ۔ [5] کانچ۔ شیشہ بلور۔ [6] ذلیل و خوار۔ بے قدر۔ [7] نیستی۔ [8] جس کی کوئی پرواہ نہ کرے۔
[9] ایک قیمتی پتھر کا نام ہے۔ [10] راز یعنی قلعی کھُل جاتی ہے۔ حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ [11] بینائی والے۔ پہچاننے والے۔ [12] جس بازار میں قدر و قیمت نہ ہو۔ مانگ نہ ہو۔

# ایک خود پسند امیر زادہ کی تضحیک[1]

کہتے ہیں ایک امیر زادہ کو تھا خدنگ[2] افگنی کا شوق کہیں
خصلتیں جو امیر زادوں میں لازمی ہیں، وہ اسمیں بھی سب تھیں
گو کہ رکھتا نہ تھا ہنر کوئی اس پہ تھا خود پسند اور خود بیں
کچھ نہ تھا پر سمجھتا تھا سب کچھ علم تیر و کماں میں اپنے تئیں
واہ واہ سنتے سنتے یاروں کی ہو گیا تھا ہنر کا اپنے یقیں
الغرض ایک روز صحرا میں جبکہ تھے ساتھ سب جلیس[3] و قریں[4]
مشق تیر افگنی میں تھا مصروف کر رہے تھے خوشامدی تحسیں[5]
آکے دیکھا جو اک ظریف نے حال وجہ تحسین ہوئی نہ ذہن نشیں[6]
تیر جتنے کماں سے چھوٹے! پائے سب بے اصول و بے آئیں
جا کے بھولے سے بھی نہ پڑتا تھا تیر آماجگہ[7] کے کوئی قریں[8]
ایک جاتا تھا چھٹ کے سوئے شمال ایک جاتا تھا چھٹ کے سوئے یمیں[9]
کچھ جو شوخی ظریف کو سوجھی رکھ کے بالائے طاق سب تمکیں[10]
خاک تودے[11] پہ جا کے ہو بیٹھا لوگ کرتے رہے چناں و چنیں[12]

---

[1] ہنسی-پھبتی-بھد-مخول۔ [2] تیر اندازی۔ [3] رفیق-دوست۔
[4] رفیق-دوست۔ [5] آفریں-واہ واہ۔ [6] سمجھ میں نہ آئی۔ [7] نشانہ۔
[8] نزدیک۔ [9] دائیں جانب۔ [10] سنجیدگی وغیرہ کو چھوڑ چھاڑ کر-تمسخر کے طور پر۔ [11] ڈھیر۔ [12] یہ وہ یعنی بکواس۔

ناوکِ[1] انداز بولا چلّا کر! | کوئی تجھ کو جنوں ہے اے مسکیں
یا خفا ہو کے گھر سے آیا ہے | یا دُو بھر ہے تجھ کو جانِ حزیں[2]
عرض کی، چارہ کیا ہے اِسکے سوا | جبکہ جائے گریز[3] ہو نہ کہیں
زد سے اِن بے پناہ تیروں کی | کہیں جاں دار کو، امان نہیں
مجھکو ہر پھر کے شش جہت[4] میں حضور! | امن کی اِک جگہ ملی ہے یہیں!

## پولیٹیکل اسپیچیں!

اے بزمِ سفیرانِ[5] دوَل[6] کے سُخن آرا[7]! | ہر خورد و کلاں تیری فصاحت پہ فدا ہے
یہ سچ ہے کہ جادو ہے بیاں میں ترے لیکن | کچھ سحر بیانی کا تری ڈھنگ نیا ہے
ظاہر ہے نہ غصّہ ہیں بیاں سے ترے رنجش | نے لُطف ہیں کچھ طرزِ بیاں اِس سے جدا ہے
ہے دِل میں نہاں ایک شکایات کا طومار[8] | اور لب پہ جو دیکھو تو نہ شکوہ نہ گلا ہے
جو صلح کی باتیں ہیں وُہ ہیں شہد سے شیریں | اور جنگ میں کچھ لُطفِ سخن اس سے سوا ہے
گر سوچئے تو سینکڑوں پہلو ہیں مفر[9] کے | اور سُنئے تو زنجیروں سے ہر قول بندھا ہے
دِل کی ترے ہوتی نہیں معلوم کوئی بات | گونگا نہیں گویا[10] نہیں کیا جانئے کیا ہے
کھلتا[11] نہیں کچھ اس سے سوا ترے بیاں سے | اِک مُرغ ہے خوش لہجہ کہ کچھ بول رہا ہے

---

[1] تیر انداز۔ [2] جو غم و غصّہ کا باعث ہو یعنی عزیز نہ ہو۔ [3] دوڑ۔ پناہ۔ اجتناب۔ [4] چھ طرفیں۔ [5] نمائندوں کی مجلس۔ [6] جمع دولت کی بمعنی مملکت۔ سلطنت وغیرہ۔ [7] خوش بیانی سے تقریر کرنے والا۔ [8] ڈھیر۔ [9] وہ جگہ جہاں آدمی بھاگ کر جا سکے۔ یعنی تقریر کی کئی تفسیریں اور تعبیریں ہیں۔ مطالب و معانی ہیں۔ [10] بولنے والا۔ [11] معلوم نہیں ہوتا۔ ظاہر نہیں ہوتا۔

تھے لب پہ اظہار، اب آ کے کھلا یہ | انساں کو اخفا[1] کے لئے نطق[2] ملا ہے

## بدی کر کے نیک نامی کی توقع رکھنی

نامنصف و بیرحم تھا، اک ضلع کا حاکم | برناؤ سے نالاں[3] تھی بہت، جسکی رعیت
جب دورہ کو اُٹھتا تھا تو دیہات میں جا کر | تھا پوچھتا ہر ایک سے از راہِ شرارت
ہیں پرگنہ[4] کے لوگ سمجھتے ہمیں کیسا | کرتے ہیں ہماری وہ ستائش کہ مذمت
تھی اس کی مثال ایسی کہ اک شخص بد آواز | جسکو کہ خود آواز سے تھی اپنی کراہت[5]
گاتا تھا کھڑا ہو کے اور آواز کے پیچھے | ہر بار لپکتا تھا بصد تیزی و سرعت
ہو، تاکہ یہ معلوم کہ، ہے دُور سے میری | آواز خوش آئند، و یا قابلِ نفرت

## تفاخر[6] سے نفرت کرنے پر تفاخر

زاہد نے کہا زینت و اسباب پہ جو لوگ | اتراتے ہیں اک آنکھ مجھے وہ نہیں بھاتے
حالی نے کہا جن کو ہے اترانے سے نفرت | اترا کے وہ اس طرح نہیں ناک چڑھاتے

## سید احمد خاں کی تکفیر[9]

مختلف اقوال ہیں اسلام کی تعریف میں | بعض کے نزدیک توحید[10] اسکی حدِ تام ہے
ہے مگر جمہور[11] کے نزدیک یہ مردود[12] قول | جو ہیں قائل اسکے اُن پر کفر کا الزام ہے
کیونکہ اس سے ماننا پڑتا ہے اس رحمت کو عام | جس سے غیر از اہلِ قبلہ جو ہے وہ ناکام ہے

---

[1] چھپانا ۔ [2] زبان گویائی ۔ [3] شاکی ۔ فریادی ۔ [4] علاقہ ۔ [5] تعریف ۔
[6] نفرت ۔ [7] فخر ۔ [8] غرور کرنا ۔ [9] کافر گرداننا ۔ [10] خدا کی وحدانیت ۔
[11] عوام ۔ گروہ لوگوں کا ۔ [12] رد کیا گیا ۔

بعض کہتے ہیں کہ شر سے غیر کے سب ایمن[1] رہیں
پس مسلمانی و دینداری اسی کا نام ہے

پر یہ حد بھی جامع[2] و مانع[3] نہیں عند الفحول[4]
کہتے ہیں اسلام جو سمجھے اسے، وہ خام ہے

ایمنی[5] کا مستحق ہے خاص کر اپنا گروہ
اور سب کا لفظ یار اغیار سب کو عام ہے

بعض کہتے ہیں، شعار[6] اسلامیوں کا ہے لباس
جو لباس غیر پہنے خارج از اسلام ہے

بعض بتلاتے ہیں کچھ اور بعض فرماتے ہیں کچھ
حصر[7] کرنا ان تمام آرا[8] کو مشکل کام ہے

مذہب[9] منصور ہے لیکن بیان کرنا ضرور
جو مسلّم آج کل نزدیک خاص و عام ہے

اہل حل و عقد[10] ہیں اب متفق اس رائے پر
سیّد احمد خاں کو کافر جاننا اسلام ہے

## قرض لے کر حج کو جانے کی ضرورت

قریب موسم حج، قرض لے کے اک دیندار
چلا بہ نیّت حج گھر سے سوئے بیت اللہ[11]

کہا یہ اس سے اک آزاد نے کہ اے حضرت!
کیا ہے آپ پہ شارع[12] نے جبر[13] یا اکراہ[14]

کہ قرض لیکے چلے ہیں، حضور سوئے حجاز
وطن میں چھوڑ کے اطفال کو بحال تباہ

---

[1] محفوظ ۔ [2] جس میں سب طرح کی خوبیاں جمع ہوں ۔ [3] جس میں مندرجہ خوبیوں کے بعد کسی اور بیان کی گنجائش نہ رہے ۔ [4] تاریخ دانوں کے عقیدہ کے مطابق ۔ [5] محافظت ۔ [6] طرز۔ نشانِ خصوصی ۔ [7] شمار ۔ [8] جمع رائے ۔ [9] اقوال مختلفہ میں سے جو قول رائج ہو اسے مذہب منصور کہتے ہیں ۔ [10] ارباب بست و کشاد (باندھنے اور کھولنے والے) مراد از علماء ۔ [11] خدا کا گھر مراد از مکہ معظمہ ۔ [12] صاحب شرع۔ جو لوگوں کو دین کی تعلیم دے ۔ [13-14] زبردستی و خلافِ رضا ۔

نہ نان و نفقہ[1] فرزند و زن سے خاطر جمع — نہ زاد[2] و راحلہ کا ساز و برگ خاطر خواہ

سُنا یہ اور بہت ترش ہو کے فرمایا — کہ روکتا ہے مسلمان کو حج سے، اے گمراہ!

وہ بادشاہ، کہ جو دشمنوں کو دیتا ہے — نگین[3] خاتم و طبل و نشانِ تخت و کلاہ

خبر نہ لے گا وہ کیا اپنے میہمانوں کی؟ — پہنچتے جو کہ ہیں طے کر کے برّ و بحر[4] کی راہ

جنہیں فراغت و تنگی میں ہے اسی سے امید — جنہیں سلامت و آفت میں ہے اُسی کی پناہ

وہ سُن کے بولا کہ ناخواندہ میہمانوں کو — اُمید لُطف کی رکھنی ہے، میزبان سے، گناہ

ذلیل ہوتے ہیں جو بِن بُلائے جاتے ہیں — طفیلیوں کی نہیں، دعوتوں میں عزّت و جاہ

یہ سُن کے شیخ نے دیکھا، اِدھر اُدھر کہ کہیں — ہو مدعی[5] نہ تجسّس[6] میں یاں کوئی ہمراہ

بُلا کے پاس پھر آہستہ سے اس سے فرمایا — ابھی زمانہ کی چالوں سے نہیں تُو آگاہ

قدم پہنچتے جہاں تک ہیں پختہ کاروں کے — جوانِ خام کی واں تک نہیں پہنچتی نگاہ

خدا کے حکم ہیں، مبنی تمام حکمت پر — فتوح[7] جن میں ہے دُنیا و دیں کی خاطر خواہ

نماز و روزہ ہو یا ہو طواف و عمرہ[8] و حج! — حصول جیسے کہ ہوتا ہے ان سے قربِ الٰہ[9]

اِسی طرح یہ وسیلے معاش کے ہیں تمام — نہ جن میں چاہیے محنت، نہ کوشش جانکاہ

مگر سلیقہ و تدبیر شرط ہے ورنہ! — ہزاروں پھرتے ہیں حجاج[10] سادہ لوح تباہ

---

۱ خوراک ۔ ۲ سواری کا جانور مثلاً گھوڑا وغیرہ ۔ ۳ انگوٹھی ۔ مُہر ۔ ۴ خشکی و تری ۔ زمین و سمندر ۔ ۵ دشمن ۔ قرضخواہ ۔ دعوے دار ۔ ۶ تلاش ۔ ۷ آسائش ۔ خوشی ۔ کشائش ۔ ۸ زیارت مکہ، جس کا ثواب حج سے کم ہوتا ہے ۔ ۹ خدا کی نزدیکی ۔ وصالِ خدا ۔ ۱۰ جمع حاجی کی ۔

یہ کہنے سُننے کی باتیں نہیں ہیں، برخوردار! دگرنہ علم معیشت وسیع ہے۔ واللہ

## آزادی کی قدر

ایک ہندی نے کہا حاصل ہے آزادی جنہیں قدرداں اُن سے بہت بڑھکر ہیں آزادی کے ہم
ہم کہ عنبر دل کے سدا محکوم رہتے آئے ہیں قدر آزادی کی جتنی ہم کو ہو، اُتنی ہے کم
عافیت کی قدر ہوتی ہے مصیبت میں سوا بےنوا[1] کو ہے زیادہ قدرِ دینار و درم
تعرف الاشیاء بالاضداد[2] ہے قول حکیم دلگا قیدی سے زیادہ کون آزادی پہ دم
سُن کے اِک آزاد نے یہ لاف چپکے سے کہا ہے[3] سقر موری کے کیڑے کیلئے باغ ارم

## انگلستان کی آزادی اور ہندوستان کی غلامی!

کہتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے جب لیتا ہی سانس ہاں غلام آکر، کرامت ہے یہ اِنگلستان کی
اسکی سرحد میں غلاموں نے یونہی رکھا قدم اور کٹ کر پاؤں سے اِک اِک کے بیڑی گر پڑی
قلبِ ماہیت[4] میں اِنگلستان ہے گر کیمیا کم نہیں کچھ قلبِ ماہیت میں ہندوستاں بھی
آن کر آزاد یاں آزاد رہ سکتا نہیں! وہ رہے ہو کر غلام، اس کی ہوا جن کو لگی

## سیّد احمد خاں کی مخالفت کی وجہ

سیّد احمد خاں کے ایک منکر سے یہ پوچھا کہ آپ کس لئے سیّد سے صاف اے حضرت والا نہیں

---

[1] غریب۔ مفلس۔ [2] چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ [3] یعنی جس طرح موری کا کیڑا موری کو ہی جنّت سمجھتا ہے۔ اسی طرح محکوم اقوام اپنی غلامی میں ہی خوش رہتی ہیں۔ [4] اصلیت کی تبدیلی۔

کافر و ملحد[1] ہمیشہ اس کو ٹھیراتے ہیں آپ — ثابت اسلام اِسکا نزدیک آپ کے گویا نہیں

آپ بھی نام خدا ہیں تارک[2] صوم و صلواۃ[3] — اور سلوک اسلام سے خود آپ کا اچھا نہیں

غلو و نبوّت پر سُنتے ہیں ہم نے ایراد[4] آپ کے — اور الوہیت[5] سے بھی دِل جمع حضرت کا نہیں

چشم بد دُور آپ کا بھی جبکہ ہے مشرب[6] وسیع — پھر یہ بیداد بر تبرا[7] آپ کو زیبا نہیں

سُن کے فرمایا اگر ہو پوچھتے انصاف سے — بات یہ ہے سُن لو صاحب تم سے کچھ پردا نہیں

رنج کچھ اس کا نہیں مجھ کو کہ وہ ایسا ہے کیوں — بلکہ ساری کوفت[8] ہے اِسکی کہ مَیں ویسا نہیں

## قحط اہل اللہ

کل خانقاہ میں تھی حالت عجیب طاری — جو تھا سو چشم پُر نم۔ اپنا تھا یا پرایا

"دنیا سے اُٹھ گئے سب جو تھے مُرید صادق" — یہ کہکے شیخ کا دِل بے ساختہ بھر آیا

ہم نے کہا مُریدی باقی رہی نہ پیری! — یہ کہکے ہم بھی روئے اور اُسکو بھی رُلایا

## نوکروں پر سخت گیری کا انجام

ایک آقا تھا ہمیشہ نوکروں پر سخت گیر — درگزر تھی اور نہ ساتھ اُنکے رعایت تھی کہیں

بے سزا کوئی خطا ہوتی نہ تھی اُن کی معاف — کام سے مہلت کبھی مِلتی نہ تھی، اُن کے نہیں

حُسنِ خدمت پر اضافہ یا صلہ[9] تو درکنار — ذکر کیا نِکلے جو چھوٹے مُنہ سے اُس کے آفریں

پلتے تھے آقا کو وہ ہوتے تھے جب اس سے دوچار — نتھنے پھولے منہ چڑھا۔ ماتھے پہ بل ابرو پہ چیں

---

١ بے دین ۔ ٢ جو چھوڑ بیٹھے۔ ترک کر چکے ۔ ٣ نماز روزہ ۔ ٤ وارد کرنا۔ شکوک۔ دلائل و براہین کا ۔ ٥ خدائی۔ خداوندی ۔ ٦ مذہب۔ یقین۔ عقیدہ ۔ ٧ حماسہ۔ ٹھٹھا۔ بدکلامی ۔ ٩ معاوضہ۔ بدلہ ۔ ٨ درد۔ تکلیف ۔

تھی نہ جز تنخواہ نوکر کے لئے کوئی فتوح[1]! — آگے ہو جاتے تھے خائن[2] جو کہ ہوتے تھے امین[3]

رہتا تھا اک شرائط نامہ ہر نوکر کے پاس — فرض جس میں نوکر اور آقا کے ہوتے تھے تعین[4]

گر رعایت کا کبھی ہوتا تھا کوئی خواستگار — زہر کے پینا تھا گھونٹ آخر بجائے انگبین[5]

حکم ہوتا تھا شرائط نامہ دکھلاؤ ہمیں — تاکہ یہ درخواست دیکھیں داخل ہے یا نہیں

واں سوا تنخواہ کے تھا جس کا آقا ذمہ دار — تھیں گریں جتنی وہ ساری نوکروں کے ذمہ تھیں

دیکھ کر کاغذ کو ہو جاتے تھے نوکر لاجواب — تھے مگر وہ سب کے سب آقا کے مارِ آستیں[6]

ایک دن آقا تھا اک منہ زور گھوڑے پر سوار — تھک گئے جب زور کرتے کرتے دستِ نازنیں

دفعتہً قابو سے باہر ہو کے بھاگا راہوار[7] — اور گرا اسوار صدر زیں سے بالائے زمیں

کی بہت کوشش نہ چھوٹی پاؤں سے لیکن رکاب — کی نظر سائیس کی جانب کہ ہو آکر معین[8]

تھا مگر سائیس ایسا سنگدل اور بے وفا — دیکھتا تھا اور ٹس سے مس[9] نہ ہوتا تھا لعین[10]

دور ہی سے تھا اسے کاغذ دکھا کر کہہ رہا — "دیکھ لو سرکار اس میں شرط یہ لکھی نہیں"

## نیشن کی تعریف

یہ ہے مانی ہوئی جمہور[11] کی رائے — اسی پر ہے جہاں کا اتفاق اب

---

۱ بالائی آمدنی۔ ۲ بد دیانت۔ خیانت کرنے والا۔ ۳ امانت دار۔ ۴ مقرر۔ ۵ شہد۔ ۶ آستین کا سانپ۔ مراد ایسے دشمن سے ہے جو ہر وقت بظاہر دوستی کا دم بھرتا رہے۔ اور وقت آنے پر حملہ کرنے سے باز نہ رہ سکے۔ ۷ گھوڑا۔ ۸ امداد کرنے والا۔ ۹ ٹس سے مس ہونا۔ نہ پذیر ہونا۔ اپنے چلن میں تبدیلی پیدا کرنا۔ ۱۰ ملعون۔ لعنت کے قابل۔ ۱۱ عوام۔ گروہ آدمیوں کا۔

کانفیشن وہ جماعت ہے کم از کم — زباں جسکی ہو ایک اور نسل و مذہب
مگر وسعت اُسے بعضوں نے دی ہے — نہیں جو ذرا ایسے میں اپنی مذبذب[۱]
وہ نیشن کہتے ہیں اس بھیڑ کو بھی — کہ جس میں وحدتیں مفقود[۲] ہوں سب
زباں اس کی نہ ہو مفہوم اس کو — ہوں آدم تک جُدا سب کے جدّ و اب[۳]
جو واحد لاشریک[۴] اس کا خدا ہو — تو لاکھوں اُسکے ہوں معبود[۵] اور رب

## صفائی نہ رکھنے کا عُذر

راہ سے گذرا کہیں میلا کچیلا اِک غلام — اس کے میلے پن پہ لوگوں نے ملامت اسکو کی
عرض کی ایک آئے واں ہو جس بدن کا مالکِ[۶] غیر — اختیار اُسکی صفائی کا نہیں رکھنے رہی[۷]
جو ہیں آزاد، اور صفائی کا نہیں رکھتے خیال — عُذر میلے پن کا شاید وُہ بھی رکھتے ہوں یہی
کیوں کہ جسمِ آدمی ہیں پیشِ اہلِ معرفت — کوئی چیز اسکی نہیں سب ہے امانت گور[۸] کی

## دلی کی شاعری کا تنزّل[۹]

اِک دوست نے حالی کے کہا از رہِ انصاف — کرتے ہیں پسند اہلِ زباں اس کے سخن کو
چند اہلِ زباں جن کو کہ دعویٰ تھا سخن کا — بولے کہ نہیں جانتے تم شعر کے فن کو
شاعر کو یہ لازم ہے کہ ہو اہلِ زباں سے — ہو چھو نہ گئی غیر زباں اس کے دہن کو
معلوم ہے حالی کا جو ہے مولد و منشا[۱۰] — اُردو سے بھلا واسطہ؟ حضرت کے وطن کو

---

۱ مشکوک۔ متردّد ٭ ۲ غیر موجود۔ گم ٭ ۳ باپ دادا ٭ ۴ جس کا شریک کوئی نہ ہو ٭ ۵ عبادت کیا گیا۔ بمعنی خدا ٭ ۶ ملکیت ٭ ۷ غلام۔ نوکر ٭ ۸ قبر ٭ ۹ زوال۔ گراوٹ ٭ ۱۰ جائے پیدائش و پرورش ٭

اُردو کے دھنی وہ ہیں جو دِلّی کے ہیں روڑے — پنجاب کو مَس[1] اِس سے، نہ پورب، نہ دکن کو
بُلبُل ہی کو معلوم ہیں، انداز چمن کے! — کیا عالم گلشن کی خبر، زاغ و زغن[2] کو
حالی کی زباں گر بمثل شہد لبن[3] ہو — خالص نہ ہو تو کیجیئے کیا ایسے لبن کو
ہرچند کہ صنعت سے بنالیے کوئی نافہ — پہنچے گا نہ وہ نافۂ آہوے ختن کو
مانا کہ ہے بےساختہ پن اِس کے بیاں میں — کیا پھونکیئے اِس ساختہ[4] بے ساختہ پن کو
یہ دوست نے حالی کے سُنی جبکہ تعلّی[5] — حق کہنے سے وہ رکھ نہ سکا باز دہن کو
کچھ شعر تھے یاد ان کے پڑھے اور یہ پُوچھا — کیوں صاحبو! عزت اِسی اُردو سے ہے کہ فن کو؟
سچ یہ ہے کہ جب شعر ہوں سرکار کے ایسے — کیوں آپ لگے ماننے حالی کے سُخن کو؟
حالی کو تو بدنام کیا اُس کے وطن نے — پر آپ نے بدنام کیا اپنے وطن کو

## بیٹیوں کی نسبت

جاہلیت کے زمانہ میں، یہ تھی رسمِ عرب — کہ کسی گھر میں اگر ہوتی تھی دُختر پیدا
سنگدل باپ اُسے گود سے لیکر، ماں کی — گاڑ دیتا تھا زمیں میں، کہیں زندہ جا کر
رسم اب بھی یہی دُنیا میں ہے جاری لیکن — جو اندھے ہیں ہیئے[6] کے نہیں کچھ ان کو خبر
لوگ بیٹی کے لئے ڈھونڈتے ہیں جب پیوند[7] — سب سے اوّل اُنہیں ہوتا ہے یہ منظورِ نظر
ایسے گھر بیاہیے بیٹی کو، جو ہو آسودہ — اور مہ و مہر[8] سے جو ذات میں ہو افضل تر

---

[1] تعلق - واسطہ - علاقہ۔ [2] کوّا اور چیل۔ [3] دودھ۔ [4] مصنوعی۔
[5] لاف۔ [6] دِل۔ [7] رشتہ - ناطہ۔ [8] چاند اور سورج۔

جانے پہچانے ہوں سماجھبانہ[1] کے سارے زن و مرد ۔ ان کو معلوم ہوں عادات و خصائل یکسر

ایک ہی شہر میں ہوں دونوں گھرانے آباد ۔ دونوں نزدیک قرابت[2] میں ہوں، باہمدیگر

جیتے جی مرگئی بس اُن کی طرف سے گویا ۔ جا کے پردیس میں بیٹی کو دیا بیاہ اگر

چھان بین اسکی تو کرتے ہیں کہ گھر کیسا ہو ۔ پر نہیں دیکھتا یہ کوئی کہ کیسا ہو بر

بدمزاجی ہو۔ جہالت ہو کہ ہو بدچلنی ۔ کچھ بُرائی نہیں، ذی تو[3] تنا ہو داماد اگر

وُہ یہی ناشدنی[4] ریت رہے جسکے کارن ۔ بکریاں بھیڑیوں سے بانی ہیں پیوند اکثر

جاہلیت میں تو تھی اِک یہی آفت کہ وہاں ۔ گاڑ دی جاتی تھی بس خاک میں نہا دُختر

ساتھ بیٹی کے مگر اب پدر و مادر بھی! ۔ زندہ درگور سدا رہتے ہیں اور خستہ جگر

اپنا اور بیٹیوں کا جبکہ نہ سوچیں انجام ۔ جاہلیت سے کہیں ہے وُہ زمانہ بدتر

# سیّد احمد خاں کی تصانیف کی تردید!

اِک مولوی کہ تنگ بہت تھا معاش[5] سے ۔ برسوں رہا تلاش میں وجہ معاش کی

وُہ شہر شہر نوکری کی ٹوہ[6] میں پھرا ۔ لیکن نہ اُسکے ہاتھ کہیں نوکری لگی

اخبار بھی نِکال کے بخت آزمائی کی! ۔ تدبیر بھی یہ اُسکی نہ تقدیر سے چلی

روزی کی خاطر اُس نے کیے سینکڑوں جتن ۔ پر کی نصیب نے نہ کہیں اُس کے یاوری[7]

---

۱ دوسری جانب کے رشتہ دار ۔ ۲ رشتہ داری ۔ قریب ہونا ۔ ۳ بڑھی ذات والا ۔ نجیب ۔ ۴ نہ ہونے کے قابل ۔ گندی ۔ بُری ۔ ۵ گزارہ ۔ ۶ تلاش ۔ ۷ اِمداد ۔

راہِ طلب میں جب ہوئی سرگشتگی بہت — اِک خضرِ[1] پے خجستہ نے کی آکے رہبری

جُھک کر کہا یہ کان میں اُسکے، کہ آجکل — سُنتا ہوں چھپ رہی ہے نصابیتِ احمدی

جا۔ اور لفظ لفظ کو اُس کے چھیڑ کر — تردید اس کی چھاپ دے جو ہو بُری بھلی

پھر دیکھنا کہ راس[2] و چپ[2] گرد و پیش سے — لگتی ہے کیسی آکے زر و سیم[3] کی جھڑی

دُنیا طلب کو چاہیئے ابلہ[4] فریب ہو — دُنیا پہ جب تلک کہ مسلط رہے ابلہی[5]

## یقین

آتی نہیں ہے شرم تجھے اے خدا پرست! — دِل میں کہیں نشان نہیں تیرے یقین کا

جی میں ترے ہزاروں گذرتے ہیں وسوسے[6] — ہوتی نہیں قبول تیری ایک اگر دُعا

تجھ سے ہزار مرتبہ بہتر ہے بُت پرست — جس کا یقین ہے تیرے یقین سے کہیں سوا[7]

وُہ مانگتا بُتوں سے مُرادیں ہے، عمر بھر — گو حاجت اُس کی اُن سے ہوئی ہو نہ ہو روا

آتا نہیں یقین میں اس کے کبھی قصور — اُمید اُس کی روز فزوں رہے اور التجا!

تو بندۂ غرض ہے، وُہ راضی رضا پہ ہے — وُہ ہے کہ یہ ہے بندگی؟ اے بندۂ خدا!

## اِستفادہ

لیجیئے بھیک دَوڑ کر، گر ہے گداگری کا یہ — جس سے ملے، جہاں ملے، جو ملے اور جب ملے

ہے یہی اصل اکتساب[8] ہو جسے سب سے مستفید[9] — زک[10] ملے یا سزا ملے۔ درس[11] ملے ادب ملے

---

[1] مبارک قدم ۔ [2] دایاں بایاں ۔ [3] سونا چاندی ۔ [4] بے وقوف کو گمراہ کرنے والا ۔ [5] بے وقوفی ۔ [6] شکوک ۔ [7] زیادہ ۔ [8] حاصل کرنا ۔ [9] فائدہ اُٹھانے والا ۔ [10] الزام ۔ شکست ۔ [11] سبق ۔

## لائق آدمی دوست اور دشمن دونوں سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں

قول اک حکیم[1] کا ہے کہ گر غور کیجئے! — ہے حق میں سب کے دوست سے دشمن مفید تر

اوّل تو سوجھتا ہی نہیں عیب دوست کو — اور سوجھتا ہے تو، نہیں لاتا زبان پہ

پر ایک بار دشمن اگر دیکھ پائے عیب — سو سو طرح سے وہ اُسے کرتا ہے جلوہ گر

دشمن سے بڑھ کے کوئی نہیں آدمی کا دوست — منظور اپنے حال کی اصلاح[2] ہو اگر!

اور دوست سے زیادہ نہیں کوئی بدسگال[3] — رکھتا ہے جو کہ دوست کے عیب اُس سے مستتر[4]

گو قول ہے متین، پہ جو تھی سخن کی تہ! — افسوس ہے حکیم کی پہنچی نہ واں نظر

دشمن کے جو کہ طعن سے ہوتے ہیں مستفید — عیب اُنکے دوست کیوں نہ جتائینگے بےخطر

اور جو کہ دوست سے نہیں سن سکتے اپنے عیب — وہ دشمنوں کے طعن سے کیا ہونگے بہرہ ور[5]

جن کو خدا نے جوہرِ قابل دیا ہے، یاں — موقوف عبرت[6] اُنکی نہ دشمن نہ دوست پر

## سخن سازی

ہے مردِ سخن ساز[7] بھی دنیا میں عجب چیز — پاؤ گے کسی فن میں کہیں بند نہ اُس کو

موجود سخن گو[8] ہوں جہاں واں ہیں طبیب آپ — اور جاتے ہیں بن آپ طبیبوں میں سخن گو

دونوں میں سے کوئی نہ ہو تو آپ ہیں سب کچھ — پر ہیچ ہیں جس وقت کہ موجود ہوں دونو

---

[1] فلسفی ؛ [2] بہتری بھلائی ؛ [3] بدخواہ ؛ [4] نہاں۔ پوشیدہ ؛ [5] فائدہ یاب

[6] نصیحت حاصل کرنا ؛ [7] باتونی ؛ [8] شاعر ؛

# عقل اور نفس کی گفتگو

نفس کو عقل نے چاہا کہ کرے خوار و زبوں[1] — اپنے دعوؤں پہ بیاں کرکے دلیل و برہاں[2]

کہا اے نفس نہیں تجھ میں مآل اندیشی[3] — درد ہیں تیرے اسی واسطے سب بے درماں[4]

ہے غنیمت تجھے وہ رات کی دم بھر کی خوشی — جس کا آنا ہے نظر بیشتر از صبح زیاں

سود سے کچھ تجھے رغبت نہ زیاں سے پرہیز — تیرے نزدیک ہے درد اور دوا سب یکساں

نہیں غفلت میں تجھے، دین نہ دنیا کی خبر — یہ بھلا ہی نہ کوئی موت کا ہے جس پہ گماں

نہ جوانی میں تجھے صبر نہ پیری میں شکیب[5] — کبھی ہوتا نہیں کم تیری خودی کا طوفاں

کہیں جائے نہ بھٹک منزلِ مقصود سے تو — دیکھ جانا ہے کدھر اور تجھے جانا ہے کہاں

ہاتھ دھو لذتِ فانی سے نہیں گر منظور — عیشِ باقی[6] و حیاتِ ابدی[7] سے حرماں[8]

نفس نے عقل سے کی عرض کہ اے خضرِ طریق[9] — وعظ پر تیرے ہے زیبا کہ فدا کیجئے جاں

پر نہیں حکم ترا کوئی عمل کے قابل! — گو کہ حکمت سے بھرا تیرا سراسر ہی بیاں

نقد کو چھوڑنا اور نسیہ[10] کی رکھنی امید — کوئی تسلیم کریگا نہ اسے، جز ناداں

ہے یہ ایک ایک مری لذتِ فانی وہ بلا — سو حیاتیں ابدی تیری ہیں جس پہ قرباں

---

۱ مغلوب۔ ذلیل ۔ ۲ دلیل ۔ ۳ مستقبل کا فکر یا آئندہ پر نظر ۔ ۴ علاج۔ دوا
۵ صبر ۔ ۶ قائم رہنے والی ۔ ۷ جس کی انتہا نہ ہو۔ ہمیشہ رہنے والی ۔ ۸
محرومی ۔ ۹ خضر کے طریق والا۔ ہادی۔ راہبر۔ خضر علیہ السلام مسلمانوں کے
ایک پیغمبر [illegible]

یک اب بھوکے سے کہتا ہے کہ لے قاب[1] طعام[2] | ایک مدعو اسے کرتا ہے پس انساں واں
کیونکہ امید پہ اک مائدۂ[3] نعمت کی ! | سال بھر صبر کرے گرسنگی[4] میں انساں
عقل نے سنکے کہا خوف ہی تجھ سی اے نفس | خرد پژمردہ[5] تیرا تجھے دیکھئے پہنچائے کہاں
حق کے پیرایہ[6] میں ہوتا نہیں باطل سر سبز | کیجئے لاکھ بیاں اس پہ دلیل و برہاں
جاں بلب بھوک سی ہو گرسنہ بالفرض اگر | زہر دانستہ[7] کرے نوش نہیں یہ امکاں
نہ کہیں بھوک میں کھا بیٹھیو یہ لقمۂ نقد | اسکے کھانے میں نہیں جان کی خیر اے نادان

## عادات کا غلبہ عقل پر

دیکھ عادت کا تسلط ہے نے عادت سے کہا | گھبر لی عقل نیک اندیش[8] کی سب لت نے جائے
ہنس کے عادت نے کہا کیا عقل ہے مجھ سی الگ | میں ہی بنجاتی ہوں نادان رفتہ رفتہ عقل و رائے

## شعرا کو سلطنت میں دخل دینا

سنتے ہیں یہ اک مدبر کی ہے رائے | چاہیئے گر رونق علم زباں !!
شاعروں کو سلطنت کا کیجئے رکن | جن پہ اسکی سب دکانیں ہیں عیاں
رائے صائب[9] ہے بظاہر اور متیں[10] | گو کیا اس کا نہیں کچھ امتحاں !
شعر و انشا کو تو ہو شاید فروغ | ہے بہت کم بر خلاف اس کے گماں

---

[1] بڑی طشتری یا رکابی۔ تھال۔ خوان ۔ [2] کھانا ۔ [3] نعمتوں سے بھرا ہوا خوان ۔
[4] بھوک ۔ [5] تمہارا دماغ جو کہ تجربہ کار اور پختہ نہیں ہے ۔ [6] لباس ۔ [7] جان
بوجھ کر ۔ [8] نیکی سوچنے والی ۔ [9] ٹھیک۔ صحیح [10] مضبوط ۔

سلطنت کا پر خدا حافظ ہے جب — شاعروں کے ہاتھ ہو اِسکی عِناں[1]

اور جو، وُہ شاعر ہیں ہندوستان کے — شعر و انشاء کو بھی ہے خوفِ زیاں

ایک پر اُن میں سے چل سکتا نہیں — دوسرے کا جادوئے حُسنِ بیاں

ایک جب چلنے نہ دیگا ایک کی — پھر ترقی شعر و انشاء کی کہاں!

## لوگ کسی کی خوبیاں سُن کر اتنے خوش نہیں ہوتے جتنے کہ اُس کے عیب سُن کر!

اپنے عیبوں کے ہیں ہم جتنے کہ ممنون[2] حالی — اسقدر خوبیوں کے اپنی نہیں شکر گزا

لوگ جب عیب ہمارا کوئی سُن پاتے ہیں! — گو کہ کرتے ہیں تاسف[3] کا بظاہر اظہا

پر خوشی کا ہے یہ عالم کہ ہو رنج اُن کو کمال — گر نصیبوں سے وُہ افواہ غلط پائے قرا

اور جو ہو گوش زد[4] اُن کے کوئی خوبی اپنی — خوش تو پڑتی ہے نبھانی انہیں صورت ناچ

دِل میں ہوتا ہے مگر غم کا یہ عالم اُن کے — کہ ملال اپنا چھپا سکتے نہیں وُہ زنہا

للہ الحمد[5] کہ مخلوق کے خوش کرنے کا — نفس میں اپنے ہے سامان بہت کچھ تیا

## شائستہ لوگوں کا برتاؤ سائل کے ساتھ

عادت تھی اک فقیر کی کرتا تھا جب سوال — انگریز کے سِوا نہ کسی سے تھا مانگ

مُدّت تک اُسکی جب یہی دیکھی گئی روش[6] — پوچھا کسی نے اس سے کہ اس کا سبب ہے

---

۱ باگ ڈور ۔ ۲ مشکور ۔ ۳ افسوس ۔ ۴ سُن لینا ۔ ۵ تعریف خدا
کریم کی مہربانی خدا تعالیٰ کی ہے ۔ ۶ طریقہ ۔ رفتار

بولا کہ عادت اِس لئے کی ہے یہ اختیار — چھُٹ جائے تا کہ مجھ سے یہ لپکا سوال کا

پہلے جو بھاگوانوں سے ملتی تھی روز بھیک — آتا تھا مانگنے میں بہت بھیک کے مزا

پر جب سے ہے سوال کا اس قوم پر مدار — مِنّت سے عجز سے کبھی ملتا نہیں ٹکا

اُمید ہے کہ مانگنے کی چھُوٹ جائے لت — گر چند روز اور رہا اُن سے سابقا[1]

آیا جواب سُن کے یہ اُس کا بہت پسند — کی آفریں اور اس سے مخاطب بنے یوں کہا

نیٹو[2] ہیں جو کہ ملک میں تعلیم یافتہ — حق میں ترے مفید ہیں یہ اُن سے بھی سوا[3]

انگریز اگرچہ ہندیوں کے حق میں ہیں بخیل[4] — اہلِ وطن پہ اُن کی مگر جان ہے فدا

پر جو کہ دیسیوں میں ہیں تعلیم یافتہ — دل بھائیوں پہ بھی نہیں اُن کا پسیجتا!

انگریز اتنے اجنبیوں سے نہیں نفور[5] — جلتے کہ یہ عزیز، عزیزوں سے ہیں خفا

اہلِ غرض پہ کاٹنے کو دَوڑتے ہیں یہ — شائستگی کا زہر ہے جب سے انہیں چڑھا

## اسراف

ایک مُسرِف[6] نے یہ مُمسک[7] سے کہا — کب تک اے ناداں یہ حُبِّ[8] مال و زر

تو جو یوں رکھتا ہے دولت جوڑ جوڑ — ہے سدا دُنیا ہی میں رہنا مگر؟

ہنس کے مُمسک نے کہا اے سادہ لوح[9] — زر لُٹانا رائیگاں اور اِس قدر؟

آج ہی گویا، نصیبِ دشمناں! — آپ کا دُنیا سے ہے عزمِ سفر

---

[1] واسطہ تعلق ۔ [2] دیسی (Native) ۔ [3] زیادہ ۔ [4] کنجوس ۔ [5] نفرت کرنیوالے
[6] فضول خرچ ۔ [7] کنجوس ۔ [8] محبت و الفت ۔ [9] سادہ دل بے عقل ۔

## پاسِ نیکنامی

اے نیک نام شکر کر اللہ کا ادا ‏ ‏ جس نے بنایا نیک تجھے کر کے نیکنام
ہوتا اگر نہ پاس تجھے نیک نام کا ‏ ‏ پھر دیکھتے رکہ کرتا ہے تو کیسے نیک کام
حاشا کہ تجھ کو خوف خدا کا ہوا سقدر ‏ ‏ جتنا کہ خوفِ طعنہ و تشنیع[1] خاص و عام

## غرورِ نیکنامی

گئی ہے حد سے گزر شیخ کی نکو نامی! ‏ ‏ گمان بد کبھی اُس کی طرف نہیں جاتا!
جو اُس کے عیب قلم سے کرے بیاں کوئی ‏ ‏ خود اُس کو عیب کا اپنے یقیں نہیں آتا

## کالے اور گورے کی صحت کا میڈیکل امتحان

دُو ملازم ایک کالا اور گورا دُوسرا! ‏ ‏ دُوسرا پیدل مگر پہلا سوارِ راہوار[2]!
نِکلے سِول سرجن کی کوٹھی کی طرف دونو رواں ‏ ‏ کیونکہ بیماری کی رخصت کے تھے دونو خواستگار[3]
راہ میں دونو کی باہم ہو گئی کچھ ہشت مُشت[4] ‏ ‏ کوکھ میں کالے کی اِک مُکا دیا گورے نے مار
صدمہ پہنچا جس سے تِلّی کو بہت مسکین کی ‏ ‏ آ کے گھوڑے سے لیا سائیس نے اُس کو اُتار
ٹھوک کر کالے کو گورے نے تو اپنی راہ لی ‏ ‏ چوٹ کے صدمہ سے غش کالے کو آیا چند بار
آخرش کوٹھی پہ پہنچے جا کے دونو پیش و پس[5] ‏ ‏ ضارب[6] اپنے پاؤں اور مضروب[7] ڈولی میں سوار
ڈاکٹر نے آ کے دونو کی سُنی جب سرگزشت ‏ ‏ تہ کو جا پہنچا سخن کی سُن کے قِصّہ ایک بار

---

[1] بُرا بھلا کہنا۔ ملامت ۔ [2] گھوڑا ۔ [3] خواہش مند ۔ [4] لڑائی جھگڑا
[5] آگے پیچھے ۔ [6] مارنے والا ۔ [7] چوٹ کھانے والا ۔

دی سند گورے کو لکھ تھی جسمیں تصدیقِ مرض — اور یہ لکھا تھا کہ سائل ہے بہت زار و نزار[1]

یعنی اک کالا نہ جس گورے کے ٹکّے سے مرے — کر نہیں سکتا حکومت ہند پر، وہ نہ بیمار

اور کہا کالے سے تم کو مل نہیں سکتی سند — کیونکہ تم معلوم ہوتے ہو بظاہر جاندار

ایک کالا پٹ کے جو گورے سے فوراً مر نہ جائے — آئے بابا اس کی بیماری کا کیونکر اعتبار

## خودستائی[2]

اے دلِ بشر وہ کون ہے جو خودستا نہیں — پر خودستائیوں کے ہیں عنواں جدا جدا

جو زیورِ خرد سے معرّا[3] ہیں سادہ لوح — کرتے ہیں خوبیاں وہ بیاں اپنی برملا

جو اُن سے تیز ہوش ہیں سو سو طرح سے وہ — پردوں میں کرتے ہیں اِسی مضمون کو ادا

کہتا ہے ایک کیسی حماقت ہوئی ہے آج — کمبل تھا ایک گھر میں سو سائل کو دیدیا

کہتا ہے دوسرا کہ گیا ہو کے منفعل[4] — سائل کی ڈبے[5] میں میں نے دیا مال جب دکھا

پردہ میں زیرکی[6] کے چھپاتا ہے بُخل[7] یہ — اور بن کے بیوقوف جتاتا ہے وہ سخا

کچھ اس لئے کہ بھی انہیں میں سے ہوں شمار — اہلِ وطن کی اپنے بہت کرتے ہیں ثنا

کچھ اس لئے کہ اپنا ہو انصاف آشکار — کرتے ہیں اپنی قوم کی تنقیص[8] جا بجا

کہتا ہے ایک لاکھ نہ مانے بُرا کوئی — ہے عیب صاف گوئی کا ہم میں بہت بڑا

---

[1] کمزور ۔ [2] اپنی تعریف آپ کرنا ۔ [3] خالی ۔ [4] شرمندہ ۔ [5] جیب ۔ کھیسہ ۔ [6] عقل مندی ۔ [7] کنجوسی ۔ [8] نقص نکالنا نکتہ چینی کرنا ۔

کہتا ہے ایک گُر ہے خوشامد کا اور ہی / پر چاہتے آدمی کو ہیں کہہ کہہ کے ہم بڑا

دھوکا ہُنر کا دیکے چھُپاتا ہے عیب یہ / اور مُنہ سے دُرد[۱] کہہ کے دکھاتا ہے وُہ صفا

چُپ چاپ سُن رہا ہے کوئی اپنی خوبیاں / یعنی کہ یہ بیان ہے سب راست اور بجا

کہتا یہ اس پہ کوئی کہ سب حُسنِ ظن[۲] ہے یہ / اِک خاکسار کو جو دیا تم نے یوں بڑھا

قائل ہے وُہ انہیں پہ ہوئے وصف جو بیان / اور چاہتا ہے یہ کہ ہو تعریف کچھ سوا

کہتا ہے زید عمرو ہے شدّت سے سادہ لوح / گِنتا ہے سب کو نیک وُہ اچھا ہو یا بُرا

کہتا ہے عمرو زید بھی گِنتا ہے عیب ہیں / بد ہو کہ نیک اسکی زباں سے نہیں بچا

یہ اُس کا اور وُہ اِس کا بیاں کر کے کوئی عیب / ہر اک ہے اپنی اپنی بڑائی نکالتا

غیبت[۳] امید ہے کہ نہ ہوتی جہان میں / ہوتا اگر یہ خاک کا پُتلا نہ خود ستا

حائل جو پردے کھول رہے ہیں جہان کے / شاید کہ اُس سے آپ کا ہوگا یہ مُدّعا

یعنی کہ لاکھ پردوں میں کوئی چھپائے عیب / اپنی نظر سے رہ نہیں سکتا کبھی چھُپا!

القصّہ جس کو دیکھئے جاہل ہو یا حکیم / آزار میں خودی کے ہے بے چارہ مبتلا

## حملۂ نفس

ہم سمجھتے تھے کہ نفسِ دُوں[۴] ہمارے بس میں ہے / گر کبھی حملہ پہ اُس کے غالب آجاتے تھے ہم

پر جو دیکھا غور سے وہ بھبکیاں تھیں نفس کی / جن کو نادانی سے حملے اسکے ٹھہراتے تھے ہم

---

۱ تلچھٹ۔ گندا۔ میلا ॰ ۲ نیک گمان ॰ ۳ کسی کی عدم موجودگی میں کسی کو بُرا کہنا ॰ ۴ کمینہ ॰

جب کیا حملہ دیئے سب عقل نے ہتھیار ڈال ۔۔۔ زورِ بازو پر ہمیشہ جس کے اتراتے تھے ہم

## جس قوم میں افلاس ہو۔ اُس میں بخل اتنا بدنما نہیں جتنا اسراف[1]

حالی سے کہا ہم نے کہ ہے اس کا سبب کیا ۔۔۔ جب کرتے ہو تم کرتے ہو مسرف کی مذمّت

لیکن بخلاف آپ کے سب اگلے سخنور ۔۔۔ جب کرتے تھے کرتے تھے بخیلوں کو ملامت

اسراف بھی مذموم ہے، پر بخل سے کمتر ۔۔۔ ہے جس سے کہ انسان کو بالطبع عداوت[2]

حالی نے کہا رد کے، نہ پوچھو سبب اس کا ۔۔۔ یاروں کیلئے ہے یہ بیاں موجبِ رقت[3]

کرتے تھے بخیلوں کو ملامت سلف[4] اس وقت ۔۔۔ جب قوم میں افراط[5] سے تھی دولت و ثروت

وہ جانتے تھے قوم ہو جس وقت تونگر ۔۔۔ پھر اس میں نہیں بخل سے بدتر کوئی خصلت

اور اب کہ نہ دولت ہے نہ ثروت ہے نہ اقبال ۔۔۔ گھر گھر پہ ہی چھائی ہوئی افلاس[6] و فلاکت[7]

ترغیب سخاوت کی ہے اب قوم کو ایسی ۔۔۔ پروانہ کی ہے چیونٹیوں کو جیسے ہدایت

## رؤسائے عہد کی فیاضی!

کی رئیس شہر کی تعریف یاروں نے بہت ۔۔۔ بر سبیلِ تذکرہ[7] باہم جو ذکر اس کا چلا

بولے آج اسکا نہیں مہماں نوازی میں نظیر ۔۔۔ عاملانِ شہر مدعو اس کے رہتے ہیں سدا

ضلع کے حکام کا ادنیٰ اشارہ چاہیئے ۔۔۔ پھر کوئی دیکھے سخاوت اسکی اور بذل و عطا[8]

یادگاریں جتنی ہیں اعیانِ[9] دولت کی بنیں ۔۔۔ انمیں صرف اسکی رقم ہی سب کے چندہ سے سوا

پالکی یا دگینٹ[10] ہے جو سواری اس کے پاس ۔۔۔ اہلکاروں کیلئے ہے وقف بے چون و چرا[11]

---

۱ فضول خرچی ۔ ۲ دشمنی ۔ ۳ افسوس و دردناک ۔ ۴ بزرگ ۔ ۵ کثرت۔ زیادتی ۔ ۶ ناداری
۷ ذکر اذکار کے طور پر ۔ ۸ بخشش ۔ ۹ بزرگ ۔ ۱۰ بگھی۔ ٹانگہ ۔ ۱۱ بغیر حیل و حجت ۔

کیا کلکٹر کیا کمشنر کیا سپاہی کیا عسس[۱] — اُسکی ہمت کے ہیں سب مدّاح بے رُو و ریا
جب یہ دیکھا مدح کا دفتر نہیں ہوتا تمام — جوڑ کر ہاتھ اُن سے حالی نے بصد منت کہا
عیب بھی اُس کا کوئی یارو کرو آخر بیاں! — سُنتے سُنتے خوبیاں جی اپنا متلانے لگا

## ایمان کی تعریف

فقیہہِ شہر نے ایمان کی جو کی تعریف — تو دی چراغ سے اُسکو بہ آب و تاب مثال
کہا فتیلہ[۱] اقرار باللساں ہے ضرور — جہاں ہو آتش تصدیق و روغن اعمال
کہا کسی نے کہ نکلا ہے اِن دونوں اک تیل — نہیں ضرور فتیلہ کا جس میں استعمال

## برکت و اتفاق

کہہ رہا تھا یہ اک آزاد کہ ہے جن میں ملاپ — دولت و بخت ہے ہر حال میں اُن کے ہمراہ
نہ اُنہیں حاجتِ اعوان[۲] نہ تلاش انصار[۳] — نہ اُنہیں خوفِ بد اندیش[۴] نہ بیمِ[۵] بد خواہ[۴]
پر نہیں رابطہ جس قوم میں اور یک جہتی[۶] — اس کی دُنیا سے یہ سمجھو کہ گئی عزت و جاہ
نہ ملاذ[۷] اُن کے لئے قلعہ نہ خندق نہ فصیل — نہ مفید اُن کے لئے فوج نہ لشکر نہ سپاہ
ایک مُلا نے سُنا جب یہ سخن، فرمایا — تکیہ اور اس قدر اسباب پہ کرنا ہے گناہ
اتفاق اور نفاق اصل میں کچھ چیز نہیں — دستِ قدرت کے ہے سب ہاتھ سفید اور سیاہ
واں نہ ذلت کی ضرورت ہے نہ کچھ پھوٹ کا ڈر — پڑ گئی فضل کی مولا کے جدھر ایک نگاہ

---

[۱] کوتوال ۔ [۱] خدا کی ہستی کا اقرار اس چراغ کا شعلہ یا زبان ہے - اور صدق و صفا آگ ہے اور اپنے اعمال اس چراغ میں تیل کا کام دیتے ہیں ۔ [۲] مددگار ۔ [۴] دشمن ۔ [۵] ڈر ۔ [۶] اتفاق - اتحاد - [۷] پناہ کی جگہ ۔

کہا آزاد نے سچ ہے کہ وہ دے ساتھ اگر
کردیں افراد پراگندہ[1] جماعت کو تباہ

پر مجھے خوب ہے اللہ کی عادت معلوم
اُس کو جب دیکھا ہے دیکھا ہے جتھوں کے ہمراہ

## بُعدِ صُوری[2] مانع قربِ معنوی نہیں ہے!

حالی نے جو رہنے کے لئے شہر میں اک گھر
جا اپنے محلے سے کہیں دُور بنایا

جب اہلِ محلہ سے چلا ہو کے وُہ رخصت
دِل دردِ جُدائی سے عزیزوں کا بھر آیا

ہمسایہ و احباب[3] لگے کرنے سب افسوس
اِک دوست شکایت سے سخن لب پہ یہ لایا

بلی کہ جو بے عقل ہے دم دیتی ہے گھر پہ
اتنی بھی محبت تمہیں گھر سے نہیں آیا؟

حالی نے کہا اُنس[4] ہے چیز اَور، وفا اَور
بلی نے مزا پھل کا وفا کے نہیں کھایا

اس مہرو وفا کی نہیں بلی پہ پڑی چھینٹ
کُتّے نے ہے جس کا کہ سبق ہم کو پڑھایا

ہم عشق ہیں مکینوں پہ وُہ عاشق ہے مکانکی
گھر بھول گئے ہم تو، نہیں تم کو بھلایا

گھر دل میں ہو یاروں کا تو پھر گھر ہے برابر
مشرق میں بنایا ہو کہ مغرب میں بسایا

## ناصحِ مخلص اَور اہلِ غرض میں تمیز

منصور نے یہ جعفرِ صادق سے عرض کی
محتاج ہے ہمیشہ سے ناصح کا ہر بشر

کرتے رہیں گر آپ کرم مجھ پہ گاہ گاہ
ہوتا رہوں گا پند سے حضرت کی بہرہ ور

فرمایا ہوتے ہیں تری صحبت میں جو شریک
لائیں گے وُہ نہ حرفِ نصیحت زبان پر

اَور جن سے ہے اُمیدِ نصیحت وُہ بالیقیں
صحبت میں بیٹھنے سے کریں گے تری حذر[5]

---

[1] بکھرے ہوئے [2] ظاہری دُوری [3] دوست [4] محبت [5] پرہیز

## خادم، آقا کی خدمت میں کیوں گستاخ ہو جاتے ہیں ؟

کہتے ہیں خُدّام ماموں کے بہت گستاخ تھے ۔۔۔ ایک دن خادم کی گستاخی پہ ماموں نے کہا !
کوئی آقا جبکہ خوش اخلاق ہوتا ہے بہت ۔۔۔ پیشِ خدمت اس کے بد اخلاق ہوتے ہیں سدا
پر جو سچ پوچھو تو ہونا خادموں کا شوخ چشم[1] ۔۔۔ ہے دلیل اسکی کہ ہے خود خلق آقا کا بُرا
کھو دیا ہیبت کو اپنی جس نے اور تمکین[2] کو ۔۔۔ اُس نے گویا ڈھا دیا رُکنِ رکین[3] اخلاق کا

## خوشامد کرنے کی ضرورت !

متوکل کا تیر چڑیا پر ۔۔۔ ہو گیا اتفاق سے جو خطا
ابنِ حمدوں ندیم[4] تھا حاضر ۔۔۔ کی خلیفہ کی مدح اور کہا
جن کو خلقِ خدا پہ شفقت ہے ۔۔۔ خوں بہانا نہیں وہ رکھتے روا
جا نہ سکتی تھی بچ کے تیر سے وہ ۔۔۔ تو نے دی قصداً[5] اسکی جان بچا
ابنِ حمدوں نے کی یہ دانائی ۔۔۔ کہ خوشامد سے یوں اُسے تھپکا
دُور تھا ورنہ کیا خلیفہ سے ۔۔۔ ہو کے اپنی خطا سے کھسیانا
جائے کنجشک[6] ابنِ حمدوں پر ۔۔۔ تیر کا اپنے امتحاں کرتا
ابنِ حمدوں کی جان گو جاتی ۔۔۔ دل تو ہوتا خلیفہ کا ٹھنڈا

## رعیّت پر نا اہل کو مسلّط کرنا

ہاروں نے کہا مصر لگا ہاتھ جب اُس کے ۔۔۔ فرعون کا تھا مصر نے ہی مغز چلا یا

---

[1] گستاخ ۔ [2] رعب ۔ [3] مضبوط ستون ۔ [4] مصاحب ۔ [5] جان بوجھ کر ۔ [6] چڑیا

وُہ خطۂ ملعوں[1] تھا یہی جس کی بدولت! تھا دِل میں خدائی کا خیال اسکے سمایا

مَیں بھی اُسے اس باغی[2] طاغی کے علیٰ الرغم[3] اک بندۂ بے قدر کو بخشوں گا خدایا

کہتے ہیں خصیب ایک غلام حبشی تھا جس پر نہ پڑا تھا خرد و ہوش کا سایا

کی سلطنتِ مصر کی باگ اُسکے حوالے نا اہل کے پنجہ میں اہالی[4] کو پھنسایا!

بارِ[5] ہی گئی یہ ایک برس نیل کی رَو میں یہ حادثہ آ اس کو کِسانوں نے سُنایا

فرمایا کہ رُوئی کی جگہ بوتے اگر اُون ہوتا نہ نقصان کہ جو تم نے اُٹھایا

ہارون نہ سمجھا کہ ودیعت[6] ہے خدا کی محکوم ہے جو میری رعایا و برایا[7]

فرعون کے مانند اگر وُہ بھی سمجھتا اپنے کو خدا جس نے ہے عالم کو بنایا

جو کھوں میں نہ یوں ڈالتا مخلوق کو اپنی اِک سفلۂ[8] ناکس کی بِنا اس کو رعایا

## رشک

ظاہر اُمردوں کی طینت[9] میں نہیں رشک اسقدر ہے طبیعت میں وُہ جتنا عورتوں کی جاگزیں

ایک شہزادی کہ اکلوتی تھی جو ماں باپ کی تختِ شاہی پر ہوئی بعد از پدر مسند نشیں

سلطنت میں اسکی تھا مردوں کو کُلّی اختیار عورتیں اصلا دخیل[10] اسکی حکومت میں نہ تھیں

مرد ہی تھے اُسکے محرم۔ مرد ہی اس کے مشیر[11] تھا نہ عورت کا پتہ دربار میں اس کے کہیں

تخلیہ[12] میں ایک دِن جب چند حاضر تھے ندیم[13] ہنسکے فرمایا کہ اے دولت کے ارکانِ رکیں

---

۱ لعنت کیا گیا ۲ سرکش ۳ برخلاف ۴ لوگ۔ رعیت ۵ کھیتی ۶ امانت ۷ جمع بریہ۔ رعایا ۸ کمینہ ۹ طبیعت ۱۰ دخل دینے والی ۱۱ صلاح کار ۱۲ خلوت ۱۳ مصاحب

مرد ہونے کے سبب تم سے نہیں مانوس میں ۔ بلکہ ہے اُنس اِس لئے تم سے کہ تم عورت نہیں
بات کی حُسن بیاں[1] سے اُس نے دی صورت بدل ۔ تا کہ کوئی سُوءِ ظن[1] اس پر نہ کر بیٹھے کہیں
ورنہ یوں کہتی کہ ہے عورت کی سیرت سے مجھے ۔ اس لئے نفرت کہ ہے مردوں کی صورت دِلنشیں

## قانون

کہتے ہیں ہر فردِ انساں پر ہے فرض ۔ ماننا قانون کا بعد از خدا
پر جو سچ پوچھو، نہیں قانون میں ۔ جان کچھ مکڑی کے جالے کے سوا
اُس میں پھنس جاتے ہیں جو کمزور ہیں ۔ اور ہلا سکتے نہیں کچھ دست و پا
پر اُسے دیتے ہیں توڑ اک آن میں ۔ جو سکت[2] رکھتے ہیں ہاتھوں میں ذرا
حق میں کمزوروں کے ہے قانون وہ ۔ اور نظر میں زورمندوں کی ہے لا[3]

## شادی قبل از بلوغ

جب تک نہ شاہزادہ اٹھارہ سال کا ہو ۔ تختِ پدر پہ اس کو ممنوع ہے بٹھانا
قانون ہے بنایا یہ اُن مقننوں[4] نے ۔ عالم میں آج کل جو مانے ہوئے ہیں دانا
لیکن کریں نہ اسکی قبل از بلوغ شادی ۔ کہتے ہیں وہ عبث ہے قانون یہ بنانا
نزدیک اُن کے گویا برزعم[5] عقل و دانش ۔ ہے کنگڈم[6] سے آساں میڈم[7] کو بس میں لانا

---

[1] بدگمانی ۔ [2] طاقت ۔ [3] نہیں ۔ اس میں خوبی صنعتِ ایہام کی ہے ۔
لا انگریزی میں قانون کو کہتے ہیں ۔ [4] قانون بنانے والوں ۔ [5] برخلاف
[6] سلطنت ۔ [7] عورت ۔

## حرص

اثنائے وعظ میں ہے تکیہ کلام واعظ
قدرِ قلیل ہے سب مال و منالِ دُنیا!
گویا کہ حرص اُسکی اِس سے بجھی نہیں ہے
ہے جسقدر فراہم پاس اُس کے مالِ دُنیا

## اُمرا اور عُقلاء

جلتے ہیں اگر پاس امیروں کے خردمند
وُہ جانتے ہیں جو کہ ہے جانے کی ضرورت
پر اپنی ضرورت سے خبردار نہیں ہیں
ملنے عُقلا[1] سے نہیں جو صاحبِ ثروت
بیمار کے محتاج ہیں جتنے کہ اطبّا[2]
بیمار کو کچھ اس سے سوا انکی ہے حاجت

## عصمت بی بی از بے چادری

اَے بینواؤ! ہنستے ہو کیا مُنعموں پہ تم
اخلاق ہیں کچھ اُن کے اگر آگیا بگاڑ
تم زد سے نفس کی ہو جبھی تک بچے ہوئے
ہو جب تلک کہ پکڑے ہوئے مفلسی کی آڑ
اسباب جو کہ جمع ہیں مُنعم کے گرد و پیش
گر تم کو ہوں نصیب تو دُنیا کو دو اُجاڑ

## سچ کہاں ہے

دیکھنے ہوں تمہیں گر جھوٹ کے انبار لگے
دیکھو جا کے خزانوں میں کتبخانوں کے
سچ کو تحریروں میں پاؤگے نہ تقریروں میں
سچ کہیں ہے تو وُہ سینوں میں ہے انسانوں کے

## اپنا الزام دُوسروں پر تھوپنا

کھوٹے[3] کاریگر سے جب کوئی بگڑ جاتا ہے کام
اپنے اوزاروں کو وُہ الزام دیتا ہے سدا!

---

[1] جمع عاقل ۔ [2] جمع طبیب ۔ [3] بے وقوف ۔ جاہل ۔

افسروں کا بھی یہی شیوہ ہے وقتِ بازپرس
اپنے ماتحتوں کے سر دیتے ہیں تھوپ اپنی خطا

## خوشامد کے معنی

خوشامد کرتے ہیں آ آکے جو لوگ
تمہاری ہر دم اے اربابِ[1] دولت!

خوشامد پر نہ اُن کی بھولنا تم!
وُہ گویا تم کو کرتے ہیں ملامت!

کہ جو ہم نے بیاں کیں خصلتیں نیک
نہیں ان میں سے تم میں ایک خصلت

## تدبیرِ قیامِ سلطنت

تدبیر یہ کہتی تھی کہ جو ملک ہو مفتوح!
واں پاؤں جمانے کے لئے تفرقہ ڈالو!

اور عقل خلاف اس کے تھی یہ مشورہ دیتی
یہ حرفِ سُبک[2] بھول کے منہ سے نہ نکالو

پر رائے نے فرمایا کہ جو کہتی ہے تدبیر
مانو اُسے اور عقل کا کہنا بھی نہ ٹالو

کرنے کے ہیں جو کام وہ کرتے رہو لیکن
جو بات سُبک ہو اُسے مُنہ سے نہ نکالو

## مرد اور عورت کی حکومت میں فرق

پوچھا کسی دانا سے سبب کیا ہے کہ اکثر
مردوں کی حکومت میں ہے ملکوں کی بُری گت

لیکن بخلاف اس کے ہے عورت کا جہاں راج
واں ملک ہے سرسبز اور آباد رعیت

فرمایا کہ ہوتے ہیں جہاں مرد جہاں دار
قبضہ میں ہو واں عورتوں کے دولت[3] مکنت

اور سر پہ ہے عورت کے جہاں افسرِ شاہی[4]
سمجھو کہ ہے اس ملک میں مردوں کی حکومت

---

[1] افسرانِ حکومت ۔ [2] ہلکا ۔ [3] قدرت ۔ طاقت ۔ [4] تاج

## مغرور کی پہچان

غرورِ زید کی کرتا ہے گر شکایت عمرو — تو سمجھو کرتا ہے اپنے غرور کا اظہار

جنہوں نے آپ کو سب سے سمجھ لیا ہی بڑا — بڑائی دیکھ نہیں سکتے غیر کی زنہار

## کام اچھا کرنا چاہیئے نہ جلد

کام اچھا کوئی بن آیا اگر انسان سے — اس نے کی تاخیر[1] اس نے جسقدر اچھا کیا

کب کیا۔ کیونکر کیا یہ پوچھتا کوئی نہیں — بلکہ یہ ہیں دیکھتے جو کچھ کیا کیسا کیا؟

## گدائے مُبرم[2]

اک برہمن مورتی کے سامنے باصد نیاز[3] — مانگتا تھا ہاتھ پھیلائے دُعا بیٹھا کہیں

آن نکلا بانوا[4] اک مانگتا کھاتا اُدھر — دیکھ محویت برہمن کی گیا بن جم وہیں

جی میں آیا چھیڑ کر قائل برہمن کو کرے — "تاکہ پُوجے کچھ نہ کچھ' یاروں کو ہو کر شرمگیں

مُورتی کے سامنے جب کر چکا وُہ التجا — بانوا بولا کہ ہے تو بھی عجب کوتاہ بیں

مُورتی کچھ تجھ کو دیگی اور نہ دے سکتی ہے وُہ — ناحق اتنی التجائیں اسکے آگے تُو نے کیں

ہنس کے برہمن نے کہا ہے مانگنا بندہ کا کام — دے نہ دے وُہ اس سے کچھ مطلب نہیں اپنے تئیں

ہم نہیں دیتے ڈھٹی[6] تم جیسے ڈھیٹوں کیطرح — ہاتھ پھیلاتے ہیں لیکن پاؤں پھیلاتے نہیں"

---

۱ دیر ۔ ۲ پکا ڈھیٹ ۔ ۳ عاجزی ۔ ۴ بے پرواہ آدمی ۔
۵ برہمن ۔ ۶ جم کر بیٹھنا۔

## بے اعتدالی!

تم اے خود پرستو! طبیعت کے بندو ذرا وصف اپنے سُنو کان دھر کے

نہیں کام کا تم کو اندازہ ہرگز! جدھر ڈھل گئے ہو رہے بس اُدھر کے

جو گانے بجانے پہ آئی طبیعت! تو چیخ اُٹھے وہ دن ہیں ہمسائے گھر کے

جو مجرے میں بیٹھو تو اُٹھو نہ جبتک کہ اُٹھ جائیں ساتھی سب اک ایک کر کے

اگر پل[1] پڑے چوسر اور گنجفہ[2] پر تو فرصت ملے شاید اب تمکو مر کے

پڑا مُرغ بازی کا لپکا[3] تو جانو! تو بس ٹھن گئے عزم جنگِ تتر[4] کے

چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پر تو پھر گھاٹ کے آپ ہیں اور نہ گھر کے

جو ہے تم کو کھانے کا چسکا تو سمجھو کہ چھوڑیں گے اب آپ دو رُخ کو بھر کے

جو پینے پہ آؤ، تو پی جاؤ اتنی رہیں پاؤں کے ہوش جس میں نہ سر کے

جو کھانا تو بیحد جو پینا تو انت گنت[5] غرض یہ کہ سرکار ہیں پیٹ بھر[6] کے

### طبیب اپنے بیماروں کے مرنے پر مغموم کیوں نہیں ہوتے!!!

بشر کے صدمہ سے ہوتا ہے ہر بشر کو ملال کہ ایک جڑ کی ہیں سب ٹہنیاں صغار و کبار[7]

یہ صدمہ گو غلطی سے کسی کی پڑتا ہے تو اور بھی اُسے دیتا ہے انفعال[8] فشار[9]

یہی سبب ہے کہ ہوتے نہیں طبیب ملول[10] جو چل بسے کوئی اُن کے علاج میں بیمار

---

[1] مصروف ہو گئے ❊ [2] تاش کی طرح کی ایک کھیل ❊ [3] چسکا ❊ [4] تتار ❊ [5] بے حد۔ بے انتہا ❊ [6] یعنی پیٹ بھر کے احمق ❊ [7] چھوٹے بڑے ❊ [8] شرم ❊ [9] فشار خلش۔ افسوس۔ غم ❊ [10] مغموم ❊

وُہ جانتے ہیں کہ چھُپ جائیگی خطا ہم پر
رکیسا ملال کا اپنے گر اس جگہ اظہار

## اپنی ایک ایک خوبی کو بار بار ظاہر کرنا

گو آدمی کا حافظہ کیسا ہی ہو قوی!
پر بھُول چوک ہے بشریّت کا مُقتضاء[1]
ہوتا ہے اِس سے کارِ نمایاں کوئی اگر
کرتا ہے بار بار بیاں اُس کو برملا
یہ تو وُہ بھولتا نہیں ہرگز کہ چاہیئے
ہر بار اپنی مدح کا پیرایہ[2] اِک جُدا
پر اتفاق سے نہیں رہتا یہ اُسکو یاد
یاروں سے ہیں بیان ابھی کرچکا ہوں کیا
بھولے نہ اپنی یاد پہ انساں کو چاہیئے
آخر بشر کا خاصہ ہے یہ سہو اور خطا

## فضول خرچی کا انجام!

سرے پہ راہ کے بیٹھا تھا اک گدائے ظریف
جہاں سے ہو کے گزرتے تھے سب صغیر و کبیر
ہر اک سے ایک درم مانگتا تھا بے کم و بیش
سخی ہو اس میں کہ مُمسک غریب ہو کہ امیر
فضول خرچ تھا بستی میں ایک دولتمند
کہ جس کا تھا کوئی اسراف[3] میں نہ شبہ[4] و نظیر
ہُوا جو ایک دِن اُس راہ سے گزر اس کا
درم اِک اُس نے بھی چاہا کہ کیجے نذرِ فقیر
کہا فقیر نے گو اپنی یہ نہیں عادت!
کہ لیں درم سے زیادہ کسی سے ایک شعیر[5]
پہ لونگا آپ سے میں پانچ کم سے کم دینار
کہ دولت آپکی پاتا ہوں میں زوال پذیر
یہی اللّے تللّے[6] رہے تو آپ کو بھی
ہماری طرح سے ہونا ہے ایک روز فقیر

---

[1] انسان کے لئے لازم ہے۔ [2] انداز۔ طریقہ۔ [3] فضول خرچی۔ [4] مثال۔ [5] جو کھر یعنی رتی بھر۔ [6] بے جا خرچ۔

سو وقت ہے یہی لینے کا جو دولت ہے ۔ دکھائیے دیکھئے پھر اسکے بعد کیا تقدیر

## اختلافِ مذاہب رفع نہیں ہو سکتا

غیر ممکن ہے کہ اُٹھ جائے دلیل و بحث سے ۔ جو چلا آتا ہے باہم اہلِ مذہب میں خلاف
ہو نہیں سکتا مطابق جبکہ دو گھڑیوں و قت ۔ رفع ہو سکتے ہیں پھر کیونکر ہزاروں اختلاف

## انسان اشرف المخلوقات ہے۔ سب سے زیادہ موردِ[۱] آفات ہے!

دِل پہ جو کیفیتیں ہیں ناگوار! ۔ دو ہیں اُن میں سے نہایت جانگزا[۲]
ایک فکر اُس آنے والے وقت کی ۔ شک نہیں ہے جسکے آنے میں ذرا
دُوسرے چوٹیں[۳] زبانِ خلق کی ۔ زخم جن کا زخم ہے تلوار کا
اور بھی حیوانِ ناطق[۴] کے لئے ۔ ہیں بہت سی زحمتیں اِنکے سوا
پر گدھے اور ۔ اور حیوانات سب ۔ رہتے ہیں دوران گزندوں[۵] سے سدا
کیسا اِن آلام[۶] سے رہتا نچنت[۷] ۔ اشرف المخلوق گر ہوتا گدھا

## چنڈو بازی کا انجام

ایک متوالے سے چنڈو کے وہ تھا ہوش میں جب ۔ پوچھا ناصح نے کہ اس کام کا آخر انجام
بولا انجام وہی ۔ جو کہ ہے سب کو معلوم ۔ زندگانی کو وداع اور جوانی کو سلام!
آنکھ میں اپنے پرائے کی ٹھہرنا بے قدر ۔ شہر کے کوچہ و بازار میں رہنا بدنام
جس سے عقبیٰ ہو درست ایسا نہ ہونا کوئی بیج ۔ جس سے دنیا میں ہو نام ایسا نہ کرنا کوئی کام

---

۱ جس پر مصیبتیں نازل ہوں ۔ ۲ جان کو کھانے والی ۔ ۳ طعنے ۔ ۴ بولنے والا جانور یعنی انسان ۔ ۵ صدمے ۔ ۶ مصیبتیں ۔ ۷ بے فکر ۔

ہم پہ آئینہ[1] ہے جو حال ہے ہونا اپنا — نفسِ سرکش کے مگر ہاتھ میں ہی اپنی زمام[2]

کہا ناصح نے کہ انجام ہو معلوم اگر — لے نہ اِس زہرِ ہلاہل[3] کا کوئی بھول کے نام

یہ تو کہتے ہو کہ انجام بُرا ہے لیکن — یہ بتاؤ کہ بُرا ہوتا ہے کیسا انجام

بُرے انجام کی تب ہوگی حقیقت روشن — بُرے انجام سے جب آکے پڑیگا خود کام

مرنے والے ہی کو ہے موت کی لذّت معلوم — گو کہ رکھتے ہیں یقیں موت کا سب پختہ و خام[4]

## قوم کی پاسداری

اِک مسلمان خاص انگریزوں پہ یُوں تھا نکتہ چیں — پاس اِن لوگوں کو اپنی قوم کا ہے کسقدر

چاہتے ہو نفع پہنچے اپنے اہلِ ملک کو — گو کہ اِن کے نفع میں ہو ایک عالم کا ضرر[5]

کارخانہ کا یہ راجس کے کبھی چاقو نہ لیں — اُس کا ہو بیچارہ ہندی بیچنے والا اگر

خوردنی چیزیں جو یاں سے لینی پڑتی ہیں انہیں — اِن کو لنڈن سے منگائیں بس چلے اُن کا اگر

الغرض اہلِ وطن کی پاسداری کو یہ لوگ — جانتے ہیں دین و دُنیا اپنا قصّہ مختصر

سُنکے حالی نے کہا ہے حصر[6] انگریزوں پہ کیا — ایک سی ہے ایک قوم اِس عیب میں آلودہ تر

ہیں محبّت میں سب اندھے اپنی اپنی قوم کی — یہ وہ خصلت ہے کہ مجبول[7] اس پہ ہے طبع بشر

ہاتھیاں جیتی نگل جاتے ہیں پاسِ قوم میں — اچھے اچھے راستباز اور حق پسند اور دادگر

ہاں بری اس عیب سے لے دے کے اِس دُنیا میں ہے — چشم بد دُور اُمّتِ مرحوم[8] اے جانِ پدر

---

[1] روشن۔ واضح۔ ظاہر ؛ [2] لگام ؛ [3] ہلاک کرنیوالی ؛ [4] تجربہ کار اور ناتجربہ کار ؛ [5] نقصان ؛ [6] محدود ؛ [7] حیات کردہ شدہ یا پیدا کی ہوئی ؛ [8] مُردہ قوم جس سے مراد مسلمان ہیں

اور قوموں سے انہیں لوگوں کو ہے یہ امتیاز — حملہ جب کرتے ہیں کرتے ہیں یہ اپنی قوم پر
ہوگا خوف ایسا نہ دشمن سے کبھی دشمن کو یاں — جسقدر ہے اِن سے اپنوں اور بیگانوں کو خطر

---

چونکہ بہت سی ردیفیں قدیم غزلیات میں اور بہت سی جدید غزلیات میں تھیں۔ اس لئے ہر ایک ردیف میں دونوں قسم کی غزلیں ملا جُلا کر لکھ دی گئی ہیں۔ اور تمیز کے لئے ہر قدیم غزل کے شروع میں حاشیہ پر حرف ق رکھ دیا گیا ہے تاکہ ناظرین اندازہ کر سکیں کہ قدیم و جدید غزل میں کیا فرق ہے ؟

---

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا — اِک بندۂ نافرماں ہے حمد[1] سرا تیرا
گو سب سے مُقدّم[2] ہے حق تیرا ادا کرنا — بندہ سے مگر ہوگا حق کیونکہ ادا تیرا
محرم بھی ہے ایسا ہی جیسا کہ ہے نامحرم — کچھ کہہ نہ سکا جس پر یاں بھید کھُلا تیرا
چھپتا نہیں نظروں میں یاں خلعتِ[3] سلطانی — ق — کملی میں مگن اپنی رہتا ہے گدا تیرا
عظمت تری بن مانے کچھ بن نہیں آتی یاں — ہیں خیرہ[4] و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا

---

[1] تعریف گانے والا ۔ [2] اوّل [3] بادشاہی پوشاک ۔ [4] شوخ چشم ۔

تو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ محیط[1] اُن کو! ۲ جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گلا تیرا

نشہ میں وہ احساں کے سرشار ہیں اور بے خود ۳ جو شکر نہیں کرتے نعمت پہ ادا تیرا

سمجھا[2] ہے پرے تجھ کو ادراک کی سرحد سے ۴ جس قوم نے رکھا ہے انکار روا تیرا

طاعت میں دب تیرا عصیاں[3] سے ہی گو بڑھکر — عصیاں میں بھی ہے طاعت سے اِقرار سوا تیرا

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری — گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

ہر لول[4] ترا دل سے ٹکرا کے گزرتا ہے

کچھ رنگ بیان حالی ہے سب سے جُدا تیرا

کامل ہے جو ازل[5] سے وہ ہے کمال تیرا — باقی[6] ہے جو ابد[7] تک وہ ہے جلال تیرا

ہے عارفوں[8] کو حیرت اور منکروں کو سکتہ — ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب و جمال تیرا

کاوش[9] میں ہے الٰہی[10] دُگدا[11] میں ہے طبیعی[12] — جو حل ہوا نہ ہو گا وہ ہے سوال تیرا

چھوٹے[13] ہوئے ہیں گو جی پر دل بندھے ہوئے ہیں — ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا

گو حکم تیرے لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں — لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا

پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی — پھیلا ہوا ہے ہر سُو عالم میں جال تیرا

---

[1] چھایا ہوا ۔ [2] جو دہریئے ہیں انہوں نے بھی تجھے فہم سے بالاتر سمجھا ہے ۔ [3] گناہ ۔

[4] تیرا ہر کہنا دل پر اثر کرتا ہے ۔ [5] دنیا کے شروع سے ۔ [6] زندہ ۔ [7] دنیا کے آخر تک

[8] خدا کی معرفت حاصل کرنیوالا ۔ [9] کھوج ۔ [10] خدا کا ماننے والا ۔ [11] تذبذب ۔

[12] سائینسدان ۔ [13] اگرچہ دل پریشان ہوئے ہیں ۔

اُن کی نظر میں شوکت[1] جچتی نہیں کسی کی ! آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا

دِل ہو کہ جان تجھ سے کیونکر عزیز رکھیئے دِل ہے سو چیز تیری جان ہو سو مال تیرا

ہے پورِ زال[2] سے دِل اُس کا قوی زیادہ رکھتی ہے آسرا یاں جو پیرِ زال[3] تیرا

ہے پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال[4] تیرا

بیگانگی میں حالی یہ رنگِ آشنائی
سُن سُن[5] کے سر دھنیں گے قال اہلِ حال تیرا

دیکھا[6] میں دشتِ جنوں کی تیرے عجب مزا خوش گوار دیکھا !
نہ اس سفر میں تکان[7] دیکھی نہ اِس نشہ میں خمار دیکھا[8]
نہ جی رُکھائی[9] سے تیری چھوٹے نہ بے نیازی[10] سے آس ٹوٹے
رہے سدا نامراد جو یاں اُنہیں بھی امیدوار دیکھا
رُخِ جہاں سوز[11] تیرا دیکھا نظارہ افروز جس چمن میں
نہ بلبل و گُل میں واں تعلق نہ سرو و قمری میں پیار دیکھا

---

[1] شان ٭ [2] مراد رستم ایرانی پہلوان سے ہے۔ وُہ زال کا بیٹا تھا۔ اور زال کے بال پیدائشی سفید تھے۔ اسلئے اُسے بوڑھا کہا جاتا تھا۔ [3] لفظی معنی بوڑھی عورت مراد کوئی کمزور ہستی ٭ [4] زخم کا اچھا ہونا اور بھرنا ٭ [5] یعنی اہلِ حال تیرا قال سُن سُن کر سر دھنیں گے یعنی مست لوگ خدا کا ذکر سُن سُن کر اور زیادہ مست ہونگے [6] خراب ہونا ٭ [7] تھکاوٹ ٭ [8] ٹوٹ ٭ [9] روکھا پن ظاہر کرنے سے [10] بے پرواہی ٭ [11] جہاں کو جلا دینے والا یعنی عشقِ خدا کو محبوب ظاہر کر کے اس سے مخاطب ہو کر شاعر کہتا ہے۔ کہ جس بھی باغ میں تو نے سر دکھایا۔ وہاں باہمی تعلقات منقطع ہو گئے۔ گُل و بلبل اور سرو و قمری جو کبھی جدا ہونے والے نہیں۔ وُہ بھی ایک دوسرے سے بے تعلق ہو گئے۔

سوارِ محمل[1] کی جستجو میں ہزاروں دشتِ طلب[2] میں دوڑے

نہ محمل آیا نظر نہ ناقہ[3] فقط کچھ اُٹھتا غبار دیکھا

جو لاکھ میں ایک پر کہیں کچھ کھُلا بھی قسمت سے بھید تیرا

مِلا نہ کھوج اُس کا پھر کسی کو ہزار ڈھونڈا ہزار دیکھا

لگن میں تیری نکل گئے جو نہ جھجکے دریائے پُرخطر سے

گئے وُہ کوُد آنکھ بند کر کے نہ وار[4] دیکھا نہ پار دیکھا

بچے ہوئے کاہشوں[5] سے یاں کی وُہی ہیں جو تیرے ہو رہے ہیں

وگرنہ زخموں سے حادثوں کے ہر ایک سینہ فگار[6] دیکھا

چمن میں بھولے سے جا بھی نکلے اگر کبھی داغدار[7] تیرے

گُل اُن کی نظروں میں چُبھتے دیکھا کھٹکتے آنکھوں میں خار دیکھا

خبر نہیں یہ کہ کیا ہے کیسا ہے کون ہے اور تُو کہاں ہے

یہ[8] اپنے میں اور تجھ میں ہم نے علاقہ[9] اِک استوار دیکھا

سلوک ہیں تیرے سب سے یکساں وہ گبر[10] و ترسا[11] ہوں یا مسلماں

نہ اُن سے کچھ تیرا بیر[12] پایا نہ اُن سے کچھ تیرا پیار دیکھا

---

[1] وُہ اونٹ کا کجاوہ جس میں محبوب بیٹھا ہو۔ یہاں محبوب سے مراد خدا ہے ؛ [2] تلاش ؛ [3] اونٹنی ؛ [4] آر ؛ [5] دنیا کی تکالیف و مصائب ؛ [6] زخمی ؛ [7] یعنی ہم کو بھی علم نہیں کہ ہماری خودی کیا ہے ۔ کیسی ہے کون ہے اور کہاں ہے اور خدا کی ہستی بھی ایسی ہی ہے ۔ اس لیے دونوں میں یہ ایک رشتہ پایا جاتا ہے ؛ [8] تعلق ؛ [9] مضبوط ؛ [10] آتش پرست مراد پارسی ؛ [11] عیسائی ؛ [12] دشمنی۔

سپر بھی دی تو نے تیغ بھی دی مگر دیئے ہاتھ باندھ سب کے

جنہیں تھا یاں اختیار سب کچھ انہیں بھی بے اختیار دیکھا

بشر سے کچھ ہو سکے نہ حالیؔ تو ایسے جینے سے فائدہ کیا

ہمیشہ بے کار تجھ کو پایا کبھی نہ سرگرم کار دیکھا

پردہ ہو لاکھ کینۂ شمر و یزید[1] کا ۔ چھپتا نہیں جلال تمہارے شہید کا (ق)

مضموں ہے نقشِ دل میں لدینا مزید[2] کا ۔ کونین[3] سے بھریگا نہ دامن امید کا

قفلِ[4] درِ مراد سب اک بار کھل گئے ۔ چھوڑا جب آرزو نے بھروسہ کلید کا

دیکھا ہے ہم نے عالمِ رحمت کو غور سے ۔ ہے شش[5] جہت میں محط دلِ ناامید کا

ثمرہ[6] کرم کی ہیں یہی گر پردہ داریاں ۔ انجام ایک ہو گا شقی[7] و سعید[8] کا

ہے نردبانِ[9] جاذبہ توفیق[10] درمیاں ۔ یاں امتیاز کیا ہے قریب و بعید کا

---

[1] یزید امیر معاویہ کا بیٹا تھا۔ اسی کے حکم سے شمر نے امام حسینؑ کو قتل کیا تھا۔ [2] قرآن شریف میں آیا ہے لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۔ یعنی اہلِ جنت کے لئے جنت میں جو کچھ وہ چاہیں گے سب کچھ ہو گا۔ اور اس کے سوا ہمارے پاس کچھ اور بھی ہے۔ [3] دو عالم۔ [4] یعنی جب ہماری تمناؤں نے کنجی کا آسرا چھوڑ دیا۔ تو مراد کے دروازے کے تمام تالے کھل گئے۔ یعنی جب انسانی کوششوں کو چھوڑ کر خدا پر بھروسہ رکھ لیا۔ تو سب مرادیں پوری ہو گئیں۔ [5] چھ طرفیں یعنی کائنات۔ [6] یعنی خدا کی رحمت و بخشش نے اگر اس طرح ہی گناہ کا منہ ڈھانپے رکھا۔ [7] بدقسمت۔ [8] خوش قسمت۔ [9] سیڑھی۔ [10] خدا کی مدد۔

| | |
|---|---|
| ہے آسماں پہ تیرے جگر خوار داغ | خوُنِ جگر میں نشہ ہے جامِ نبیدؔ کا |
| تسکیں نہیں مشاہدہ گاہ گاہ سے | یارب یہ روزہ دار ہے مُشتاقِ عید کا |
| دوزخ ہے گرو سیع تو رحمت وسیع تر | لَاتَقْنَطُوْا جواب ہے ھَلْ مِنْ مَزِیْد کا |

حالی کی ہیں اگر یہی شیوہ بیانیاں!
لے گا نہ کوئی نام ظہیرؔ و رشید کا

## نعت

| | |
|---|---|
| یا ملکی الصّفات یا بشری القوے | فیک دلیل علی انک خیر الورے! |
| تجھ سے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ باراں سے خاک | خلقک خصب الزماں لشک محیا الورے |
| دعوے روشن ترا۔ ثابت بے بیّنہ | صُورت و سیرت تری صدق پہ تیرے گوا |
| قال ترا اور حال نشۂ وحدت میں چُور | اوڑھنا تیرا خُدا۔ اور بچھونا خُدا |
| غیب سے بھیجا تجھے ٹاپتا پھرتا تھا جب | دشت میں بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما |

---

لہ ایک قسم کی شراب جو جَو سے تیار کی جاتی ہے۔ ۲ہ قرآنی آیت لاتقنطوا من رحمت اللہ میں سے ہے۔ یعنی خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔ ۳ہ یہ بھی قرآنی آیت ہے جس کا مطلب ہے کہ کچھ اور بھی۔ ۴ہ رونا دھونا۔ ۵ہ دو شاعر ہوئے ہیں۔ ۶ہ فرشتوں کی سی صفات والا۔ ۷ہ بشر کے قوے رکھنے والا۔ ۸ہ یہ اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ تم انسانوں میں سب سے اعلیٰ و افضل ہو۔ ۹ہ مخلوق کی زندگی کو پھیلانے کے لئے تم کو زمانے کی سرسبزی پیدا کیا گیا۔ ۱۰ہ دلیل۔

اٹھا ہدایت[1] کو تو عین ضرورت کے وقت
جیسے کہ ہنگامِ قحط قبلہ[2] سے اُٹھے گھٹا

شانِ رسالت[3] کی تھی تیری جبیں سے عیاں
گود سے دایہ ابھی کر نہ چکی تھی جُدا

گلہ بنی سعد[4] کا جب کہ چراتا تھا تو
گلۂ آدم تجھے سونپ چکی تھی قضا[5]

دَوڑ پڑے سوئے حق کاٹ کے سب بیڑیاں
اُمیوں[6] کے جب پڑی کان میں تیری صدا

راہب[7] و قسیس و حبر رہ گئے دِل تھام کر
دیکھ کے تیرا قدم ہم قدم[8] انبیاء

خاک تھی جس مُلک کی مزرع[9] شر و فساد
تونے اُسی کو دیا ارضِ[10] مقدس بنا

تونے تحمّل[11] کیا، قوم کا غلبہ تھا جب
جب ہُوئی مغلوب قوم تونے ترحّم[12] کیا

چھوڑ گئے تھے سلف[13] کام ادھورے بہت
تونے کیا دام وام قرض سب ان کا ادا

تُونے کیا سرِ حق عارف و عامی پہ فاش[14]
ایک کو سمجھا دیا۔ ایک کو دِکھلا دیا

چوٹ سے حق کی رہا دل نہ اچھوتا کوئی
ایک کے چرکہ لگا ایک کو گھائل کیا

حُجّت[15] حق کر چکا دین تیرا جب تمام
پھر نہ کسی دین کا رنگ جہاں میں جما

دَیر[16] ہُوئے بے چراغ، اور صلوات[17] یہود
شرک[18] ہوا مضمحل[19]۔ اور کہانت[20] ہبا

---

۱ رہنمائی ۔ ۲ مغرب ۔ ۳ خدا کا نبی ہونا ۔ ۴ عرب کا ایک قبیلہ تھا ۔ ۵ قضا و قدر یعنی قسمت ۔ ۶ بے سواد۔ ان پڑھ ۔ ۷ عیسائی پادریوں کے مختلف درجے ۔ ۸ ساتھ چلنے والا ۔ ۹ پیدا کرنیوالی ۔ ۱۰ پاک اور مبارک زمین ۔ ۱۱ صبر۔ بُردباری ۔ ۱۲ رحم کرم ۔ ۱۳ پرانے بزرگ یعنی پہلے نبیؑ ۔ ۱۴ جاننے والے اور نہ جاننے والے پر تُونے خدا کا بھید ظاہر کیا۔ اور نہ جاننے والے کو جاننے والا کر دیا۔ اور جاننے والے کو صاف دکھلا دیا ۔ ۱۵ جب تمہارے مذہب نے خدا کا مکمل ثبوت دنیا کے سامنے رکھدیا۔ ۱۶ راہبوں کے کلیسا کا چراغ بجھ گیا یعنی دَیر بے رونق ہوگئے۔ ۱۷ یہودیوں کے [illegible] ۱۸ کفر [illegible] ۲۰ پیشینگوئی کافور ہو گئی ۔

بجھ گئے آتشکدے ، بیٹھ گئے بتکدے — ہو گئے تثلیث[1] مات اور ثنویت[2] فنا

اُٹھے بہت مدّعی جیسے کہ ساون میں گھانس — مزبلہ[3] پہ چند روز باقی ہے نشو و نما

غیرتِ حق نے مگر جلد لیا انتقام — رل گئے اُٹھ اُٹھ کے سب خاک میں اہل ہوا

رہ گیا نام سجاح[4] کذب میں ضرب المثل — اسوؔد و ابن[4] کثیر خوار ہوئے بر ملاء

سلسلۂ انبیاء ختم نہ ہوتا اگر — حق کی حقیقت سے تو پردہ نہ دیتا اُٹھا

آتے ہی چشمہ[5] دیا تو نے کنوئیں سے نکال — جس کو چلے آتے تھے کھودتے سب انبیا

بس نہ رہا شتبہ[6] اب حق و باطل میں کچھ — بھیج چکا تیرے ہاتھ ملّتِ[7] بیضا خدا

تجھ پہ صلوٰۃ و سلام ربّ السمٰوات[8] سے

روز و شب صبح و شام قدرِ[9] مالٍ وصلے

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا — جس گھر سے سر اُٹھایا اسکو بٹھا کے چھوڑا

ابرار[10] تجھ سے ترساں احرار[11] تجھ سے لرزاں — جو زد پہ تیری آیا اُس کو گرا کے چھوڑا

---

[1] عیسائیوں کا اعتقاد جو مانتے ہیں کہ خدا تین صورتوں میں نمایاں ہوُا۔ ایک خدا باپ کی صورت میں۔ دوسرے اپنے اکلوتے بیٹے عیسےٰ کی صورت میں اور تیسرے رُوح القدس کی صورت میں ٭ [2] خدا کی دو صورتوں کو ماننے والے یعنی ایک خدا یزدان خیر اور اچھی چیزوں کا خالق۔ دوسرا بُرائی اور سعنت کا خالق اہرمن ٭ [3] کوڑا کرکٹ، ارورڑی ٭ [4] عرب کے تین نام جو کہ جھوٹ کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوئے۔ سجاح ایک عورت تھی مدّعی نبوت ٭ [5] یعنی جس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے باقی سب نبی کوشش کرنے چلے آتے تھے۔ تو نے اُسے فاش کر دیا ٭ [6] شک و شبہ ٭ [7] اسلام کی قوم ٭ [8] تمام عالموں کا مالک ٭ [9] ریت اور کنکریوں کی تعداد میں [10] جمع بر، نیک آدمی ٭ [11] جمع حُر، آزاد لوگ ٭

راجوں[1] کے راج چھینے شاہوں کے تاج چھینے
گردن کشوں[2] کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا

کیا منعموں[3] کی دولت کیا زاہدوں[4] کا تقویٰ
جو گنج تو نے تاکا اُس کو لُٹا کے چھوڑا

جس راہگذر میں بیٹھا تو غول[5] راہ بنکر
صنعاں[6] سے راست رو کو رستہ بھلا کے چھوڑا

فرہادِ کوہکن کی لی تو نے جانِ شیریں
اور قیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا

یعقوب سے بشر کو دی تو نے ناصبوری[7] !
یوسف سے پارسا پر بہتاں[8] لگا کے چھوڑا

لاگ اور لگاؤ دونوں ہیں دلگداز تیرے
پتھر کے دل تھے جن کے اُنکو رُلا کے چھوڑا

عقل و خرد نے تجھ سے کی چپقلش[9] جہاں کی
عقل و خرد کا تو نے خاکہ اُڑا کے چھوڑا

علم و ادب رہے ہیں دبیلے[10] ترے ہمیشہ
ہر معرکہ میں تو نے اُن کو دلا[11] کے چھوڑا

افسانہ تیرا رنگین روداد تیری دلکش
شعر و سخن کا تو نے جادو بنا کے چھوڑا

اک دسترس سے تیری حالیؔ بچا ہوا تھا
اُس کے بھی دل پہ آخر چرکا[12] لگا کے چھوڑا

---

[1] راجوں ؛ [2] سرکشوں ؛ [3] امیروں ؛ [4] پرہیزگاروں کی پرہیزگاری ؛ [5] ایک قسم کے جن جو جنگلوں میں رہتے ہیں۔ اور جو چھلاوے سے لوگوں کو راہ راست سے ہٹاتے ہیں ؛ [6] ایک بزرگ جن کے مریدوں میں شیخ عطار بھی تھے۔ لیکن ایک عیسائی لڑکی پر عاشق ہوکر سُور چراتے رہے۔ بالآخر توفیق حق سے راہِ راست پر آ گئے ؛ [7] بے صبری ؛ [8] تہمت ؛ [9] جھگڑا ؛ [10] ذلیل مقابلہ کرنیوالے ؛ [11] پچھاڑ یا پچھڑوا ؛ [12] زخم ؛

دیکھ اے اُمیدِ کبھو ہم سے نہ تو کنارا[1] — تیرا ہی رہ گیا ہے لے دے کے اک سہارا

یوں بے سبب زمانہ پھرتا نہیں کسی سے — اے آسماں کچھ اس میں تیرا بھی ہے اشارا

میخانہ کی خرابی جی دیکھ کر بھر آیا — مدت کے بعد کل واں جا نکلے تھے قضارا[2]

اک شخص کو توقع بخشش کی بے عمل ہے — اے زاہدو تمہارا ہے اس میں کیا اجارا[3]

دُنیا کے خرخشوں[4] سے بیچ اٹھتے تھے ہم اوّل — آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

توفیق نے ہمیشہ لی تنزت[5] پر خبر یاں — جب ناؤ ڈگمگائی پاس آگیا کنارا

انصاف سے جو دیکھا نکلے وہ عیب سارے — جتنے ہنر تھے اپنے عالم میں آشکارا

افسوس اہلِ دیں بھی مانندِ اہلِ دُنیا — خود کام[6] و خود نما ہیں خود بیں ہیں اور خود آرا

اُمت[7] کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر — اسلام ہے فقیہو[8] ممنون بہت تمہارا

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چیں ہوئے چپ — سب کچھ کہا اُنہوں نے پر ہم نے دم[9] نہ مارا

حالی سے کام ہے یاں فعلوں سے اسکے کیا کام

اچھا ہے یا بُرا ہے پھر یار ہے ہمارا

رونا نہ ہوگا حالی شاید یہ کم تمہارا — جب تک بھگو آنسوؤں سے دامن ہے نم تمہارا

الفت میں دمبدم کچھ لذت ہی بڑھتی جاتی — چھوڑیگا کھا کے شاید عاشق کو غم تمہارا

غافل ہیں شہر میں کم ناداں بہت ہیں واعظ — ہے مصلحت کہ اکثر بھرتے ہیں دم تمہارا

---

[1] علیحدگی ؛ [2] اتفاق سے ؛ [3] ٹھیکہ۔ اختیار ؛ [4] مصیبتوں ؛ [5] عین موقعہ پر ؛

[6] خود غرض و ظاہر دار ؛ [7] قوم ؛ [8] عالم۔ اہلِ فقہ جو شریعت کا فتوے دیتے ہیں ؛

دلجو نہیں کوئی یاں حیف اے صنم پرستو!    دلکش بہت تھا ورنہ بیت الصنم[1] تمہارا
گاہک کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم    اپنی نظر میں ہوگا گر وزن کم تمہارا
دشتِ طلب کے رستو طے ہو گے کسطرح تم    آتا نہیں سمجھ میں کچھ پیچ و خم تمہارا
دو بینواؤں کو بھی کچھ جم کے جانشینو[2]    بس جامِ جم ہمارا اور مُلک جم تمہارا
رُوسی ہوں یا تتاری ہم کو ستائینگے کیا    دیکھا ہے ہم نے برسوں لطف و کرم تمہارا
کھولی ہیں تم نے آنکھیں اے اجداد تو ہماری    احسان یہ نہ ہرگز بھولیں گے ہم تمہارا
ہوتے ہی تم تو پیادل کچھ رو دئے سوارو    ہے لاکھ لاکھ من کا ایک اک قدم تمہارا
رستے میں گر نہ ٹھہرے تو تم بھی جا ملو گے    گزرا ابھی ہے یاں سے خیل و حشم[3] تمہارا
پھرتے اِدھر اُدھر ہو کس کی تلاش میں تم    گم ہے تمہیں میں یارو باغِ ارم تمہارا

جاؤ و رقم تو مانیں ہم دل سے تمکو حالی
کچھ کر کے بھی دکھائے زورِ قلم تمہارا

وہ دِل ہے شگفتہ نہ وہ بازو ہیں توانا    پہنچا ہے بس اب کوچ کا تم سمجھو زمانا
خود مہر وطن سی ہے وداع اب کے سفر میں    جانا ہے وہاں پھر کے جہاں سے نہیں آنا
دلّی سے نکلتے ہیں ہوا جینے سے دِل سیر    گویا نہ رہا اب کہیں دنیا میں ٹھکانا
یارب طلب[4] وصل ہو یا ہو طرب وصل    حسین حرن کہ یہ دونوں ہوں دِن نہ دِکھانا

---

[1] بت خانہ۔ صنم کدہ ‸ [2] اے جمشید کے جانشینو یعنی اے امیرو! غریبوں کو بھی کچھ دو ‸
[3] لشکر کارواں ‸ [4] وصل کی خواہش یا وصل کی خوشی ‸

دُنیا کی حقیقت نہیں جُز حسرت و حرماں — چھل[1] بل میں تُم اِس زالِ[2] فسونگر کی نہ آنا

افسوس کہ غفلت میں کٹا عہدِ جوانی — تھا آبِ بقا[3] گھر میں مگر ہم نے نہ جانا

یاروں کو ہمیں دیکھ کے عبرت نہیں ہوتی — اب واقعہ سب ہم کو پڑا اپنا سُنانا

دُنیا میں اگر ہے بھی فراغت کا کوئی دن — وُہ دن ہے کہ جسدن ہے اُسے چھوڑ کے جانا

لی ہوش میں آنے کی جو ساقی سے اجازت — فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانا

ڈھارس سی کچھ اے ہمقدمو[4] تم سے بندھی ہے
حالی کو کہیں راہ میں تُم چھوڑ نہ جانا

جہاں میں حالی کسی پہ اپنے سوا بھروسا نہ کیجئے گا
یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اس کا چرچا نہ کیجئے گا

ہو لاکھ غیروں کا غیر کوئی نہ جاننا اُس کو غیر ہرگز
جو اپنا سایہ بھی ہو تو اس کو تصوّر اپنا نہ کیجئے گا

سُنا ہے صوفی کا قول یہ ہے کہ طریقت[5] میں کفر دعوے
یہ کہہ د دعوے بہت بڑا ہے پھر ایسا دعوےٰ نہ کیجئے گا

اِسی میں ہے خیر حضرتِ دِل کہ یار بھولا ہوا ہے ہم کو
کرے وُہ یاد اِس کی بھول کر بھی کبھی تمنا نہ کیجئے گا

---

[1] فریب اور دھوکا ۔ [2] جادوگر بڑھیا یعنی دُنیا ۔ [3] آبِ حیات جسکے پینے سے آدمی کبھی نہیں مرتا ۔ [4] ہمسفر ۔ [5] راہِ معرفت میں خدا کے جاننے کا دعوے کرنا ۔

کہے اگر کوئی تُم کو واعظ کہ کہتے کچھ اور کرتے ہو کچھ
زمانہ کی خو ہے نُکتہ چینی کچھ اِس کی پروا نہ کیجیے گا

کمال ہے ضِد[1] بے کمالی نہیں ملاپ ان میں حرف گیرو[2]!
جو ہم پہ چوٹ کیجیے گا تو آپ بے جا نہ کیجیے گا

لگاؤ[3] تُم میں نہ لاگ زاہد نہ دردِ اُلفت کی آگ زاہد
پھر اور کیا کیجیے گا آخر جو ترکِ دُنیا نہ کیجیے گا

تمہارا تھا دوستدار حالی اور اپنے بیگانہ کا رضا جو[4]!
سلوک اِس سے کئے یہ تُم نے تو ہم سے کیا کیا نہ کیجیے گا

ہو عزم[5] دیر شاید کعبہ سے پھر کر اپنا
آتا ہے دُور ہی سے ہم کو نظر گھر اپنا

قیدِ خرد میں رہتے آتے نہیں نظر ہم
وحشت نہ ہوگی دِل کی دِکھلا کے جوہر اپنا

پیرِ مغاں سے ہو کر تب سرخرو ملیں گے
فضل و ہنر کا ہوگا جب چاک محضر[6] اپنا

بیگانہ وش ہے گر وہ تو ہم بھی ہیں اسی ڈھب[7] کا
اَلبیوں ہی سے نبھا ہے یارانہ[8] اکثر اپنا

عصمت پہ اپنی تھی خود فطرت گواہ اپنی
کر بیٹھے اپنے ہاتھوں ہم چاک محضر اپنا

کچھ کذب و افترا[9] ہے کچھ کذب حق نما ہے
یہ ہے بضاعت[10] اپنی اور وہ ہے دفتر[11] اپنا

---

۱ اُلٹ ۔ ۲ نکتہ چینو ۔ ۳ دوستی ۔ دشمنی ۔ ۴ ہر ایک خوشی رکھنے والا ۔ ۵ ارادہ ۔ ۶ بتکدہ کا لکھا ہوا کاغذ یا سرٹیفکیٹ ۔ ۷ طرح ۔ ۸ دوستی ۔ ۹ جھوٹ ۔ فریب ۔ دھوکا ۔ ۱۰ اوقات ۔ ۱۱ کارنامہ ۔

غیروں کو لیں گے آخر اپنا بنا کے کیا ہم !
اپنوں ہی سے ہے حالؔی کچھ دل مکدر[1] اپنا

معنی کا تم نے حالؔی ! دریا اگر بہایا      یہ تو بتاؤ حضرت کچھ کر کے بھی دکھایا

اے بانگِ طبل[2] شاہی دن ہو گیا جب آخر      خوابِ گراں سے تو نے ناحق ہمیں جگایا

تھا ہوش یادِ گل کا دورِ خزاں میں کس کو      اے عندلیبِ نالاں یہ تو نے گل کھلایا

ویران ہے باغ تس پر پھولی نہیں سماتی      مژدہ صبا نے یارب بلبل کو کیا سنایا

اے عشق دل کو رکھا دنیا کا اور نہ دیں کا      گھر ہی لگا کے ڈالا تو نے بنا بنایا

ڈرتے رہیں گے اب ہم بے جرم بھی سزا سے      احساس اس کا جس نے ناحق ہمیں دلایا

واعظ کی حجتوں[3] سے قائل تو ہو گئے ہم      کوئی جوابِ شافی[4] پر اس سے بن نہ آیا

آیا نہ تھا کبھی یاں گویا قدم خزاں کا      وہ دن ہیں یوں پلٹ دی کس نے چمن کی کایا

تقلید[5] قوم ہی پر گر ہے مدار تحسیں[6] !      تو ہم نے دوستوں کی تحسیں سے ہاتھ اٹھایا !

دیکھا تو کچھ نظر میں حالؔی جچا نہ اپنی !
جو جو گماں تھے ہم کو اُن کا نشاں نہ پایا

نفس دعویٰ بے گناہی کا سدا کرتا رہا      گرچہ اقرار[7] بے جی سے دل اکثر اِبا[8] کرتا رہا

حق نے احساں میں نہ کی کی نہ میں نے کفراں[9] میں کمی      وہ عطا کرتا رہا اور میں خطا کرتا رہا

---

[1] رنجیدہ ۔ [2] شاہی نقارے کی آواز ۔ [3] دلیلوں ۔ [4] تسلی کر دینے والا ۔
[5] پیروی ۔ [6] شاباش ۔ [7] نیم دلی سے ۔ [8] اِنکار ۔ [9] خدا کی نعمتوں سے اِنکار ۔

چوریوں سے دیانت و دل نہ شرمایا کبھی — چپکے چپکے نفسِ خائن[1] کا کہا کرتا رہا

طاعتوں کی زد سے بچ بچ کر چلا راہِ خطا — وار اُن کا اِس لئے اکثر خطا[2] کرتا رہا

نفس میں جو ناروا[3] خواہش ہوئی پیدا کبھی — اس کو حیلے دل سے گھڑ گھڑ کر روا کرتا رہا

مُنہ نہ دیکھیں دوست پھر پھیر اگر جائیں کہ میں — اُن سے یہ کہتا رہا اور آپ کیا کرتا رہا

تھا نہ اِستحقاق[4] تحسیں پر سُنی تحسیں سدا — حق ہے جو دُوں ہمتی[5] کا وہ ادا کرتا رہا

شہرت اپنی جس قدر بڑھتی گئی آفاق میں — کبرِ[6] نفس اتنا ہی یاں نشو و نما کرتا رہا

ایک عالم سے وفا کی تُو نے اے حالی مگر
نفس پر اپنے سدا ظالم جفا کرتا رہا

کہیں الہام منوانا پڑے گا ! — کہیں کشف[7] اپنا جتلانا پڑیگا !

نہ ہو صوفی صفا گو تجھ میں لیکن — کرشمہ کوئی دِکھلانا پڑے گا !

نصیحت بے اثر ہو گر نہ ہو درد — یہ گُر ناصح کو بتلانا پڑے گا !

جنہیں ہو جھوٹ کو سچ کر دِکھانا — اُنہیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا !

عوام الناس[8] کا ہو گا جنہیں منہ — اُنہیں خاصوں پہ منہ آنا پڑے گا !

ہے وصفِ جناں[9] کی مشق واعظ — تُمہیں بچوں کو پھسلانا پڑے گا !

---

[1] بد دیانت۔ بے ایمان ۔ [2] وار سے بچتا رہا ۔ [3] بے جا ۔ [4] شاباش کا مستحق ۔ [5] کمینگی ۔ [6] اُتنا ہی غرور بھی بڑھتا گیا ۔ [7] اظہار ۔ [8] جنہیں عام لوگوں میں قبولیت حاصل ہو گی۔ اُن کے سامنے خاص لوگوں کا بس ہو گا ۔ [9] بہشت ۔

سُخن میں پیروی کی گر سلف کی (۱) اُنہیں باتوں کو دُہرانا پڑے گا

تعلق کا ہے پھندا پیچ در پیچ ۱ یہ عقدہ ہم کو سُلجھانا پڑے گا

بُہت یاں ٹھوکریں کھائی ہیں ہم نے ۲ بس اب دُنیا کو ٹھکرانا پڑے گا

نہیں بُو اُنس (۲) کی اِس غمکدے (۳) میں ۳ کہیں دِل جا کے بہلانا پڑے گا

دِل اب صُحبت سے کوسوں بھاگتا ہے ۴ ہمیں یاروں سے شرمانا پڑے گا

زمانہ کر رہا ہے قطع پیوند (۴) ۵ دغا سے ہم کو پچھتانا پڑے گا

جو منصوبے ہیں یہ حالی تو شاید ۶ ارادہ فسخ فرمانا پڑے گا

بشر پہلو میں دِل رکھتا ہے جب تک

اُسے دُنیا کا غم کھانا پڑے گا

سُخن پر ہمیں اپنے رونا پڑیگا یہ دفتر (۵) کسی دِن ڈبونا پڑے گا

عزیزو کہاں تک یہ آتش مزاجی (۶) تُمہیں جا بتر خاک ہونا پڑے گا

رہا دوستی پر نہ تکیہ کسی کا! بس اب دِل سے شِکوؤں کو دھونا پڑیگا

بن آئیگی ہرگز نہ یاں کچھ کیئے بن جو کچھ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا

ہوئے تم نہ سیدھے جوانی میں حالی

مگر اب میری جان ہونا پڑے گا

---

(۱) پُرانے بزرگوں یا پُرانے وقتوں کی۔ (۲) محبت۔ (۳) مراد دُنیا سے۔ (۴) تعلقات کا توڑنا۔ (۵) شعر و شاعری کے لکھے ہوئے کاغذ۔ (۶) گرم مزاجی ۔ تیزی۔

کب تک اے ابرِ کرم ترسائے گا　　　　مینہ بھی رحمت کا کبھی برسائے گا

پھل کچھ اے نخلِ وفا[1] تجھ میں نہیں　　　　جو لگائے گا تجھے پچھتائے گا

دوست کا آیا ہی سمجھو اب پیام　　　　آج اگر آیا نہیں کل آئے گا

ذوق سب جاتے رہے جُز ذوقِ درد　　　　اِک یہ لپکا دیکھیے کب جائے گا

قطعہ

واعظ آتا ہے تو آنے دو اُسے　۱　پر مزا آنے کا یاں کیا پائے گا؟

آئیگا اور ہم کو شرمائے گا مُفت　۲　اور خود شرمندہ ہو کر جائے گا

عیب سے خالی نہ واعظ ہے نہ ہم　۳　ہم پہ مُنہ آئیگا[2] مُنہ کی کھائے گا

دِل کے تیور ہی کہے دیتے تھے صاف　　　　رنگ یہ دیوانہ اِک دن لائے گا

باغ و صحرا میں رہے جو تنگ دِل　　　　جی قفس میں اُن کا کیا گھبرائے گا؟

رنگ گردوں کا ہے کچھ بدلا ہُوا　　　　شعبدہ تازہ کوئی دِکھلائے گا

ابر و برق[3] آئے ہیں دونوں ساتھ ساتھ　　　　دیکھیے برسے گا یا برسائے گا

مُشکلوں کی جس کو ہے حالی خبر!
مُشکلیں آسان وہی فرمائے گا

واں اگر جائیں تو لے کر جائیں کیا؟　　　　مُنہ اُسے ہم جا کے یہ دِکھلائیں کیا؟

دِل ہیں باقی ہے وہی حرصِ گُناہ　　　　پھر کئے سے اپنے ہم پچھتائیں کیا؟

---

[1] وفا کا درخت۔ [2] مقابلہ کرے گا۔ [3] ابر۔ بادل۔ برق۔ بجلی۔ ابر برسنا آبادی کا موجب ہے۔ اور برق برسانا خرابی اور مُصیبت کا باعث۔ دیکھیے! اب بجلی گرتی ہے یا بادل برستا ہے۔

آؤ اس کو بیں ہمیں حب اکرمنا　　اس کی بے پروائیوں پر جائیں کیا؟
دِل کو مسجد سے نہ مندر سے ہے اُنس　　اَیسے وحشی[1] کو کہیں بہلائیں کیا؟
جانتا دُنیا کو ہے اِک کھیل تُو!　　کھیل قدرت کے تجھے دِکھلائیں کیا؟
عمر کی منزل تو جُوں توں کٹ گئی　　مرحلے[2] اب دیکھئے پیش آئیں کیا؟
دِل کو سب باتوں کی ہے ناصح خبر　　سمجھے سمجھائے کہ ہم سمجھائیں کیا؟
مان لیجے شیخ جو دعوے کرے　　اِک بزرگِ دین کو جھٹلائیں کیا؟

ہو چکے حالیؔ غزل خوانی کے دِن
راگنی بے وقت کی اب گائیں کیا؟

کاش اِک جام بھی سالک[3] کو پلایا جاتا　　اِک چراغ[4] اور سرِ راہ جلایا جاتا!
کر دیا اُس نے تو اللہ سے غافل ناصح　　اس کو کیوں بھولتے گر اُس کو بھلایا جاتا
چُپ چپاتے اُسے دے آئے دِل اِک بات پہ ہم　　مال مہنگا نظر آتا تو چکایا[5] جاتا
شب کو زاہد سے نہ مُٹ بھیڑ ہوئی خوب ہوا　　نشہ زوروں پر تھا شاید نہ چھپایا جاتا
دِلکو یہ تُو نے دکھایا ہے کہ دکھ جاتا ہے　　چیونٹی کا بھی اگر دِل ہے دُکھایا جاتا
نامہ بر آج بھی خط لے کے نہ آیا یارو!　　تُم تو کہتے ہو کہ وہ ہے ابھی آیا[6] جاتا!

---

[1] غیر مہذب ۔ [2] منزلیں ۔ [3] راہِ معرفت پر چلنے والا ۔ [4] یعنی اس کو بھی جام پلا کر عاشقوں کی زُمرے میں داخل کر لیا جاتا۔ اور وہ بھی عاشقوں کی طرح سرِ راہگذر بیٹھ کر ستم کش اِنتظار ہوتا ۔ [5] سودا کیا جاتا یا جھگڑا کیا جاتا ۔
[6] ابھی آنے ہی والا ہے ۔

عشق اسوقت سے سر پر نہ منڈلاتا تھا[1] گو دیوں میں تجھے تھا جو یہ کھلایا جاتا!

لوگ کیوں شیخ کو کہتے ہیں کہ عیار[2] ہے وہ اس کی صورت سے تو ایسا نہیں پایا جاتا

بارہا دیکھ چکے ہیں ترے فریب اے دنیا ہم سے اب جانکے دھوکہ نہیں کھایا جاتا

کرتے کیا پینے اگر مے نہ عشا[3] سے تا صبح وقت فرصت کا یہ کس طرح گنوایا جاتا

دل نہ طاعت میں لگا جب تو لگایا غم عشق کسی دھندے میں تو آخر یہ لگایا جاتا

اس نے اچھا ہی کیا حال نہ پوچھا دل کا بھڑک اٹھتا تو یہ شعلہ نہ دبایا جاتا

عشق سنتے تھے جسے ہم وہ یہی ہے شاید خود بخود دل میں ہے اک شخص سمایا جاتا

اب تو تکفیر[4] سے واعظ نہیں ہٹتا حالیؔ!

کہتے پہلے سے تو دے لے کے ہٹایا جاتا

راحت کا جہاں میں یونہی اک نام ہے گویا راحت کی تلاش اک طمع خام[5] ہے گویا

کچھ کرتے ہیں جو یاں، وہی انگشت نما[6] ہیں بدنام ہی دنیا میں نکو نام ہے گویا

ناچیز ہیں وہ کام نہیں جن پہ کچھ الزام جو کام ہیں ان کا یہی انعام ہے گویا

ہے وقت رحیل[7] اور وہی عشرت کے ہیں ساماں آخر ہوئی رات اور ابھی یاں شام ہی گویا

اٹھتا تھا کچھ اول سے ہی یہ درد بری طرح آغاز ہی الفت کا بس انجام ہے گویا

ادبار[8] بھی دیکھو گے جہاں یاد گے اسلام اسلام کا ادبار بھی اک نام ہے گویا

---

[1] چکر لگاتا تھا۔ [2] چالاک۔ [3] شام۔ [4] کفر کرنے سے۔ [5] ایک جھوٹی خواہش ایک ایسی خواہش جو پوری نہیں ہو سکتی۔ [6] نکتہ چیں۔ [7] کوچ۔ [8] بدبختی۔

جب دیکھئے حالی کو پڑا پایئے بے کار
کرنا اسے باقی بھی اک کام ہے گویا

خلوت میں تری صوفی گر نورِ صفا[1] ہوتا | تو سب میں ملا رہتا اور سب سے جدا ہوتا (ق)
تھا آفتِ جاں اِس کا اندازِ کمانداری | ہم بچ کے کہاں جاتے گر تیر خطا ہوتا
کچھ اپنی حقیقت کی گر تجھ کو خبر ہوتی | میری ہی طرح تو بھی غیروں سے خفا ہوتا
یہ لطف بناوٹ میں دیکھا نہ سنا قاصد | اَن پڑھ تو ہے تو یہ کچھ پڑھتا تو بلا ہوتا
باتوں میں شکایت کی بو آتی ہے اُلفت کی | گر دل میں جگہ ہوتی لب پر بھی گلہ ہوتا
ہم روزِ وداع اس سے ہنس ہنس کے ہوئے رخصت | رونا تھا بہت ہم کو روتے بھی تو کیا ہوتا
گر صاحبِ دل ہوتے سن کر میری بیتابی | تم کو بھی قلق[2] ہوتا اور مجھ سے سوا ہوتا
جو دل پہ گذرتی ہے کیا تجھ کو خبر ناصح | کچھ ہم سے سنا ہوتا پھر تو نے کہا ہوتا
جو جان سے در گزرے وہ چاہے[3] سو کر گزرے | گر آج نہ تم آتے کیا جانیئے کیا ہوتا

کل حالی دیوانہ کہتا تھا کچھ افسانہ
سننے ہی کے قابل تھا تم نے بھی سنا ہوتا

پیش از ظہورِ عشق کسی کا نشاں نہ تھا | تھا حُسن میزباں کوئی مہماں نہ تھا (ق)
ہم کو بہار میں بھی سیر[4] گلستاں نہ تھا | یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شادماں[5] نہ تھا

---

[1] معرفت کا نور ۔ [2] رنج ۔ [3] جو مرضی کر بیٹھیں ۔ [4] خیال ۔
[5] خوش ۔

ملتے ہی اُن سے بھول گئیں کلفتیں تمام — گویا ہمارے سر پہ کبھی آسمان نہ تھا!

کیا جانتے تھے جائیگا جی اِک نگاہ میں — تھی دل کی احتیاط مگر بیمِ[۱] جان نہ تھا

سچ ہے کہ پاسِ خاطرِ نازک[۲] عذاب ہے — تھا دل کو جب فراغ[۳] کہ وہ مہربان نہ تھا

کچھ میری بیخودی[۴] سے تمہارا زیاں نہیں — تم جانتا کہ بزم میں اِک خستہ جان نہ تھا

رات اُنکو بات بات پر سَو سَو دِئے جواب — مجھکو خود اپنی ذات سے ایسا گمان[۵] نہ تھا

رونا یہ ہے کہ آپ بھی ہنستے تھے ورنہ یاں — طعنِ رقیب دل پہ کچھ ایسا گراں[۶] نہ تھا

تھا کچھ نہ کچھ کہ پھانس سی اِک دلمیں چبھ گئی — مانا کہ اُسکے ہاتھ میں تیر و سناں نہ تھا

بزمِ سخن میں جی نہ لگا اپنا زیبہار
شب انجمن میں خالیٔ جادو بیاں نہ تھا

رنج اور رنج بھی تنہائی کا — وقت پہنچا مری رسوائی کا

عمر شاید نہ کرے آج وفا — کاٹنا ہے شبِ تنہائی کا

تم نے[۷] کیوں وصل میں پہلو بدلا — کِس کو دعویٰ ہے شکیبائی کا

ایک دن راہ پہ جا پہنچے ہم — شوق تھا بادیہ پیمائی کا

---

[۱] جان کے چلے جانے کا ڈر ؛ [۲] نازک دل کی پاسداری یعنی محبوب کے دل کا پاس ؛ [۳] آرام ؛ [۴] مستی۔ بیہوشی ؛ [۵] شک۔ امید ؛ [۶] بھاری رنج دینے والا ؛ [۷] یعنی میں نے یہ دعوے اکب کیا تھا۔ کہ تمہارے بغیر میں صبر اور چین سے رہ سکتا ہوں۔ کہ تم نے وصل کی رات پہلو بدل لیا ہے۔ یعنی مجھے تو ہرگز تمہارے بغیر صبر اور سکون حاصل ہو ہی نہیں سکتا ؛

اس سے نادان ہی بن کر ملیے! کچھ اجارا[1] نہیں دانائی کا!
سات پردوں میں نہیں ٹھہرتی آنکھ[2] حوصلہ کیا ہے تماشائی کا
درمیان پائے نظر ہے جبتک[3] ہم کو دعویٰ نہیں بینائی کا
کچھ تو ہے قدر تماشا کی! ہے جو یہ شوق خود آرائی کا
اُسکو چھوڑا تو ہے لیکن اے دل! مجھ کو ڈر ہے تیری خود رائی کا
بزم دشمن[4] میں نہ جی سے اُترا پُوچھنا کیا تیری زیبائی کا
یہی انجام تھا اے فصلِ خزاں گل و بلبل کی شناسائی[5] کا
مدد اے جذبۂ توفیق کہ یاں! ہو چکا کام توانائی کا!
محتسب! عذر بہت ہیں لیکن اِذن[6] ہم کو نہیں گویائی کا

ہوں گے حالیؔ سے بہت آوارہ
گھر ابھی دُور ہے رسوائی کا

---

[1] ٹھیکہ ÷ [2] جب معشوق کی آنکھ باوجود اِتنے پردوں کے جلوہ فگن ہو رہی ہے۔ تو اس کی چمک کے سامنے عاشق کب ٹھہر سکتا ہے ÷ [3] جب تک محبوب کی نظر درمیان ہے۔ ہم اس کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ آنکھیں چُندھیا جاتی ہیں ÷ [4] باوجودیکہ تو دشمن کے ساتھ اس کی محفل میں بیٹھا تھا۔ لیکن پھر بھی ہم تُجھے پیار کرنا نہ چھوڑ سکے ÷ [5] دوستی ÷ [6] اجازت ÷

رق) اِغماضؔ چلتے وقت، مروّت سے دُور تھا | رو رو کے ہم کو اور رُلانا ضرور تھا
تھی ہر نظر نہ محرمؔ دیدار ورنہ یاں | ہر خارنخلِ ایمن و ہر سنگ طور تھا
در دا کہ لب پہ رازِ دل آیا نہ تھا ہنوز | چرچا ہمارے عشق کا نزدیک و دور تھا
جانیؔ نہ قدرِ رحمتِ حق پارسا نے کچھ | ٹھہرا قصور وار اگر بے قصور تھا
دُردؔی کشانِ بزم مُغاں کا نہ پوچھ حال | ایک ایک رِند نشۂ وحدت میں چُور تھا
اب بار یابِ انجمنِ عام بھی نہیں | وُہ دِل کہ خاص محرمِ بزمِ حضور تھا
روزِ وداع بھی شبِ ہجراں سے کم نہیں | کچھ صبح ہی سے شامِ بلا کا ظہور تھا
بیمارؔ کی تو آپنے نہ لی تُم نے کچھ خبر | بہر نمازِ نعش پہ آنا ضرور تھا

حالی کو ہجر میں بھی جو دیکھا تو شادماں
تھا حوصلہ اُسی کا کہ اِتنا صبور تھا

رق) دِل سے خیالِ دوست بھُلایا نہ جائیگا | سینے میں داغ ہے کہ مٹایا نہ جائیگا

---

لہ بے پروائی۔ چشم پوشی ۔ ٭ ۲ہ واقف۔ یعنی ہر نظر ذاتِ خُدا کے جلوؤں سے آشنا نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ہر ایک کانٹے میں وادیٔ ایمن کے درختوں اور جھاڑیوں کا نظارہ تھا اور ہر ایک پتھر کوہ طور تھا۔ کیونکہ حضرت موسےؑ کو وادیٔ ایمن اور کوہ طور پر خُدا کا جلوہ نظر آیا تھا ۔ ٭ ۳ہ پارسا نے خدا کی آمرزش اور کرم فرمائی کی قدر نہ پہچانی۔ کیونکہ یہ جانتے ہوئے کہ خدا گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اس پرہیزگار نے گناہ نہ کئے۔ گویا اس نے خدا کے لُطف کرم سے اِنکار کا گناہ کیا ۔ ٭ ۴ہ تلچھٹ پینے والے۔ شراب کی بچی کھچی میل کے پینے والے ۔ ٭ ۵ہ خیر اگر اپنے بیمار کی آپ نے خبر نہیں لی۔ تو کم از کم اس کے مرنے کے بعد اس کے جنازے کی نماز میں تو شریک ہو جاتے ۔ ٭

تم کو ہزار شرم سہی مجھ کو لاکھ ضبط ! اُلفت وُہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائیگا

اے دِل رضائے غیر ہی شرطِ رضائے دوست[1] زنہار بارِ عشق اُٹھایا نہ جائے گا

دیکھی ہیں ایسی اُن کی بہت مہربانیاں اب ہم سے مُنہ میں موت کے جایا نہ جائیگا

مے تُند[2] و ظرفِ حوصلۂ اہلِ بزم تنگ ساقی سے جام بھر کے پِلایا نہ جائیگا

راضی ہیں ہم کہ دوست سے ہو دشمنی۔ مگر دشمن کو ہم سے دوست بنایا نہ جائیگا

کیوں چھیڑتے ہو ذکر نہ ملنے کا رات کے پُوچھیں گے ہم سبب تو بتایا نہ جائیگا

بگڑیں نہ بات بات پہ کیوں جانتے ہیں وُہ ہم وُہ نہیں کہ ہم کو منایا نہ جائیگا

مِلتا ہے آپ سے تو نہیں حصر[3] غیر پر کِس کِس سے اختلاط[4] بڑھایا نہ جائیگا

مقصُود اپنا کچھ نہ کُھلا لیکن اِس قدر یعنی وُہ ڈھونڈھتے ہیں جو پایا نہ جائیگا

جھگڑوں میں اہلِ دیں کے نہ حالی پڑیں بس آپ
قِصّہ حضُور سے یہ چُکایا نہ جائے گا

قلق اور دِل میں سِوا ہو گیا دِلا سا تمہارا بلا ہو گیا (ق)

دِکھانا پڑے گا تجھے زخمِ دِل اگر تیر اِس کا خطا ہو گیا

---

[1] اے دِل دوست کی محبت کی شرط یہ ہے۔ کہ پہلے دشمن یعنی اپنے رقیب سے دوستی پیدا کی جائے۔ اِن حالات میں عشق کا بوجھ اُٹھانا کٹھن معاملہ ہو گا۔ [2] شراب بھی تیز ہے اور ساتھ کے پینے پلانیوالے بھی تنگدلی سے کام لے رہے ہیں۔ یعنی دِل کھولکر شراب پلاتے نہیں ہیں۔ [3] اِنحصار۔ [4] محبت۔ چونکہ ہم نے آپ سے مِلنا ہے۔ اور اگر اِس مقصد میں کامیابی کے واسطے غیر کے ساتھ بھی راہ و رسم پیدا کرنا پڑے۔ تو کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ کے واسطے مجھے کیبوں سے محبت کرنا ہو گی۔

سبب[1] ہو نہ ہو، لب پہ آنا ضرور — مرا شکر اُس کا گِلہ ہو گیا

وُہ اُمید کیا جس کی ہو انتہا! — وُہ وعدہ نہیں جو وفا ہو گیا

ہُوا اُن کے رُکتے رُکتے دمِ آخر فنا — مرض بڑھتے بڑھتے دوا ہو گیا

نہیں بھُولتا اُسکی رخصت کا وقت — وُہ رو رو کے مِلنا بلا ہو گیا

سماں کل کا رہ رہ کے آتا ہے یاد — ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا

سمجھتے تھے جس غم کو ہم جانگزا — وُہ غم رفتہ رفتہ غذا ہو گیا

نہ دے میری اُمید مجھ کو جواب — رہے وُہ خفا گر خفا ہو گیا

ٹپکتا ہے اشعارِ حالیؔ سے حال

کہیں سادہ دِل مُبتلا[2] ہو گیا

رہی سنگِ گراں ہے راہ میں تمکین[3] یار کا — اب دیکھنا ہے زور دلِ بے قرار کا!

اِک خُو سی ہو گئی ہے تحمّل[4] کی ورنہ اب — وُہ حوصلہ رہا نہیں صبر و قرار کا!

آؤ مِٹا بھی دو خلشِ آرزوئے قتل — کیا اعتبار زندگیِ مُستعار[5] کا!

ہم خوش کبھی ہوئے ہوں تو غم ناگوار ہو — مِلتا نہیں محل گِلۂ روزگار کا!

سمجھو[6] مجھے اگر تمہیں ہے آدمی کی قدر — میرا اِک اِلتفات نہ مرنا ہزار کا!

---

[1] میں تشکر کرتے وقت اس کا نام لیتا ہوں - اور وُہ یہ سمجھتا ہے - کہ میں اس کا گِلہ کر رہا ہوں اِس لئے مجھے با وجہ یا بلا وجہ ضرور اس کے مُنہ آنا پڑتا ہے ۔ [2] عشق میں گرفتار ۔ [3] تمکنت - خود داری ۔ [4] بُرد باری - برداشت ۔ [5] ادھار - عارضی طور پہ لی ہوئی ۔ [6] اگر تمہیں عاشق صادق کی قدر ہو تو مجھے سمجھنے کی کوشش کرو - کیونکہ میری ایک نگاہ ہی دوسرے ہزاروں عشاق کے مرنے کے برابر ہے ۔

گر صبح تک وفا نہ ہُوا وعدۂ وصال[1] ۔۔۔ سُن لیں گے وُہ مآل شبِ انتظار کا!

اب محوِ بُوئے گل پہ ہُوا کب دلِ حزیں! ۔۔۔ ہم کو چمن سے یاد ہے جانا بہار کا!

ہر سمت گردِ ناقۂ لیلےٰ[2] بلند ہے! ۔۔۔ پُہنچے جو حوصلہ ہو کسی شہسوار کا!

غربت کے شغلوں نے وطن کو بھلا دیا ۔۔۔ خانہ خراب خاطرِ اُلفت شعار کا!

حالیؔ بس اب یقیں ہے کہ دِلّی کے ہو رہے

ہے ذرّہ ذرّہ مہر فزا اِس دیار کا

## ب

دردِ دل کو دوا سے کیا مطلب ۔۔۔ کیمیا کو طِلا سے کیا مطلب

چشمۂ زندگی ہے ذکرِ جمیل[3] ۔۔۔ خضر و آبِ بقا سے کیا مطلب

بادشاہی ہے نفس کی تسخیر ۔۔۔ ظلّ[4] بالِ ہُما سے کیا مطلب

جو کرینگے بھرینگے خود واعظ ۔۔۔ تُم کو میری خطا سے کیا مطلب

جن[5] کے معبود حور و غلماں ہیں ۔۔۔ اُن کو زاہد خُدا سے کیا مطلب

کام ہے مردمی سے انسان کی ۔۔۔ زہد یا اِتقا[6] سے کیا مطلب

قطعہ

ہے اگر رِند دامن آلودہ[7] ۔۔۔ ہم کو چون و چرا سے کیا مطلب

---

[1] انجام ۔ نتیجہ ۔ [2] معشوق کی اونٹنی کی گرد ہر طرف سے اُٹھ رہی ہے ۔ یعنی جمالِ یار ہر طرف دکھائی دے رہا ہے ۔ اب اس کو دیکھنا کسی باحوصلہ آدمی کا کام ہے ۔ [3] جمالِ مطلق ۔ خوبصورتی مجسّم یعنی خُدا ۔ [4] سایہ ۔ [5] جو محض اِسلئے نیک کام کرتے ہیں ۔ یا خدا کی یاد کرتے ہیں ۔ کہ اُن کو بہشت اور حُور و غلماں نصیب ہوں ۔ وُہ خدا کی پرستش نہیں کرتے بلکہ بہشت کی ۔ [6] پرہیزگاری ۔ [7] گنہ گار ۔

صوفیِ شہر با صفا ہے اگر! ہو ہمارہی بلا سے کیا مطلب

نگہتِ[1] مے پہ غش ہیں جو حالیؔ!
اُنکو دُردِ[2] و صفا سے کیا مطلب

---

ق مجھ میں وُہ تابِ ضبطِ شکایت کہاں ہے اب | چھیڑو نہ تم کہ میرے بھی مُنہ میں زبان ہے اب

وُہ دِن گئے کہ حوصلۂ ضبطِ راز تھا | چہرے سی اپنے شورشِ پنہاں عیاں ہے اب

جس دِل کو قیدِ ہستیٔ دُنیا سے ننگ تھا | وُہ دِل اسیرِ حلقۂ زُلفِ بُتاں ہے اب

آنے لگا جب اُسکی تمنّا میں کچھ مزا | کہتے ہیں لوگ جان کا اِسمیں زیاں ہے اب

لغزشِ[3] نہ ہو بلا ہے حسینوں کا التفات | اے دِل سنبھل وُہ دُشمنِ دین مہربان ہے اب

اِک جُرعۂ[4] شراب نے سب کچھ بُھلا دیا! | ہم ہیں اور آستانۂ[5] پیرِ مغاں ہے اب

ہے وقتِ نزع[6] اور وُہ آیا نہیں ہنوز | ہاں جذبِ دل مدد! کہ دمِ اِمتحان ہے اب

ہے دل غمِ جہاں سے سبکدوش اِن دِنوں | سر پہ تا سو جھتا کوئی بار گراں ہے اب

حالیؔ تم اور ملازمتِ پیرِ مے فروش!
وہ علم و دین کدھر ہے وُہ تقویٰ کہاں ہے اب

# پ

بیٹھیں واعظ سب پہ مُنہ آتے ہیں آپ | ناصح تو دم اِس پہ کھاتے ہیں آپ!

بس بہت طعن و ملامت کر چکے! | کیوں زبان رِندوں کی کھلواتے ہیں آپ

ہے صراحی میں وہی لذّت کہ جو | چڑھ کے منبر پہ مزا پاتے ہیں آپ

---

[1] خوشبو۔ لپٹ [2] تلچھٹ [2] پیپے کی نچلی شراب [3] گرداب۔ گرنا [4] گھونٹ [5] چوکھٹ [6] آخری وقت

واعظو ہے اُن کو شرمانا گُناہ — جو گُنہ سے اپنے شرماتے ہیں آپ

کرتے ہیں اِک اِک کی تکفیر[1] آپ کیوں — اس پہ بھی کچھ غور فرماتے ہیں آپ

کرتے ہیں آباد دوزخ کو حضور! — خُلد کو ویران کرواتے ہیں آپ

چھیڑ کر واعظ کو حالؔی خلد سے

بستر اکیوں اپنا پھکواتے[2] ہیں آپ

ت

گو جوانی میں تھی کجرائی[3] بہت — پر جوانی ہم کو یاد آئی بہت

زیر بُرقع تُو نے کیا دِکھلا دیا — جمع ہیں ہر سُو تماشائی بہت

ہٹ پہ اسکی اَور پس جاتے ہیں دِل — راس ہے کچھ اس کو خودرائی[4] بہت

سرو یا گُل آنکھ میں جچتے نہیں — دِل پہ ہے نقش اُسکی رعنائی[5] بہت

چُور تھا زخموں میں اور کہتا تھا حُر[6] — راحت اس تکلیف میں پائی بہت

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا — دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی[7] بہت

وصل کے ہو ہو کے ساماں رہ گئے — مینہ نہ برسا اور گھٹا چھائی بہت

جاں نثاری پر وہ بول اُٹھے مِری — ہیں فدائی کم۔ تماشائی بہت

ہم نے ہر ادنےٰ کو اعلیٰ کر دیا — خاکساری اپنی کام آئی بہت

---

[1] کافر ٹھہرانا۔ [2] پھینکوانا۔ [3] ٹیڑھاپن۔ [4] خود پسندی۔ تکبر۔ غرور۔ [5] خوبصورتی۔ [6] یعنی یوسف کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرا دیا تھا۔ اور بھائیوں ہی نے دشمنی کی تھی۔ رشتہ داریوں میں بھائی بننے کو تو بہت ہیں۔ لیکن محبت بہت کم آدمیوں میں ہے۔

کر دیا چُپ واقعاتِ دہر نے! | تھی کبھی ہم میں بھی گویائی بہت

گھٹ گئیں خود تلخیاں ایام کی | یا گئی کچھ بڑھ شکیبائی بہت

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو!

راست گوئی میں ہے رسوائی[1] بہت

اس کے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت | نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت!

کس سے پیمانِ وفا باندھ رہی ہے بُلبُل | کل نہ پہچان سکے گی گُلِ تر کی صُورت!

ہے غمِ روزِ جدائی نہ نشاطِ شبِ وصل | ہو گئی اور ہی کچھ شام و سحر کی صورت!

اپنی جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار | اک بزرگ[2] آتے ہیں مسجد میں خضر کی صُورت

دیکھئے شیخ! مصوّر سے کھچے یا نہ کھچے | صورت اور آپ سے بے عیب بشر کی صُورت

واعظو! آتشِ دوزخ سے جہاں کو تم نے | یہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

کیا خبر زاہدِ قانع کو کہ کیا چیز ہے حرص | اس نے دیکھی ہی نہیں کیسۂ زر کی صُورت

میں بچا تیرِ حوادث[3] سے نشانہ بن کر! | آڑے آئی مرے تسلیم[4] سپر کی صُورت

شوق میں اسکے مزا درد میں اسکے لذّت | ناصحو اس سے نہیں کوئی مفر[5] کی صُورت

حملہ اپنے پہ بھی اک بعدِ ہزیمت[6] ہی ضرور | رہ گئی ہے یہی اک فتح و ظفر کی صورت

رہنماؤں کے ہوئے جاتے ہیں اوسان خطا | راہ میں کچھ نظر آتی ہے خطر کی صُورت

---

[1] بدنامی ۔ [2] اشارہ شیخ کی طرف ہے ۔ [3] مصائب دکھ، درد، رنج ۔ [4] رضائے الٰہی۔ خدا کی مرضی پر اپنے آپ کو چھوڑنا ۔ [5] فرار کی جگہ۔ جائے پناہ۔ جہاں بھاگ کر آدمی آرام حاصل کر سکتا ہے ۔ [6] ہار، شکست

یوں تو آیا ہے تباہی ہیں یہ بیڑا سو بار — پر ڈراؤنی ہے بہت آج بھنور کی صورت

اُن کو حالی بھی بُلاتے ہیں گھر اپنے مہماں

دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

بناتے ہیں وُہ مہربانی کی صورت — یہ چھُپتی نہیں سرگرانی[1] کی صورت (ق)

جسے دیکھ کر دل ہو عاشق کا بیکل — وُہ ہے اور ہی مہربانی کی صورت

شبِ وعدہ[2] ہے بارِ عام اُن کے در پر — مِرے حق میں اک پاسبانی کی صورت

غمِ دل نے رُسوا کیا ہم کو آخر — بنائی بہت شادمانی کی صورت

ہے اِس رِیش پر وسمہ[3] کیا خوب کھِلتا — ذرا دیکھنا شیخ فانی کی صورت

یقین ہے کہ ہم جس کو سمجھے ہیں مرنا — یہی ہو تو ہو زندگانی کی صورت

سمجھ کر کرو قتل حالی کو دیکھو

مِٹاؤ نہ عشق و جوانی کی صورت

ٹ

تو نہیں ہوتا تو رہتا ہے اُچاٹ! — دِل کو یہ کیسی لگا دی تو نے چاٹ[4]!

رَچ[5] رہی ہے کان میں یاں لَے[6] وُہی — اور مُغنّی[7] نے کئی بدلے ہیں ٹھاٹ

---

[1] ناراضگی غم و غصّہ۔ [2] یعنی جس رات اُنہوں نے وعدہ کیا۔ اس رات عوام کا اتنا ہجوم ان کے دروازے پر موجود تھا۔ کہ میرے لیئے داخل ہونا مشکل ہو گیا۔ [3] مہندی [4] چسکا۔ [5] سما۔ [6] سُر۔ [7] گانے والا۔

ناؤ ہے بوسیدہ[1] اور موجیں ہیں سخت — اور دریا کا بہت چکلا[2] ہے پاٹ!

اک کہانی پیرِ زن کی رہ گئی! — راج کسرےٰ کا رہا باقی نہ پاٹ[3]

دیر سے مسجد میں ہم آئے تو ہیں — ہے مگر یاں جی کچھ اے زاہد اُچاٹ

جو کہے تجھ کو بنا دیں اے امیر — ہیں بہت سرکار کی محفل میں بھاٹ

ملّتیں[4] رستوں کے ہیں سب ہیر پھیر — سب جہازوں کا ہے لنگر ایک گھاٹ

برق منڈلاتی ہے اب کس چیز پر — ٹڈیاں کب کی گیئں کھیتی کو چاٹ[5]

تیغ میں بُرّش[6] یہ اے حالیؔ نہیں — جس قدر تیری زباں کرتی ہے کاٹ

چٹکیاں سی دل میں یہ لیتا ہے کون
شعر تو ظاہر میں ہیں تیرے سپاٹ[7]

# ث

باپ کا ہے جبھی پسر وارث — ہو ہنر کا بھی اس کے گر وارث

گھر ہنرور کا ناخلف[8] نے لیا! — تیرا ہے کون بے ہنر وارث

فاتحہ ہو کہاں سے میّت کی — لے گئے ڈھو کے سیم و زر وارث

---

[1] پرانی۔ ٹوٹی ہوئی ۔ [2] چوڑا ۔ [3] یعنی راج پاٹ ۔ [4] یعنی تمام مختلف قومیں راستوں کے ہیر پھیر ہیں۔ مختلف اقوام مختلف راستوں سے ہو کر ایک ہی منزل مقصود پہ پہنچتی ہیں۔ یعنی سب جہاز ایک ہی کنارے پر جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ [5] ختم کر گئیں [6] کاٹ ۔ [7] یکساں۔ ہموار۔ معمولی ۔ [8] نالائق بیٹا ۔

ہو اگر ذوقِ کسب سے آگاہ — کریں میراث سے حذر[1] وارث

خاک و کرمانِ[2] گور و خویش و تبار[3] — ایک میت اور اِس قدر وارث

واعظو! دین کا خدا حافظ — انبیاءؑ[4] کے ہو تم اگر وارث

قوم بے پر ہے دین بیکس ہے — گئے اسلام کے کدھر وارث

ہم پہ بیٹھے ہیں ہاتھ دھوئے حریف — جیسے مُردہ کے بال و پر وارث

ترکہ[5] چھوڑا ہے کچھ اگر حالیؔ!

کیوں ہیں میت پہ نوحہ گر وارث

بھید واعظ اپنا کھلوایا عبث — دل جلوں کو تو نے گرمایا عبث

جلوہ صوفی نے نہ دکھلایا کوئی — رات بھر یاروں کو چھکوایا[6] عبث

شیخ رندوں میں بھی ہیں کچھ پاکباز — سب کو ملزم تو نے ٹھہرایا عبث

کوئی پنچھی آکے اب پھنستا نہیں — آپ نے جال اپنا پھیلایا عبث

آنکلتے تھے کبھی مسجد میں ہم! — تو نے زاہد ہم کو شرمایا عبث

کھیتیاں جلکر ہوئیں یارو نکی خاک — ابر ہے گھر کر اِدھر آیا عبث

قوم کا حالیؔ پنپنا[7] ہے محال!

تم نے رو رو سب کو رُلوایا عبث

---

[1] پرہیز ۔ [2] قبر کے کیڑے ۔ [3] اعزا و اقارب ۔ نزدیکی رشتہ دار ۔ [4] جمع نبی کی ۔ رسول ۔ [5] مرنے کے بعد کی چھوڑی ہوئی جائداد ۔ [6] یعنی چیختے رہے ۔ [7] سدھرنا ۔

## ج

بات کچھ ہم سے بن نہ آئی آج ❊ بول کر ہم نے منہ کی کھائی آج

چُپ پرا اپنی بھرم تھے کیا کیا کچھ ❊ بات بگڑی بنی بنائی آج

شکوہ کرنے کی خُو نہ تھی اپنی! ❊ پر طبیعت ہی کچھ بھر آئی آج

بزم ساقی نے دی اُلٹ ساری ❊ خوب بھر بھر کے خُم لنڈھائی آج

معصیت[1] پر ہے دیر سے یا رب! ❊ قطعہ ۱ نفس اور شرع میں لڑائی آج

غالب آتا ہے نفسِ[2] دُوں یا شرع ❊ ۲ دیکھنی ہے تری خدائی آج

چور[3] ہے دِل میں کچھ نہ کچھ یارو ❊ نیند پھر رات بھر نہ آئی آج

کل یہاں کاروبار ہیں سب بند ❊ کرلو کرنی ہے جو کمائی آج

زَد سے اُلفت کی بچ کے چلنا تھا
مُفت حالی نے چوٹ کھائی آج

تلخیٔ دَوراں کے ہیں سب شکوہ سنج ❊ یہ بھی ہے یارو کوئی رنجوں میں رنج

رنج و شادی یاں ہیں سب بے ثبات! ❊ اور اگر سوچو تو شادی ہے نہ رنج

تھا قناعت میں نہاں گنجِ فراغ[4] ❊ پر ہمیں بے وقت ہاتھ آیا یہ گنج

فکر و شش[5] بڑھتے تھے شاید ساتھ ساتھ ❊ ہیں وہ اب پنجاہ جو پہلے تھے پنج

ہم کو بھی آتا تھا ہنسنا بولنا ❊ جب کبھی جیتے تھے ہم اے بذلہ سنج

---

۱ گناہ ۔ ۲ کمینہ ۔ ۳ کھٹکا ۔ ۴ آسانی۔ آرام۔ آسائش کا خزانہ ۔ ۵ سال عمر ۔

آ گئی مرگِ طبیعی[1] ہم کو یاد شاخ سے دیکھا جو خود گرنا ترنج

راہ اب سیدھی ہے حالیؔ سوئے دوست

ہو چکے طے سب خم و پیچ و شکنج!

## چ

بزمِ مے اچھی ہے گو دُنیا ہے اُسے مے خوار ہیچ!

یاں سمجھ لیتے تو ہیں دُنیا کو دم بھر یار ہیچ

نفس سے سر بر[2] ہوئی دانش نہ صبر و عقل و ہوش

ایک دُشمن بر سرِ کیں ہو تو ہیں سب یار ہیچ

شیخ! جو مُخلص ہیں وُہ رکھتے نہیں کچھ امتیاز

ہے یہ سب اُونچی دُکان اور رونقِ بازار ہیچ

شاہدِ معنی کو آرائش کی کچھ حاجت نہیں

سبحہ[3] و سجّادہ[4] ہیچ اور جُبّہ و دستار ہیچ

ہو گے جتنے جس قدر، اُتنے برستے تم نہیں

اے فصیحو[5]! ہے یہ سب گفتارِ[6] بے کردار ہیچ

---

[1] قدرتی ؛ [2] فتح ۔ [3] تسبیح - مالا ؛ [4] مصلّےٰ - نماز پڑھنے کی چٹائی

[5] فصاحت سے لیکچر وغیرہ دینے والے ؛ [6] ایسے لیکچر جن

پر خود عمل نہ کیا جائے ؛

روئی تو آٹھ آٹھ آنسو، اور پسیجا دل نہ ایک
نکلے موتی تیرے سب اے چشمِ گوہر بار ہیچ!

خوانِ نعمت نے ترے اے عاملِ مُردار خوار
کر دیئے آفاق کے سب خوان و خوان سالار ہیچ

ہے ادب مسند پہ جو کچھ ہے رئیسِ شہر کا
ہٹ کے مسند سے جو دیکھیں تو ہیں خود سرکار ہیچ

گو کہ حالی اگلے استادوں کے آگے ہیچ ہے
کاش ہوتے ملک میں ایسے ہی اب دو چار ہیچ

ح

کاٹیئے دن زندگی کے اُن یگانوں کی طرح
جو سدا رہتے ہیں چوکس پاسبانوں کی طرح

منزلِ دُنیا میں ہیں پا در رکاب[1] آٹھوں پہر
رہتے ہیں مہماں سرا میں مہمانوں کی طرح

سعی[2] سے اُکتاتے اور محنت سے کنیاتے[3] نہیں
جھیلتے ہیں سختیوں کو سخت جانوں کی طرح

رسم و عادت پر ہیں کرتے عقل کو فرماں روا

---

[1] تیار۔ کمربستہ ۔ [2] کوشش ۔ [3] کتراتے ۔

نفس پر رکھتے ہیں کوڑا حکمرانوں کی طرح

شادمانی میں گزرتے اپنے آپے[1] سے نہیں

غم میں رہتے ہیں شگفتہ شادمانوں کی طرح

رکھتے ہیں تمکیں جوانی میں بڑھاپے سے سوا

رہتے ہیں چونچال[2] پیری میں جوانوں کی طرح

پاتے ہیں اپنوں میں غیروں سے سوا بیگانگی

پر بھلا تکتے ہیں ایک اک کا یگانوں کی طرح

آس کھیتی کے پنپنے کی انہیں ہو یا نہ ہو

ہیں اُسے پانی دیئے جاتے کسانوں کی طرح

اُن کے غُصّے میں ہے دِلسوزی، ملامت میں ہے پیار

مہربانی کرتے ہیں نامہربانوں کی طرح

کام سے کام اپنے اُن کو، گو ہو عالم نکتہ چیں

رہتے ہیں بتّیس[3] دانتوں میں زبانوں کی طرح

طعن سُن سُن احمقوں کے ہنستے ہیں دیوانہ وار

دِن بسر کرتے ہیں دیوانوں میں سیانوں کیطرح

---

[1] حد۔ [2] ہوشیار۔ چالاک۔ مستعد۔ [3] جس طرح بتّیس تیز دانتوں کے درمیان زبان ان کی زد سے بچی رہتی ہے۔ اِسی طرح سے وہ آدمی بھی نکتہ چینوں کے درمیان آرام اور آسائش کے ساتھ رہتے ہیں۔

کہیے کیا ؟ حالیؔ نہ کیجے سادگی گر اختیار!

بولنا آئے نہ جب رنگیں بیانوں کیطرح

## خ

مئے مغاں کا ہے چسکا بُرا اگر اے شیخ
تو ایسی ہی کوئی چاٹ اور دے لگا اے شیخ

ریا[1] کو صدق سے ہے جام مے بدل دینا
تمہیں بھی ہر کوئی یاد ایسی کیمیا اے شیخ

وُہ نکلے بھان متی[2] جو بناتے تھے اکسیر
تماشے دیکھے ہیں یہ ہم نے بارہا اے شیخ

غرورِ فقر[3] و غرورِ غنا[4] ہیں فرق ہے کیا
تجھی پہ رکھتے ہیں ہم منحصر بتا اے شیخ

زباں پہ ہوتی ہے مہر اُنکی جو ہیں محرم راز
پھر ایسا کیجیو ہرگز نہ اِدّعا[5] اے شیخ

خبر بھی ہے تمہیں؟ کیا بن رہی ہے بیڑے پر
ہیں آپ جو لئے بیڑے کے ناخدا اے شیخ

وُہ ڈوبتوں سے الگ رہتے ہیں جو ہیں تیراک
شناوری کا یہی گُر ہے، مرحبا اے شیخ

گوزن[6] و گور[7] ہیں بچپن سے تارکِ دُنیا!
نہایت آپکی ہے، اُنکی ابتدا اے شیخ

کمالِ حسنِ عقیدت سے آیا تھا حالیؔ
یہ خانقاہ سے افسردہ دل گیا اے شیخ

## د

شادی کے بعد غم ہے، فقیری غنا کے بعد
اب خوف کے سوا ہے دھرا کیا رجا[8] کے بعد

---

[1] مکر۔ فریب۔ ظاہرداری ٭ [2] مداری۔ شعبدہ باز۔ دھوکا باز۔ فریبی ٭ [3] افلاس اور فقیری ٭ [4] استغنا۔ بے پروائی [5] دعوے ٭ [6] بارہ سنگا ٭ [7] گورخر ٭ [8] امید

ہے سامنا بلا کا پس از عافیت ضرور — ہوتی ہے عافیت کی توقع بلا کے بعد

تعزیر[1] جرمِ عشق ہے بے صرفہ[2] محتسب — بڑھتا ہے اور ذوقِ گنہ یاں سزا کے بعد

گر دردِ دل سے پائی بھی اے چارہ گر شفا — آتی ہے دِل کی موت نظر اس شفا کے بعد

یادِ خُدا میں جب نہ گئی دِل سے اسکی یاد — آگے خُدا کا نام ہے ناصح خدا کے بعد

کرتے رہے خطائیں ندامت کے بعد ہم — ہوتی رہی ہمیشہ ندامت خطا کے بعد

آخر کو ماننا پڑا اے نفسِ خیرہ[3] سر — تیرا بھی حکم کم نہیں حکمِ قضا کے بعد

مدت سے تھی دُعا کہ ہوں بدنام شہر شہر — بارے ہوئی قبول بہت التجا کے بعد

حالی کی سُن لو اور صدائیں جگر خراش
دلکش صدا سنوگے نہ پھر اس صدا کے بعد

کہیں خوف اور کہیں غالب ہے رجا اے زاہد — تیرا قبلہ ہے جدا میرا جُدا اے زاہد

درگزر گر نہیں کرتا وُہ گنہ گاروں سے — تو ترا اور کوئی ہوگا خدا اے زاہد

ہم دکھا دینگے کہ زُہد اور ہے نیکی کچھ اور — کچھ بہت دور نہیں روزِ جزا[4] اے زاہد

قربِ حق کے لئے کچھ سوزِ نہاں بھی ہے ضرور — خشک نفلوں[5] میں دھرا کیا ہی بھلا اے زاہد

میں تو سو بار ملوں دِل نہیں ملتا تم سے — تو ہی کہہ اس میں ہی کیا میری خطا اے زاہد

جال جنجنک سے ہے یہ پھیلا ہُوا دینداری کا — فکر دنیا کا کرے تیری بلا اے زاہد

---

[1] سزا ۔ [2] بے سود ۔ بے فائدہ ۔ [3] سرکش ۔ متکبّر ۔ [4] قیامت کا دِن ۔ [5] عبادتوں ۔

عیب حالیؔ کے بہت آج کئے تو نے بیاں
ذکر کچھ اور کر اب اس کے سوا اے زاہد

ذ

پیاس تیری بُوئے ساغر سے لذیذ — بلکہ جامِ آب کوثر سے لذیذ
جس کا تو قاتل ہو پھر اُس کیلئے — کون سی نعمت ہے خنجر سے لذیذ
لطف ہو تیری طرف سے یا عتاب — ہم کو ہے سب شہد و شکر ہی لذیذ
قند سے شیریں تری پہلی نگاہ — دوسری قند مکرّر سے لذیذ
جھالؔ[1] تجھ میں جس بھوک کی بھو نہ تو — بھُوک ہے وہ شیرِ مادر سے لذیذ
ہے یہ تجھ میں کس کی بُو باس اے صبا — بُوئے بید مشک و عنبر سے لذیذ

جو قناعت کے ہیں حالیؔ میہماں !
اُن کو فاقے ہیں مزعفر[2] سے لذیذ !

ر

ہے یہ تکیہ تری عطاؤں پر — وہی اصرار ہے خطاؤں پر
رہیں نا آشنا زمانے سے — حق ہے تیرا یہ آشناؤں پر
رہرو و باخبر رہو کہ گماں — رہزنی کا ہے رہنماؤں پر

---

[1] تندی ؛ [2] زعفران میں رنگے ہوئے چاول ۔ زردہ پلاؤ ۔

ہے وہ دیر[1] آشنا تو عیب ہے کیا؟ | مرتے ہیں ہم انہیں اداؤں پر
اس کے کوچے میں ہیں وہ بے پر و بال | اڑتے پھرتے ہیں جو ہواؤں پر
شہسواروں پہ بند ہے جو راہ | وقف ہے یاں برہنہ[2] پاؤں پر
نہیں منعم کو اسکی بوند نصیب | مینہ برستا ہے جو گداؤں پر
نہیں محدود بخششیں تیری | زاہدوں پر نہ پارساؤں پر

حق سے درخواست عذر کی حالی
کیجے کس منہ سے ان خطاؤں پر

کرتے ہیں سو سو طرح سے جلوہ گر | ایک ہوتا ہے اگر ہم میں ہنر
جانتے ہیں آپ کو پرہیزگار | عیب کوئی کر نہیں سکتے اگر
دوست اسکے ہیں نہ اسکے آشنا | گو بظاہر سب سے ہیں شیر و شکر
خصلتیں روباہ[3] کی رکھتے ہیں ہم | گو دکھاتے آپ کو ہیں شیر نر
اپنی نیکی کا دلاتے ہیں یقین! | کرتے ہیں نفرت بدی سے جسقدر
کرنی پڑتی ہے کسی کی مدح جب | کرتے ہیں تقریر اکثر مختصر
گر کسی کا عیب سن پاتے ہیں ہم | کرتے ہیں رسوا اسے دل کھولکر
کی نہیں جس سے کبھی کوئی بدی! | شکر کے ہیں اس سے خواہاں عمر بھر

---

[1] مندر میں جانے والا۔ بُت پرست ؛ [2] ننگے پاؤں چلنے والوں کے لئے کھلی ہے ؛ [3] لومڑی ؛

ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب — ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احساں اگر

عیب کچھ گنتے نہیں اس عیب کو — جس سے ہوں اپنے سوا سب بے خبر

خیر کا ہوتا ہے ظن[۱] غالب جہاں — کھینچکر لاتے ہیں اُسکو سوئے شر

بنتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو — عیب اُن کا ظاہر اور اپنا ہنر

دوست اک عالم کے پر مطلب کے دوست — ایسے یاروں سے حذر یارو حذر

عیب حالی اپنے یوں کہتا ہے کیوں
خواہش تحسین[۲] ہے حضرت کو مگر[۳]

ہوگی نہ قدر جان کی قرباں کئے بغیر — دام اُٹھینگے[۴] نہ جنس کے ارزاں کئے بغیر

گو ہو شفا سی پاس پہ جبتک ہے دم میں دم — بن آئیگی نہ درد کا درماں کئے بغیر

بگڑی ہوئی بہت ہی کچھ اس باغ کی ہوا — یہ باغ کو رہے گی نہ ویراں کئے بغیر

آمادہ دہر پردہ دری[۵] پر ہے قوم کی! — مبروص[۶] کو رہے گا نہ عریاں کئے بغیر

عزت سی اپنی یاروں کو کچھ آپڑی ہی ضد — چھوڑینگے رنیجاں کو نہ بیجاں کئے بغیر

مشکل بہت ہے گو کہ مٹانا سلف[۷] کا نام — مشکل کو ہم ٹلیں گے نہ آساں کئے بغیر

گو مے ہے تند و تلخ پہ ساقی ہے دلربا — اے شیخ بن پڑیگی نہ کچھ ہاں کئے بغیر

تکفیر جو کہ کرتے ہیں ابنائے وقت کی — چھوڑیگا وقت انہیں نہ مسلماں کئے بغیر

---

۱ شک ۔ ۲ شاباش ۔ ۳ شاید ۔ ۴ قیمت کا مقرر ہونا ۔ ۵ پردہ کا پھاڑنا یا حقیقت کا ظاہر کرنا ۔ ۶ پھلبہری کا مریض ۔ ۷ پرانے بزرگ ۔

حالی کٹے گا کاٹنے ہی سے یہ بیستون[1]
حل ہونگی مشکلیں نہ یہ آساں کئے بغیر

گھر ہے وحشت خیز اور بستی اُجاڑ — ہو گئی اِک اِک گھڑی تجھ بن پہاڑ
آج تک قصرِ امل[2] ہے ناتمام — بندھ چکی ہے بارہا کھل کھل کے پاڑ[3]
ہے پہنچنا اپنا چوٹی تک محال — اے طلب نکلا بہت اونچا پہاڑ
کھیلنا آتا ہے ہم کو بھی شکار — پر نہیں زاہد کوئی ٹٹی کی آڑ
دل نہیں روشن تو ہیں کس کام کے — سو شبستاں[4] میں اگر روشن ہیں جھاڑ[5]
عید اور نوروز ہے سب دل کے ساتھ — دل نہیں حاضر تو دنیا ہے اُجاڑ
کھیت رستے پر ہے اور رہرو سوار — کشت ہے سرسبز اور اونچی ہے باڑ
بات واعظ کی کوئی پکڑی گئی! — ان دنوں کم تر ہے کچھ ہم پر لتاڑ[6]

تم نے حالی کھول کر ناحق زباں
کرلیا ساری خدائی سے بگاڑ!

ز

عہدِ وصال دل نے بھلایا نہیں ہنوز — عالم مری نظر میں سمایا نہیں، ہنوز (ق)

---

[1] بیستون ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جس کو کاٹ کر فرہاد نے شیریں کو حاصل کرنے کے لئے دودھ کی نہر چلائی تھی۔ یہاں مطلب ہے دنیاوی مشکلات ۔ [2] اُمید کا محل ۔
[3] اوٹ ۔ [4] سونے کا کمرہ ۔ [5] فانوس ۔ [6] سختیاں۔ مصیبتیں ۔

پیغامِ دوست کا کوئی لایا نہیں ہنوز
جھونکا[1] نسیمِ مصر کا آیا نہیں ہنوز

لگ جائے دِل نہ منزلِ مقصود میں کہیں
ہم جس کو ڈھونڈتے ہیں وہ پایا نہیں ہنوز

آیا نہ ہوگا اس کو تغافل میں کچھ مزا
ذوقِ نگاہ ہم نے جتایا نہیں ہنوز

ایمن[2] میں آگ لگ چکی اور طور جل چکا
اُس نے نقاب رُخ سے اُٹھایا نہیں ہنوز

یاں دے چکی جواب اُمیدِ جوابِ خط!
واں نامہ بر نے بار[3] بھی پایا نہیں ہنوز

پایا ہے ذوق و شوق میں ہم کو بھرا ہوا
کافر نے اختلاط بڑھایا نہیں ہنوز

کیا دِل سے بعدِ مرگ بھی جاتی نہ تیری یاد
بھولے ہمیں کہ تجھ کو بھلایا نہیں ہنوز

سرمایہ[4] خلافِ دو عالم ہے رازِ دل
باتوں میں ہم نے زہر پلایا نہیں ہنوز

کس نشہ میں ہے چوُر خدا جانے اسقدر
حاؔلی نے جام منہ سے لگایا نہیں ہنوز

جیتے جی موت کے تم منہ میں نہ جانا ہرگز
دوستو دِل نہ لگانا نہ لگانا ہرگز

عشق بھی تاک میں بیٹھا ہے نظر بازوں کی
دیکھنا شیر سے آنکھیں نہ لڑانا ہرگز

---

[1] یعنی یوسف کی بابت مصر سے آنے والی نسیم نے کوئی خوشبو نہیں دی یا پتہ نہیں دیا۔ [2] حضرت موسےٰ نے تو ایمن اور طور کو جلتے ہوئے دیکھا اور پھر نورِ خدا نے اپنا جلوہ اُسے دِکھلا دیا تھا۔ لیکن ہمارے محبوب نے ان کے جلنے کے باوجود بھی ابھی اپنے چہرے سے پردہ نہیں ہٹایا ہے۔ [3] رسائی۔ [4] یعنی دونوں عالموں میں فساد فتنہ اور مخالفت کی بنا یہی دِل کا بھید یعنی عشق ہے۔

زالؔ کی پہلی ہی رُستم کو نصیحت یہ تھی ۔۔۔ زد میں تیر صفِ مژگاں کی نہ جانا ہرگز

چاہت[1] اِک طلعتِ مکروہ[2] ہے برقع میں نہاں ۔۔۔ کسی دلّالہ کے دھوکے میں نہ آنا ہرگز

ہاتھ ملنے[3] نہ ہوں پیری میں اگر حسرت ہے ۔۔۔ تو جوانی میں نہ یہ روگ لگانا ہرگز

جتنے رستے تھے ترے ہو گئے ویراں اے عشق ۔۔۔ آکے ویرانوں میں اب گھر نہ بسانا ہرگز

کوچ سب کر گئے دِلّی سے ترے قدر شناس ۔۔۔ قدر یاں رہ کے اب اپنی نہ گنوانا ہرگز

تذکرہ دہلیِ مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ ۔۔۔ نہ سُنا جائے گا ہم سے یہ فسانا ہرگز

داستاں گُل کی خزاں میں نہ سُنا اے بُلبل ۔۔۔ ہنستے ہنستے ہمیں ظالِم نہ رُلانا ہرگز

ڈھونڈتا ہے دِلِ شوریدہ بہانے مُطرِب ۔۔۔ درد انگیز غزل کوئی نہ گانا ہرگز

صحبتیں اگلی مُصوّر ہمیں یاد آئیں گی ۔۔۔ کوئی دلچسپ مُرقّع نہ دِکھانا ہرگز

مَوجزن دِل میں ہیں یاں خون کے دریا اے چشم ۔۔۔ دیکھنا ابر سے آنکھیں نہ چرانا ہرگز

لے کے داغ آئیگا سینے پہ بہت اے . ۔۔۔ دیکھ اُس شہر کے کھنڈروں میں نہ جانا ہرگز

چپّے چپّے پہ ہیں یاں گوہرِ یکتا تہِ خاک ۔۔۔ دفن ہوگا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز

مِٹ گئے تیرے مٹانے کے نشاں بھی اب تو ۔۔۔ اے فلک اس سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز

وُہ تو بھُولے تھے ہمیں ہم بھی انہیں بھُول گئے ۔۔۔ ایسا بدلا ہے نہ بدلے گا زمانا ہرگز

جسکو زخموں سے حوادث کے اچھوتا[4] سمجھیں ۔۔۔ نظر آتا نہیں ایک ایسا گھرانا ہرگز

---

[1] محبت ۔ [2] بدصورت شکل ۔ [3] اگر افسوس نہ کرنا ہو ۔ [4] یعنی زمانے کے حادثوں نے جنہیں چھُوا نہ ہو ۔

ہم کو گر تو نے رُلایا تو رُلایا اے چرخ ! | ہم پہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسانا ہرگز

یار خود روئینگے کیا اُن پہ جہاں روتا ہے | اُن کی ہنستی ہوئی شکلوں پہ نہ جانا ہرگز

آخری دَور میں بھی تجھکو قسم ہے ساقی ! | بھر کے اِک جام نہ پیاسوں کو پلانا ہرگز

بخت سوئے ہیں بہت جاگ کے اے دَورِ زماں | نہ ابھی نیند کے ماتوں کو جگانا ہرگز

ہاں سحر رخصت ہو سویرے کہیں اے عیش و نشاط | نہیں اِس دَور میں یاں تیرا ٹھکانا ہرگز

کبھی اے علم و ہنر گھر تھا تمہارا دِلّی ! | ہم کو بھولے ہو تو گھر بھول نہ جانا ہرگز

شاعری مر چکی اب زندہ نہ ہوگی یارو | یاد کر کر کے اسے جی نہ کڑھانا ہرگز

غالبؔ و شیفتہؔ و نیّرؔ و آزردہؔ و ذوقؔ | اب دکھائیگا یہ شکلیں نہ زمانا ہرگز

مومنؔ و علویؔ و صہبائیؔ و ممنونؔ کے بعد | شعر کا نام نہ لے گا کوئی دانا ہرگز

کر دیا مَر کے یگانوں نے یگانہ ہم کو | ورنہ یاں کوئی نہ تھا ہم میں یگانا ہرگز

داغؔ و مجروحؔ کو سُن لو کہ پھر اس گلشن میں | نہ سُنے گا کوئی بلبل کا ترانا ہرگز

رات آخر ہوئی اور بزم ہوئی زیر و زبر[1] | اب نہ دیکھوگے کبھی لُطفِ شبانہ ہرگز

بزم ماتم تو نہیں بزمِ سخن ہے حالیؔ ! | یاں مناسب نہیں رو رو کے رُلانا ہرگز

رنجش و التفات[2] و ناز و نیاز[3] | ہم نے دیکھے بہت نشیب و فراز[4]

عشق کی آنچ[5] اُس میں پاتا ہوں | دل ذرا جس کا دیکھتا ہوں گداز

---

۱ درہم برہم۔ منتشر ؛ ۲ مہربانی ؛ ۳ حاجت مندی ؛ ۴ اونچ نیچ ؛
۵ چنگاری۔ آگ ؛

شیخ! اللہ رے تیری عیاری کس توجہ سے پڑھ رہا ہے نماز
اِک پتنے کی جو ہم نے کہدی آج رنگ واعظ کا کر گیا پرواز[1]
ہم کو نسبت پہ فخر ہے تیری تو گئی بھول ہم کو خاکِ حجاز[2]
آج مُنکر بھی ناچ اُٹھیں گے گر مغنّی کی ہے یہی آواز

قطعہ
۱ خیر ہے اَے فلک کہ چار طرف چل رہی ہیں ہوائیں کچھ ناساز[3]
۲ رنگ بدلا ہُوا ہے عالم کا! ہیں دگرگوں زمانے کے انداز[4]
۳ ہوتے جلتے ہیں زور مند ضعیف بنتے جاتے ہیں مبتذل[5] ممتاز[6]
۴ چھپتے پھرتے ہیں کبک و تیہو سے[7] گھونسلوں میں عقاب اور شہباز
۵ ہے نہتّوں کو رہ گزر میں خطر رہزنوں نے کئے ہیں ہاتھ دراز
۶ ڈڑیوں کا ہے کھیتوں پہ ہجوم بھیڑیوں کے ہیں خوں میں تر لب آز[8]
۷ ناتوانوں پہ گِدھ ہیں منڈلاتے گھاٹیوں پہ ہیں جبر[9] تیر انداز
۸ تشنۂ خوں ہیں بھو کے شیروں کے حیلہ گر روبہوں کے عشوۂ ناز
۹ دشمنوں کے ہیں دوست خود جاسوس اور یاروں کے یار ہیں غمّاز[10]
۱۰ ہوگا انجام دیکھئے کیا کچھ!! ہے پُر آشوب[11] جبکہ یہ آغاز

---

[1] اڑنا یعنی اس کا رنگ اُڑ گیا۔ [2] عرب۔ [3] ناموافق۔ [4] اطوار طریقے۔ [5] رذیل۔ ذلیل۔ کمینے۔ [6] معزز۔ [7] چکور اور تیتر۔ [8] حرص۔ [9] نامرد۔ ہیجڑے۔ [10] چغلخور۔ [11] افسوسناک۔

غیب سے آ رہی ہے کچھ آواز ۱۱ ئے ابھی تک کھلی نہیں لیکن

موج حائل[1] ہے اور ہوا ناساز ۱۲ وقت نازک ہے اپنے بیڑے پر

یا گیا کشمکش میں ڈوب جہاز ۱۳ یا تھپیڑے ہوا کے لے ابھرے[2]

نہیں جس کا شریک اور انباز[3] ۱۴ کام اسے اپنے سونپ دو حالی

چارہ یاں کیا ہے غیر عجز و نیاز[4] ۱۵ ہے وہ مالک ڈبوئے خواہ ترائے

## س

جاذبِ رحمت[5] ہے مقناطیسِ عصیاں اپنے پاس!

رکھتے ہیں عاصی[6] کمندِ صیدِ غفراں[7] اپنے پاس

عاجزوں سے مقتدر کرتے ہیں اکثر درگزر

عجز اپنا ہے کلیدِ باغِ رضواں اپنے پاس

ہو گئی گر کچھ سمجھنے میں خطا فرمان کے

عذر خواہ اپنا ہے خود فرمانِ سلطاں اپنے پاس

بام بتلایا بلند، اور نارسا بخشی کمند

رکھتے ہیں ہم معذوری پہ برہاں[8] اپنے پاس

---

۱ مخالف اور رستے میں رکاوٹ پیدا کرنیوالا۔ ۲ بچا دیا۔ ۳ ہمسر۔ شریک نظیر۔ ۴ تسلیم و رضا۔ عاجزی و انکساری۔ خدا کی مرضی پہ رہنا۔ ۵ خدا کی رحمت کو کھینچنے والا۔ ۶ گنہگار۔ ۷ بخشش۔ رحمت۔ گناہوں کا معاف کر۔ ۸ دلیل۔

خاک میں ہم نے رلا رکھی ہے اکسیر اپنی آپ
ورنہ ہے ہر درد کا موجود درماں اپنے پاس

دستبرد[1] اہرمن کا جس کو کچھ کھٹکا نہیں
ہے بحمد اللہ وہ مُہرِ سلیماں اپنے پاس

دیکھنا حالی نہ دینا وضعِ فطرت کو بدل!
ہے یہ دستاویز استخلافِ[2] رحماں اپنے پاس

چھیڑ اب نہ اے تصورِ مژگانِ یار بس
کافی ہے خارِ خارِ غمِ روزگار بس

یہ غم نہیں ہے وہ جسے کوئی بٹا سکے
غمخواری اپنی رہنے دے اے غمگسار بس

ہر داغِ فصلِ گل کی نشانی ہے اے صبا
گلگشت[3] کو بہت ہے دلِ داغدار بس

ڈر ہے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نہ جائیں
اے آسیائے[4] گردشِ لیل و نہار بس

دیں غیر دشمنی کا ہماری خیال چھوڑ
یاں دشمنی کے واسطے کافی ہیں یار بس

آتا نہیں نظر کہ یہ ہو رات اب سحر
کی نیند کیوں حرام بس اے انتظار بس

تھوڑی ہے رات اور کہانی بہت بڑی
حالی نکل سکیں گے نہ دل کے بخار بس

## ش

اک ہم کو مہم بر سرِ ایام ہے درپیش
بنتا نظر آتا نہیں جو کام ہے درپیش

---

[1] لوٹ کھسوٹ ۔ [2] خلافت۔ نیابت ۔ [3] باغ کی سیر ۔ [4] زمانے کی گردش کی چکی ۔

غفلت ہے کہ گھیرے ہوئے ہی چار طرف سے | اور معرکہ گردشِ ایام ہے در پیش

وُہ دِن گئے جب تھا مرضِ صعب[1] کا آغاز | اب اُس مرضِ صعب کا انجام ہے در پیش

گو صبح بھی تھی روزِ مصیبت کی قیامت | پر صبح تو جوں توں کٹی اب شام ہے در پیش

وُہ وقت گیا نشہ تھا زوروں پہ جب اپنا | اب وقتِ خمارِ مئے گلفام ہے در پیش

اُمیدِ شفا کا تو جواب آ ہی چکا ہے | اب موت کا سُننا ہمیں پیغام ہے در پیش

جی اُس کا کبھی کام میں لگتا نہیں زنہار

ظاہر ہے کہ حالی کو کوئی کام ہے در پیش

ص

ہر بشر سے اسکی مختص[2] ہیں عطائیں خاص خاص | ہر مرض کو راس[3] ہیں جیسے دوائیں خاص خاص

دِل تو اپنا پھر چکا ہے زالِ دنیا سے مگر | رہزنِ دل ہیں ابھی اسکی ادائیں خاص خاص

گو زمانہ نے بھلا دی دِل سے اپنے فصلِ گُل | یاد ہیں لیکن وُہ بلبل کی صدائیں خاص خاص

زہد و تقویٰ سے نہیں ہوتیں دعائیں مستجاب[4] | وقت ہیں کچھ خاص خاص اور ہیں ادائیں خاص خاص

یوں تو ہے امید سب کچھ پر نہ ہو شاید معاف

وُہ جو کی ہیں ہم نے اے حالی خطائیں خاص خاص

درد اور درد کی ہے سب کے دوا ایک ہی شخص | یاں ہے جلاد و مسیحا بخدا ایک ہی شخص

حور و غلماں کے لئے لائیں دِل آخر کس کا | ہونے دیتا نہیں یاں عہدہ برا[5] ایک ہی شخص

---

[1] سخت۔ [2] مخصوص۔ خاص کیا گیا۔ [3] موافق۔ [4] قبول۔ [5] فرض پورا کرنیکے قابل۔

قافلے گزریں وہاں کیونکہ سلامت، واعظ — ہو جہاں راہزن اور راہنما ایک ہی شخص

قیس سا پھر کوئی اُٹھا نہ بنی عامر[1] میں — فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

جمگھٹے دیکھے ہیں جن لوگوں کے اِن آنکھوں نے — آج ویسا کوئی دے ہم کو دِکھا ایک ہی شخص

گھر میں برکت ہے مگر فیض ہے جاری شب و روز — کچھ سہی شیخ! مگر ہے بخدا ایک ہی شخص

اعتراضوں کا زمانے کے ہے حالی یہ نچوڑ!
شاعر اب ساری خدائی میں ہی کیا ایک ہی شخص

## ض

عشق کو ترکِ جنوں سے کیا غرض — چرخِ گرداں کو سکوں سی کیا غرض

دِل میں ہے اے خضر گر صدقِ طلب[2] — راہرو کو رہنموں[3] سے کیا غرض!

حاجیو! ہے ہم کو گھر والے[4] سے کام — گھر کے محراب و ستوں سی کیا غرض!

گنگنا کر آپ رو پڑتے ہیں جو! — ان کو چنگ و ارغنوں[5] سی کیا غرض!

نیک کہنا نیک جس کو دیکھنا — ہم کو تفتیشِ دروں سی کیا غرض!

دوست ہیں جب زخم دل سی بیخبر — ان کو اپنے اشکِ خوں سی کیا غرض

عشق سے ہے مجتنب[6] زاہد عبث — شیر کو صیدِ زبوں[7] سے کیا غرض

---

[1] عامر کا خاندان جس سے مجنوں پیدا ہوا تھا۔ اِسی لئے اُسے قیس عامری کہتے ہیں۔ [2] خدا کو ڈھونڈنے کی سچی خواہش اور تلاش۔ [3] راستہ دکھلانے والا۔ راہنما۔ [4] مراد خدا سے ہے۔ [5] باجا۔ [6] پرہیز کرنیوالا۔ پرے پرے رہنے والا۔ [7] بُرا شکار۔ پہلے ہی مارا ہوا شکار۔

کر چُکا جب شیخ تسخیرِ قلوب[1] — اب اُسے دُنیائے دُوں سے کیا غرض

آئے ہو حالی پئے تسلیم یاں
آپ کو چُوں[2] و چگوں سے کیا غرض

دوست کا ناروا نہیں اعراض[3] — دوستوں ہی کا کام ہے اغماض[4]

چاہیئے ایک سب کا ہو مقصود — گو ہوں سب کی جُدا جُدا اغراض

یاد ہیں تیری سب کو بھول گئے — کھو دیئے ایک دُکھ نے سب امراض

دیکھئے تو بھی خوش ہے یا ناخوش — اور تو ہم سے سب ہیں کچھ ناراض

لا اُبالی بان یعاتبنی — کُلّ ناسٍ وَ اَنتَ عَنّی رَاضٍ

منعمو[5]! بذلِ خیر میں یہ دریغ — اپنا مطلب اور اس پہ سو اغماض

حق میں اپنوں کے سخت ممسک[7] ہیں — جو کہ اوروں کے حق میں ہیں فیاض[8]

رائے ہے کچھ علیل[9] سی تیری — نبض اپنی بھی دیکھ لے نباض[10]

وعظ میں گل کرتے ہیں واعظ — مُنہ میں اِن کے زباں ہے یا مقراض

ہے فقیہوں میں اور ہم میں نزاع[11] — ھَل لنا فی نزاعنا من قاض

---

[1] دِلوں کو جیتنا۔ [2] نکتہ چینی۔ بحث مباحثہ۔ [3] منہ پھیرنا۔ رکھائی دکھلانا۔ رُوگردانی کرنا۔ [4] پردہ پوشی۔ راز پر پردہ ڈالنا۔ [5] سخاوت کرنے والے۔ سخی۔ امیر لوگ۔ [6] انعام۔ بخشش۔ جود۔ سخا۔ [7] کنجوس۔ [8] سخی۔ [9] بودا۔ کمزور۔ [10] حکیم۔ نبض دیکھنے والا۔ [11] جھگڑا۔ مخمصہ۔

ہے ریاضت پہ ناز کیا زاہد　　خارکش[1] تجھ سے ہے سوا مرتاض[2]

شیخ کی تھی یہ آخری تلقین!　　چاہیئے زر تو اس سے کر اعراض[3]

ایسی غزلیں سنی نہ تھیں حالی!
یہ نکالی کہاں سے تم نے بیاض[4]

## ط

رات گزری ہو چکا دورِ نشاط　　طے ہوئی بس اب کوئی دم میں بساط

دل سے خوشیاں ہو گئیں اب گوشہ گیر[5]　　نام تھا شاید جوانی کا نشاط

دن اب بدل منقبض رہنے کے ہیں　　ہو چکا ہونا تھا جو کچھ انبساط

غنچہ چٹکا[6] اور آ پہنچی خزاں　　فصلِ گل کی تھی فقط اتنی بساط[7]

زینۂ منبر ہے لغزش کی جگہ　　جانیو واعظ اسے راہِ صراط[8]

تو بھی کھانے میں نہیں محتاط شیخ　　ہم کریں پینے میں کیوں پھر احتیاط

کوچ کی حالی کرو تیاریاں!
ہے قویٰ[9] میں دمبدم اب انحطاط[10]

---

۱ لکڑیوں اور کانٹوں کا بوجھ اٹھانے والا ؛ ۲ ریاضت کرنیوالا ؛ ۳ سختی برداشت کرنیوالا ؛ ۴ انکار۔ پرہیز ؛ ۵ نوٹ بک۔ کاپی۔ وُہ نوٹ بک جس میں شاعر اپنے شعر لکھ رکھتا ہے۔ ۶ کنارہ کش یعنی کنارہ اختیار کرنیوالی ؛ ۷ غم میں رہنے کے ؛ ۸ کِھلا ؛ ۸ فرش۔ بچھاؤ ؛ ۹ سیدھی باریک راہ جو تلوار کی طرح تیز قرآن میں بتائی گئی ہے ؛ ۱۰ اعضا ؛ ۱۱ زوال ؛

## ظ

چھپے ہیں حریفوں میں احرار واعظ! ؎ بُرا کہہ نہ رندوں کو زنہار واعظ

سدا قہر ہی قہر ہے عاصیوں پر! ؎ نہ ستّار[1] ہے تو نہ غفّار[2] واعظ

نکل آئے گی میکشی کی بھی حلّت[3]! ؎ کوئی مل گیا گر ہمیں یار واعظ

کوئی بات دیکھی نہیں تجھ میں لیکن! ؎ سُنا ہے کہ ہوتے ہیں عیّار واعظ

ہمیں اور بھی تجھ سے کرتے ہیں بدظن ؎ یہ جُبّہ[4] یہ ریش اور یہ دستار واعظ

نہ چھوڑیگا زیور گھروں میں نہ زر تو ؎ یہی ہے اگر حسنِ گفتار واعظ

مسلماں نہ ہم کاش حالی کو کہتے!
ہوئے بات کہہ کر گنہگار واعظ

## ع

اے بہارِ زندگانی الوداع ؎ اے شباب اے شادمانی الوداع

اے بیاضِ[5] صبحِ پیری السّلام ؎ اے شبِ[6] قدرِ جوانی الوداع

السلام اے قاصدِ مُلکِ بقا ؎ الوداع اے عمرِ فانی الوداع

روزگارِ ضعف و سستی الصّلاۓ ؎ وقتِ سعی و جانفشانی الوداع

فرصتِ عشق و جوانی الفراق ؎ قطعہ دَورِ عیش و کامرانی الوداع

---

[1] پردہ پوشی کرنیوالا - عیب چھپانے والا ؛ [2] بخشنے والا - رحمت کرنیوالا ؛ [3] حلال ہونا - جائز ہونا ؛ [4] فقیروں کا لباس - چوغہ ؛ [5] پیری کی صبح کی سفیدی مراد بڑھاپے کے سفید بالوں سے ہے ؛ [6] [illegible] آؤ ؛

تجھ کو سمجھے تھے نعیم[1] جاوداں ۲ اے نعیم جاودانی الوداع
تیرے جاتے ہی گئیں سب خوبیاں ۲ اے خدا کی مہربانی الوداع
آ لگا حالی کنارے پر جہاز!
الوداع اے زندگانی الوداع

## غ

کل کبک[2] سے چمن میں یہ کہتا تھا اک زاغ[3] دیکھا اس خرام ناز پہ اتنا نہ کر دماغ[4]
ہے تاک میں عقاب تو شہباز گھات میں حملے سے یاں اجل کے نہیں ایک دم فراغ[5]
یارب نگاہِ بد سے چمن کو بچائیو! بلبل بہت ہے دیکھکے پھولوں کو باغ باغ
دو چار گام نقش قدم مل کے رہ گئے! آگے چلا نہ آہوئے مشکیں کا کچھ سراغ
آئیں پیئیں وہ شوق سی جو اہل ظرف ہوں ساقی بھرے کھڑا ہے مئے لعل سی ایاغ[6]
جنگل میں تختۂ[7] گل خود رو کو دیکھکر! تازہ ہوا زمانے کی ناقدریوں کا داغ
حالی بھی پڑھنے آئے تھے کچھ بزم شعر میں
باری تب اُن کی آئی کہ گل ہو گئے چراغ

## ف

حق نہ مُلا نے کچھ بتایا صاف آور نہ صوفی نے کچھ دکھایا صاف

---

[1] ہمیشہ کی رہنے والی نعمت ؛ [2] چکور ؛ [3] کوا ؛ [4] تکبر۔ غرور ؛ [5] فرصت
[6] پیالہ ؛ [7] کیاری

آنکھ اپنی ہی جب تلک نہ کھُلی ! مہرِ روشن نظر نہ آیا صاف
کبھی دشمن سے بھی نہ کھٹکے ہم صاف تھے آپ سب کو پایا صاف
زاہدو ! ہم تو تھے ہی آلُودہ تم کو بھی ہم نے کچھ نہ پایا صاف

کیوں فقیہوں سے رُک گئے حالی
بھید تم نے نہ کچھ بتایا صاف

## ق

نہ ہم ہیں یار کی محفل میں بار[1] کے لائق نہ اپنا کلبۂ احزان[2] ہے یار کے لائق
کریگا کیا ترا کحل الجواہر[3] اے کحّال[4] ! نہیں یہ آنکھ ہی دیدارِ یار کے لائق
مکانِ عاریتی[5] اور لباس بوسیدہ[6] بہت ہے زندگیِ مستعار[7] کے لائق
غرور و حرص ہیں زیور عروسِ دُنیا کے بناؤ تھے یہی اس نابکار کے لائق
کرے گی بادِ بہار آکے اب کسے سرسبز رہا نہ باغ قدوم[8] بہار کے لائق
بس اب ہے فضلۂ[9] روباہ و گرگ پر گزراں رہا نہ شیر ژیاں[10] خود شکار کے لائق
گناہ کا عذر کریں محتسب ہم آنکھوں سے ہمارے جرم ہوں گر اعتذار[11] کے لائق

---

[1] پیش ہونے کے لائق۔ رسائی ؛ [2] رنج و مصیبت سے بھری ہوئی کوٹھڑی یعنی عاشق کا گھر ؛ [3] موتیوں کا پسا ہوا سرمہ ؛ [4] سرمہ بنانے والا ؛ [5] تھوڑی دیر کے لئے لی ہوئی۔ مانگی ہوئی ؛ [6] پھٹا۔ پرانا ؛ [7] ادھار ؛ [8] قدموں۔ [9] بچا کھچا ؛ [10] ہیبت ناک ؛ [11] عذر ؛

گرہ میں دام نہ دفتر میں نام ہے حالیؔ
تمہیں تو شہر میں ہو اعتبار کے لائق !

یہ ہم نے مانا کہ تم میں ہنر ہنر بھی ہیں کچھ کچھ
مگر نہیں کوئی خوبی شمار کے لائق !

## ک

دلوں کا کھوٹ اگر کہیئے برملا اِک ایک
تو آشنا سے ہو بیگانہ آشنا اِک ایک

سلامتی کو وہاں قافلوں کی رو بیٹھیں
جہاں ہے رہزنِ خلق و رہنما اِک ایک

زمانہ پھر نظر آتا ہے کچھ ترقی پر
بنا ہے غوثِ[1] زماں آجکل گدا اِک ایک

رہا ہوں رِند بھی اے شیخ ! پارسا بھی ہیں
مری نگاہ میں ہے رِند و پارسا اِک ایک

وفا کی ایک تجھی سے اُمید ہے اُس وقت
کہ یار یار سے ہو جائیگا جدا اک ایک

چھپا کے اس سے قصور اپنے ہم بہت شرمائے
جب آپ منہ سے لگی بولنے خطا اِک ایک

ہُوا نہ ایک بھی حق اُسکی بندگی کا ادا !!
کیا ہے جس نے بحقِ خواجگی[2] ادا اِک ایک

امیرِ حاج[3] کی ہمت میں گر نہ آئے قصور[4]
تو موجِ بحر ہے کشتی کی ناخدا اِک ایک

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب کرنے دفتر کو
ورق جب اس کا اُڑا لیگئی ہوا اک ایک

بہار نے بھی نہ بلبل تری بجھائی آگ !
جگر کے پار ہے اب تک تری نوا اک ایک

وہ عشق ہے نہ جوانی وہ تو ہے اب نہ وہ ہم !
پہ دل پہ نقش ہے اب تک تری صدا اک ایک

---

[1] فریادرس ۔ [2] مالک ہونے کا ۔ [3] حاجیوں کی جماعت کا لیڈر ۔ [4] نقص ۔

نہ ہم رہیں گے نہ حالیؔ پہ دلخراش جہاں
رہے گی حالیؔ دلگیر کی صدا اک آیک

## گ

عالمِ آزادگاں ہے اِک جہاں سب سے الگ!
ہے زمیں اُن کی اَور اُن کا آسماں سب سے الگ

پاک ہیں آلائشوں میں بندشوں میں بے لگاؤ
رہتے ہیں دُنیا میں سب کے درمیاں سب سے الگ

دوست کے ہیں جاں نثار اپنا ہو یا بیگانہ ہو
ہے عشیرہ[1] اور اُن کا دُودماں[2] سب سے الگ

سب کی سُن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں
ہے کوئی بھیدی اَور اُنکا رازداں سب سے الگ

جانچتے اَوروں کو ہیں خود لے کے اپنا امتحاں
رکھتے ہیں اپنا طریقِ امتحاں سب سے الگ

اِک چمن بہرِ تفرّج[3] رکھتے ہیں زیرِ بغل!
رَوضہ[4] و بُستان و فردوسُ جناں سب سے الگ

کلبۂ[5] احزان ہے رَوشن ان کا جس مہتاب سے

---

[1] کنبہ۔ قبیلہ ، [2] خاندان [3] سیر۔ تماشا۔ تفریح ، [4] باغ وغیرہ ، [5] رنج و مصیبت کوٹھری

ہے وُہ نورِ مہر و ماہ و کہکشاں سب سے الگ

سیکڑوں پھندوں میں یاں جکڑا ہوُا ہے بند بند

پر ٹٹولے کوئی دِل اُن کا تو واں سب سے الگ

شاعروں کے، ہیں سب اندازِ سخن دیکھے ہوئے

دردمندوں کا ہے دُکھڑا اور بیاں سب سے الگ

مال ہے نایاب پر گاہک ہیں اکثر بیخبر!

شہر میں کھولی ہے حالی نے دکاں سب سے الگ

صلح[1] ہے اِک مہلتِ سامانِ جنگ — کرتے ہیں بھرنے کو یاں خالی تفنگ

عہدِ گیتی پر نہ بھولیں کامراں! — آخر اس کی آشتی لائے گی رنگ

علم کیا۔ اخلاق کیا۔ ہتھیار کیا — سب بشر کے مار رکھنے کے ہیں ڈھنگ

روکیئے بدخو کو بدخوئی سے کیوں — آپ اپنی خو سے آجائے گا تنگ

زہد و طاعت پر جوانوں کی نہ جاؤ — یہ بھی ہے اک نوجوانی کی ترنگ

پاکبازوں کو نہیں کچھ قید وضع — جو ہیں اچھے اُن پہ سب کھلتے[2] ہیں رنگ

کام کا شاید زمانہ ہو چکا!! — دل میں اب اٹھتی نہیں کوئی اُمنگ

وُہ عجائب اب نظر آتے ہیں کھیل — دیکھ پہلے جن کو رہ جاتے تھے دنگ

---

[1] صلح۔ سازگاری۔ موافقت ؛ [2] اچھے لگتے ہیں ؛

کاوشوں[1] سے پرورش پاتی ہے رُوح — اب لگا[2] کھایا پیا سب آ کے انگ
عقل شاید ملک میں باقی ہے کچھ! — ہے ابھی کچھ حاصلِ افیون اَور بھنگ
بڑھ گیا ہے رحمِ انسانی بہت — ہوگی ایجاد اب نئی توپ و تفنگ
قوم کو حالیؔ نہیں راس اتفاق — پھوٹ ہی کا بس کھلیگا ہمپہ رنگ

## ل

ہو گئے ہیں ہم ہی کچھ اَور آج کل — یا زمانہ ہی گیا یارب بدل!!
رہ گئے ہیں کچھ کچھ آثارِ سلف — اَور ابھی ہونا ہے شاید مبتذل
اک سنبھلتے ہم نظر آتے نہیں — ورنہ گر گر کر گئے لاکھوں سنبھل
کب تک آخر ٹھہر سکتا ہے وہ گھر — آ گیا بنیاد میں جس کی خلل
ناؤ ڈُوبے یا کہیں کھیوا[3] ہو پار — تیری حد بھی ہے کچھ اے طولِ امل[4]
اب لگاؤ پود[5] کچھ اپنی نئی! — لا چکے پودے بہت اگلوں کے پھل
دیکھئے نبھتا ہی کب تک پاسِ وضع — ہم نہ بدلے اَور گیا عالم بدل
کوششوں میں کچھ مزا آتا نہیں — وقت کوشش کا گیا شاید نکل
اب سنو حالیؔ کے نوحے[6] عمر بھر — ہو چکا ہنگامۂ مدح[7] و غزل[8]

---

[1] تکالیف مصیبتوں۔ [2] یعنی اب سب کھایا پیا سپھل ہوا۔ انگ لگنا۔ کام میں آنا۔ [3] بیڑا پار ہو یا کشتی کنارے لگے۔ [4] امید کا لمبا ہونا۔ یعنی بہت لمبی آس رکھنا۔ [5] بیل ابوٹے۔ پودے۔ جڑ۔ [6] موت پر لکھی ہوئی نظمیں۔ [7] تعریف میں لکھی ہوئی نظم۔ [8] عشقیہ نظم۔

# م

مدرسہ میں دہر کے رُو بر قفا[1] بیٹھے تھے ہم — اُٹھے بس ویسے ہی کورے جیسے جا بیٹھے تھے ہم

پھر وہی ہم ہیں کہ ہر عشوہ پہ ہیں کافر کے لوٹ! — زالِ دُنیا[2] سے ابھی ہو کر خفا بیٹھے تھے ہم

صحبتیں اہلِ ورع[3] کی سب گئیں نظروں سے گر — بزمِ رنداں میں یونہیں اک رُو جا بیٹھے تھے ہم

شیخ دُنیا کی حقیقت رہ کے دُنیا میں کھُلی — ورنہ دہوکا دُور سے دیکھ اُس کو کھا بیٹھے تھے ہم

ہم نہ تھے آگاہ واعظ زشت خوئی[4] سے تری — آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم

سعی کا انجام پہلے ہی سے آتا تھا نظر — ہاتھ ساحل ہی پہ بیڑے سے اُٹھا بیٹھے تھے ہم

ہم سے خود دُنیا ہی پتیائی[5] نہ حالی ورنہ یاں
دین تک دُنیا کی قسمت میں لگا بیٹھے تھے ہم

خوبیاں اپنے میں گو بے انتہا پاتے ہیں ہم — پر ہر اک خوبی میں داغ اک عیب کا پاتے ہیں ہم

خوف کا کوئی نشاں ظاہر نہیں افعال سے — گو کہ دِل میں متّصل خوفِ خدا پاتے ہیں ہم

کرتے ہیں طاعت تو کچھ خواہاں نمائش کے نہیں — پر گنہ چھپ چھپ کے کرنے میں مزا پاتے ہیں ہم

دیدۂ دِل کو خیانت سے نہیں رکھ سکتے باز — گرچہ دست و پا کو اکثر بے خطا پاتے ہیں ہم

دِل میں درد عشق نے مدت سے کر رکھا ہے گھر — پر اُسے آلودہ حرص و ہوا[6] پاتے ہیں ہم

ہو کے نادم جرم سے پھر جرم کرتے ہیں وہی — جرم سے گو آپ کو نادم سدا پاتے ہیں ہم

ہیں فدا اُن دوستوں پر جن میں ہو صدق و صفا — پر بہت کم آپ میں صدق و صفا پاتے ہیں ہم

---

[1] پیٹھ کیطرف منہ کر کے ۔ [2] اِس بوڑھی دنیا سے ابھی ہم رنجیدہ ہو کر بیٹھے تھے۔ کہ پھر اس کے جادو اور دلفریبیوں میں گرفتار ہو گئے ۔ [3] پرہیزگار لوگ ۔ [4] بری طبیعت۔ بری عادت ۔ [5] اعتبار کرنا۔ بھروسہ کرنا ۔ [6] دنیا کے لالچ سے گناہ کیا ہوا ۔

گو کسی کو آپ سے ہونے نہیں دیتے خفا — اک جہاں سے آپ کو لیکن خفا پاتے ہیں ہم

جانتے اپنے سوا سب کو ہیں بے مہر و وفا — اپنے ہیں گر شمہ[1] مہر و وفا پاتے ہیں ہم

بخل[2] سے منسوب کرتے ہیں زمانے کو سدا — گر کبھی توفیقِ ایثار[3] و عطا پاتے ہیں ہم

ہو اگر مقصد میں ناکامی تو کر سکتے ہیں صبر — دردِ خود کامی[4] کو لیکن بے دوا پاتے ہیں ہم

ٹھہرتے جاتے ہیں جتنے چشمِ عالم میں بھلے — حالِ نفسِ دُوں کا اُتنا ہی بُرا پاتے ہیں ہم

جس قدر جھک جھک کے ملتے ہیں بزرگ و خرد سے — کبر و ناز اُتنا ہی اپنے میں سوا پاتے ہیں ہم

گو بھلائی کر کے ہمجلسوں سے خوش ہوتا ہے جی — تہ نشین اِس میں مگر دُردِ ریا[5] پاتے ہیں ہم

ہے ردائے[6] نیکنامی دوش پر اپنے مگر — داغ رسوائی کے کچھ زیرِ ردا پاتے ہیں ہم

راہ کے طالب ہیں پر بے راہ پڑتے ہیں قدم — دیکھئے کیا ڈھونڈتے ہیں اور کیا پاتے ہیں ہم

نو رُسکے ہم نے گِلے دیکھے ہیں اے حالیؔ مگر
رنگ کچھ تیری الاپوں میں نیا پاتے ہیں ہم

آگے بڑھے نہ قصّہ عشقِ بُتاں سے ہم — سب کچھ کہا مگر نہ کھلے رازداں سے ہم

اب بھاگتے ہیں سایۂ عشقِ بتاں سے ہم — کچھ دل سے ہیں ڈرے ہوئے کچھ آسماں سے ہم

خودرفتگیٔ شب کا مزا بھولتا نہیں — آئے ہیں آج آپ میں یارب کہاں سے ہم

دردِ فراق رشکِ عدو تک گراں نہیں — تنگ آگئے ہیں اپنے دلِ شادماں سے ہم

---

[1] ذرّہ بھر بھی۔ [2] کنجوسی۔ [3] قربانی۔ بے غرضی۔ [4] خود غرضی۔ [5] فریب کی تلچھٹ یعنی دل میں فریب جما ہوا۔ [6] چادر۔

جنّت ہیں تو نہیں اگر اے زخم تیغ عشق | بدلیں گے تجھ کو زندگیٔ جاوداں سے ہم
لینے دو چین کوئی دم اے منکر[1] و نکیر | آئے ہیں آج چھوٹ کے قیدِ گراں سے ہم
ہنستے ہیں اس کے گریۂ بے اختیار پر | بھولے ہیں بات کہہ کے کوئی رازداں سے ہم
اب شوق سے بگاڑ کی باتیں کیا کرو | کچھ پا گئے ہیں آپ کی طرزِ ادا سے ہم
دلکش ہر ایک قطعۂ صحرا ہے راہ میں | ملتے ہیں جا کے دیکھئے کب کارواں سے ہم

لذّت ترے کلام میں آئی کہاں سے یہ
پوچھیں گے جا کے حالیؔ جادو بیاں سے ہم

## ن

یاروں کو تجھ سے حالیؔ اب سرگرانیاں[2] ہیں | نیندیں اچاٹتی تیری کہانیاں ہیں
یاد اس کی دل سے دھو دے اے چشم تر تو مانوں | اب دیکھنی مجھے بھی تیری روانیاں ہیں!
بنتے ہیں غیر اپنے ہوتے ہیں رام[3] وحشی | الفت کی بھی جہاں میں کیا حکمرانیاں ہیں
غیبت[4] ہو یا حضوری[5] دونو بری ہیں تیری | جب بدگمانیاں تھیں اب بدزبانیاں ہیں
کہتے ہیں جسکو جنّت وہ اک جھلک ہے تیری | سب واعظوں کی باقی رنگیں بیانیاں ہیں
رحمت تری غذا ہے غصّہ تری ادا ہے | شاہد[6] ہیں ہیں تیری جتنی جانِ جہانیاں ہیں
ہوگا تو پہلے ہوگا اے چرخ مہرباں تو | کچھ ان دنوں تو ہم پر نامہربانیاں ہیں

---

[1] دو فرشتے جو انسان کے اچھے برے کام لکھتے رہتے ہیں۔ [2] غم و غصّہ۔ [3] سدھانا۔ سکھانا۔ زیر کرنا۔ [4] غیر حاضری ہیں۔ [5] سامنے۔ [6] یعنی جہان والے ہر حال میں تم پہ فریفتہ و شیدا ہیں۔

اپنی نظر میں بھی یاں اب تو حقیر ہیں ہم! — بے غیرتی کی یارو اب زندگانیاں ہیں
روتے ہیں چار ہم پر ہنستے ہیں چار ہم پر — یاں تک ہماری پہنچیں اب ناتوانیاں ہیں
ہر حکم پر ہو راضی ہر حال میں رہیں خوش — حصہ میں اب ہمارے یہ شادمانیاں ہیں
خاور[1] سے باختر تک جن کے نشاں تھے برپا — کچھ مقبروں میں باقی ان کی نشانیاں ہیں!
دیکھا نہیں ابھی تک قحط الرّجال[2] تم نے — اِس سے بھی سخت آتیں آگے گرانیاں ہیں!
کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا — کچھ کر لو نوجوانو اُٹھتی جوانیاں ہیں!
فضل و ہنر بڑوں کے گر تم میں ہوں تو جانیں — گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں!

روتے ہیں تیرے حالی لذّت ہے کچھ نرالی!
یہ خوں فشانیاں ہیں یا گُل فشانیاں[3] ہیں!

جب سے سُنی ہے تیری حقیقت چین نہیں اِک آن ہمیں!
اب نہ سُنیں گے ذِکر کسی کا آگے کو ہو گئے کان ہمیں
کچھ روزوں غفلت میں پھرے یاں ڈھونڈتے ہم آسائش کو
کھُل گئی جب دُنیا کی حقیقت کچھ نہ رہا خلجان[4] ہمیں
چل کے اک نئی چال فلک نے کھو دیئے ہوش حریفوں کے
زد سے بچیں یا مات قبولیں[5] اتنے نہیں اوسان[6] نہیں!

---

[1] مشرق سے لے کر مغرب تک۔ [2] اچھے آدمیوں کا گھاٹا۔ [3] پھول بکھیرنا۔ [4] تکلیف و رنج۔ [5] ہار مان لینا۔ [6] ہوش۔

پاس انہیں گر اپنا ذرا ہو۔ جان بھی اپنی ان پہ فدا ہو !!!
کرتے ہیں خود نامنصفیاں اور کہتے ہیں نافرمان ہمیں !
داد طلب[1] سب غیر ہوں جب تو ان میں کسی کا پاس نہ ہو
بتلائی ہے زمانے نے انصاف کی یہ پہچان ہمیں !
صحرا میں کچھ بکریوں کو قصاب چراتا پھرتا تھا
دیکھ کے اس کو سارے تمہارے آ گئے یاد احسان ہمیں
یاں تو بدولت زہد[2] و ورع کے نبھ گئی قاضی عزت سے !
بن نہ پڑا پر کل[3] کے لئے جو کرنا تھا سامان ہمیں
سُر تھے وُہی اور تال وُہی پر راگنی کچھ بے وقت سی تھی
غُل تو بہت یاروں نے مچایا پر گئے اکثر مان ہمیں
غیر سے اب وُہ بیر نہیں اور یار سے اب وُہ پیار نہیں
بس کوئی دن کا اب حالیؔ یاں سمجھو تم مہمان ہمیں

کی تو ہیں ہم نے بھی حالیؔ کوچ کی تیاریاں ! سوجھتی ہیں راہ میں لیکن بہت دشواریاں
خوابِ راحت میں وُہ لذت تیرے اے پیری نہیں جو جوانی میں مزا دیتی تھیں شب بیداریاں[4]
ہیں اگر بیدردیاں اپنوں کی دل کو ناگوار ! ناگوار اُن سے سوا غیروں کی ہیں غمخواریاں
ہے کہیں اقبال کی نوبت کہیں ادبار[5] کی سب کو کرنی ہوں گی پوری اپنی اپنی باریاں

---

[1] انصاف چاہنے والے۔ فریادی۔ [2] پاکبازی۔ پرہیزگاری۔ پارسائی۔ [3] قیامت۔ [4] رات کا جاگنا
[5] بدقسمتی۔

زیست بے عقلوں کو ہو جائے بسر کرنی محال
اتنی بھی اے عاقلو اچھی نہیں ہشیاریاں
بے مزہ ہے اہلِ دیں کی ترشروئی بھی مگر
اس سے پھیکی اہلِ دُنیا کی ہیں ظاہرداریاں
گو طبیعت سے[1] گئے اب مادّے فاسد سب نکل
کم ہوئیں حالیؔ نہ لیکن نفس کی بیماریاں

رازِ دل کی سرِ بازار خبر کرتے ہیں
آج ہم شہر میں خون اپنا ہدر[2] کرتے ہیں
عقل کی بات کوئی ہم نے کہی ہے شاید
جتنے جتنے ہیں سب ہم سے حذر کرتے ہیں
جرم خالق سے سوا پلتے ہیں جرم فقہاء[3]
جب کہ ہم اپنے گناہوں پہ نظر کرتے ہیں
کم سے کم وعظ میں اتنا تو اثر ہو واعظ
بول قوّال[4] کے جو دل میں اثر کرتے ہیں
زہد و طاعت کا سہارا انہیں جب سے زاہد
یادِ اللہ کو ہم آٹھ پہر کرتے ہیں
عیب یہ ہے کہ کرو عیب، ہنر دکھلاؤ
ورنہ یاں عیب تو سب فرد بشر کرتے ہیں
غمزدو! رنج و مصیبت پہ کرو ناز کہ وُہ
دِل دُکھاتے ہیں وہی جس میں کہ گھر کرتے ہیں
جی رکاوٹ سے جو اُن کی کبھی رک جاتا ہے
اِک لگاوٹ ہیں اِدھر سے وہ اُدھر کرتے ہیں
اک یہاں جینے سے بیزار ہمیں ہیں یا رب
یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں
تلخیاں زیست کی تھوڑی سی رہی ہیں باقی
یہ مہم بھی جو خدا چاہے تو سَر[5] کرتے ہیں
قیصر و زار کا یاں پیٹ تو بھر نا معلوم
بس ہماری ہی طرح وُہ بھی گزر کرتے ہیں

---

[1] فساد پیدا کرنے والے یعنی تکلیف دینے والے ۔ [2] خون کا گرانا ۔ [3] فقیہوں کا یعنی شرع پر پابند رہنے والوں کا ۔ [4] گانے والا ۔ [5] فتح ۔

کہیں افطار[1] کا حیلہ تو نہ ہو یہ حالی!

آپ اکثر رمضان[2] میں ہی سفر کرتے ہیں

دیکھنا ہر طرف نہ مجلس میں! رخنے[3] نکلیں گے سینکڑوں اسمیں

کی نصیحت بڑی طرح ناصح! اور اک بس[4] ملا دیا بس میں

ہو نہ بینا[5] تو فرق پھر کیا ہے چشم انسان و چشم نرگس میں

بے قدم دم ہیں خانقاہوں میں بے عمل علم ہیں مدارس میں

دین اور فقر تھے کبھی کچھ چیز! اب دھرا کیا ہے اُنمیں اور اسمیں

نہ ہو قبضے میں جب عنانِ فرس[6] ہیچ ہیں جو ہنر ہیں فارس میں

جس سے نفرت ہے اہل نعمت کو وہی نعمت ہے چشم مفلس میں

ہو فرشتہ بھی تو نہیں انساں درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں

جانور۔ آدمی۔ فرشتہ۔ خدا آدمی کی ہیں سینکڑوں قسمیں

آجکل چرخ صلح جو ہے بہت دیکھئے ہو بگاڑ کس کس میں

کی ہے خلوت[7] پسند حالی نے!!

اب نہ دیکھو گے اس کو مجلس میں

بوالہوس[8] عشق کی لذت سے خبردار نہیں! ہیں مئے ناب کے دلّال، قدح خوار نہیں

شہر میں اُن کے نہیں جنس وفا کی بکری بھاؤ ہیں پوچھتے پھرتے یہ خریدار نہیں

---

[1] روزے کا کھولنا۔ [2] روزوں کا مہینہ۔ [3] نقائص۔ [4] زہر۔ [5] دیکھنے والی۔ [6] گھوڑے کی باگ۔ [7] تنہائی۔ [8] لالچ کا بندہ۔

کون سے وُہ گُلِ رعنا پہ لُٹا سیج نہیں | کونسی نرگسِ شہلا کے وُہ بیمار نہیں!
کبھی لیلےٰ پہ ہیں مفتوں[1] کبھی شیریں پہ فدا | اَور جو پھر دیکھو تو دونو سے سروکار نہیں
اُٹھ نہیں سکتی سزا جرمِ وفا کی اُن سے! | دل پھنسا کر کہیں بنتے وُہ گُنہ گار نہیں
عیش ہیں جان فدا کرنے کو تیار ہیں وُہ | اَور جو ہو کیل[2] کا کھٹکا بھی تو پھر یار نہیں
نت نیا ذائقہ چکھنے کا ہے لپکا[3] اُن کو! | دربدر جھانکنے پھرنے سے انہیں عار نہیں
بوالہوس، کامِ طلب، بندۂ نفس، اہلِ ہوا | ایک عالم ہے اسی رنگ میں دوچار نہیں
دعوئ عشق ومحبت پہ نہ جانا اُن کے! | اُن میں گفتار ہی گفتار ہے کردار[4] نہیں

کہے حالی بھی اگر عاشقِ صادق ہوں میں
کہدو واللہ کہ صادق نہیں زنہار نہیں

پھونکا ہے فصلِ گُل نے صُور[5] آکے پھر چمن میں | اِک حشر سا ہے برپا مرغانِ نغمہ زن میں
بُلبل کے آگ سی کچھ تن من میں لگ رہی ہے | بجلی گری فلک سے یا گُل کھلا چمن، میں
بادِ صبا گئی پھونک کیا جانے کان میں کیا | پھولے نہیں سماتے غنچے جو پیرہن میں
چپ ہے زبانِ سوسن حیراں ہے چشم نرگس | قدرت کا دیکھ جلوہ نسرین ونسترن میں
ہیں اَور تو ادائیں ساری سہی قدوں[6] کی | پڑنی ہے جان باقی بس سرو ونار دن میں
ہے عیدِ اہلِ اسلام یا موسمِ بہاراں! | جنگل بسا ہُوا ہے سب عطرِ یاسمن میں

---

[1] عاشق ۔ [2] میخ ۔ [3] چسکا ۔ [4] عمل ۔ [5] ایک قسم کا بگل جو قیامت کے دن اسرافیل بجائے گا۔ اَور تمام مُردے جاگ اٹھیں گے ۔ [6] سیدھے قد والے خوبصورت معشوقوں کی طرح ۔

منہ سے دُھواں سا اُٹھا لیتے ہی نام اسلام — بارُود بچھ رہی تھی گویا لب و دہن میں
پھر زخم پھوٹ نکلا حالیؔ نہ چھیڑنا تھا — فصلِ خزاں کا قصّہ ذکرِ گل و سمن میں
گو رو چکے ہیں دُکھڑا، سَو بار قوم کا ہم — پر تازگی وُہی ہے اِس قصّۂ کہن میں
وُہ قوم جو جہاں میں کل صدرِ انجمن تھی — تم نے سُنا بھی؟ اُس پر کیا گزری انجمن میں
پائینِ[1] بزم بھی اب ملتی نہیں اُسے جا — روندوں میں ہے وُہ گلبن پھولا تھا جو چمن میں
روبہ کی جون[2] میں ہے مرغوب اب وُہ ملّت! — تھی سہمناک کل تک جو شیر کے بدن[3] میں
وُہ دن گئے کہ حکمت تھی مستند یمن[4] کی — ہے اب بجائے حکمت خاک اُڑ رہی یمن میں
وُہ دن گئے کہ موتی مشہور تھے عدن کے — ہے کال موتیوں کا اب سر بسر عدن میں
قبرِ اویس[5] پر ہے بس فخر اب قرن کو — زندہ اویس کوئی باقی نہیں قرن میں
اس باغ کی خزاں نے کچھ خاک سی اُڑا دی — فصلِ بہار گویا باقی نہ تھی چمن میں

---

۱؎ بزم کے آخری درجے۔ ۲؎ شکل۔ ۳؎ صورت۔ ۴؎ یمن کی نسبت حدیث میں آیا ہے "الایمان یمان والحکمۃ یمانیہ"۔ یعنی ایمان ہے تو یمن کا ہے۔ اور حکمت ہے تو یمن کی ہے۔ اسی بنا پر میر باقر داماد نے اپنے فلسفہ کا نام حکمتِ یمانیہ رکھا ہے۔

۵؎ ایک ولیِ کامل کا نام جو یمن کے قصبۂ قرن کے رہنے والے قبیلۂ قرن سے تھے۔ اسی لئے اویس قرنی کہلاتے ہیں۔ اگرچہ آپ حضرت محمدؐ کے وقت میں ہوئے ہیں۔ لیکن اپنی ضعیفہ والدہ کی خدمت کے باعث باریاب نہ ہو سکے۔ حضرت محمدؐ صاحب کے رُفقا سے تھے۔ ۳۶ھ میں جنگ صفین کے دوران میں شہید ہوئے۔

ڈالی نہ ہوگی آگے اے دَورِ چرخ شاید
جواب کہ تونے ہلچل ڈالی ہے انجمن میں

رُخ اَور بہیر[1] دونوں پھرتی ہیں بے سری سی
گویا امیرِ لشکر مارا گیا ہے رن[2] میں

خُرد و بزرگ سارے ہیں بدحواس گویا
لٹنے کی قافلے کی پہنچی خبر وطن میں

بھولی ہوئی ہیں ڈاریں[3] ہرنوں کی چوکڑی سب
جائیں کدھر کہ ہرسُو دوں[4] لگ رہی ہے بن میں

حاؔلی بس اب نہیں یاں سننے کی تاب باقی
مانا کہ ہے بہت کچھ وسعت ترے سخن میں

نوکِ زباں نے تیری سینوں کو چھید ڈالا
ترکش میں ہے یہ پیکاں یا ہے زباں دہن میں

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں!
اب ٹھہرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہاں!

ہے دَورِ جام اوّلِ شب میں خودی سے دُور
ہوتی ہے آج دیکھئے ہم کو سحر کہاں

یارب اس اختلاط کا انجام ہو بخیر
تھا اس کو ہم سے ربط مگر اسقدر کہاں

اِک عمر چاہیئے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذتِ زخمِ جگر کہاں

بس ہو چکا بیان کسل[5] و رنجِ راہ کا!
خط کا مرے جواب ہے اے نامہ بر کہاں

کون و مکاں سے ہے دلِ وحشی کنارہ گیر
اس خانماں خراب نے ڈھونڈا ہے گھر کہاں

ہم جس پہ مر رہے ہیں وُہ ہے بات ہی کچھ اَور
عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تُو مگر کہاں

ہوتی نہیں قبول دُعا ترکِ عشق کی!
دل چاہتا نہ ہو تو زباں میں اثر کہاں

---

[1] فوج کے متعلقین۔ اَور سامانِ فوج۔ شطرنج کے مہرے بھی ہوتے ہیں۔ [2] لڑائی کے میدان میں۔ [3] قافلے۔ گلّے۔ [4] آگ لگنا۔ پیاس لگنا۔ [5] تھکاوٹ۔ تکلیف۔

حالیؔ نشاطِ نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب!
آئے ہو وقتِ صبح رہے رات بھر کہاں

پیا ہم نے نہ جامِ بے کدورت بزمِ دوراں میں — خزاں کو لیگئے ہمراہ گر پہنچے گلستاں میں
نہیں کچھ منحصر دل بستگی زلفِ پریشاں میں!! — جو دل چاہے تو اُلجھے اِک غبارِ دودِ پیچاں[1] میں
اگر چھوڑا کمندِ جذبۂ عشقِ زلیخا نے — نہ رہنے دیگا حُسنِ خودنما یوسف کو کنعاں میں
تصوّر نے بھلایا تیرے ذوقِ شادی و غم کو — نہ کچھ کلفت ہے زنداں میں نہ کچھ راحت شبستاں میں
خوشی میں بھی نہیں رہنا خوش آتا ایک حالت پر — کہاں تک جی نہ گھبرائے الٰہی دردِ ہجراں میں
زباں تقریر سے قاصر قلم تحریر سے عاجز — نہ پوچھو ہم سے کیا دیکھا ہے ہم نے بزمِ زنداں میں
فلک سے جیتے جی معلوم ملنا کامِ دل[2] اے خضر — سوائے طولِ حسرت کیا دھرا ہے آبِ حیواں[3] میں
نہ چھوڑیگی محبت یار سے ناکام عاشق کو — نسیمِ مصر کو آنا ہے اِک دن بیتِ احزاں میں
گل و نسریں تو کیا فرقت میں جی تک چھوٹ جاتا ہے — ہمارا بھی کبھی لگتا تھا دل سیرِ گلستاں میں
بہت دن چاہئیں یوسف کو تا پہنچے زلیخا تک — نکل کر چاہِ کنعاں سے ابھی رہنا ہے زنداں میں

نہ دی غیرت نے حالیؔ فرصتِ سیرِ جہاں اک دم
رہے ہم شہر میں ایسے کہ تھے گویا بیاباں میں

اب وہ اگلا سا التفات نہیں! — جس پہ بھولے تھے ہم وہ بات نہیں
مجھ کو تم سے پر اعتمادِ وفا — تم کو مجھ سے پر التفات نہیں
رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ — زندگی موت ہے حیات نہیں

---

[1] دھوئیں کی پیچ و تاب کی زلفیں ۔ [2] دل کی تمنا ۔ [3] آبِ حیات ۔

یونہی گزرے تو سہل ہے لیکن! — فرصتِ غم کو بھی ثبات[1] نہیں

کوئی دلسوز ہو تو کیجے بیاں! — سرسری دل کی واردات نہیں

ذرہ ذرہ ہے مظہرِ خورشید[2] — جاگ اے آنکھ دن ہے رات نہیں

قیس ہو کوہکن ہو یا حالیؔ!

عاشقی کچھ کسی کی ذات نہیں

کچھ ہنسی کھیل سنبھلنا غمِ ہجراں میں نہیں — چاکِ دل میں ہے مرے جو کہ گریباں میں نہیں

کھو دیا یاس نے ذوقِ خلشِ فکرِ وصال! — اک مزا تھا سو وہ اب کاوشِ پنہاں[3] میں نہیں

ہم نے کی سیرِ چمن غور سے اے بلبلِ زار — بات جچتی ہوئی کوئی گل و ریحاں میں نہیں

عشق نے مصر میں سو بار زلیخا سے کہا — فتنۂ دہر ہے جو حسن وہ کنعاں میں نہیں

محتسب[4] صدق و صفا یاں ہے انہیں کے دم تک — مصلحت برہمیٔ صحبتِ رنداں میں نہیں

یاں بھی ہے کون مکاں سے دلِ وحشی آزاد! — جسکو ہم قید سمجھتے ہیں وہ زنداں میں نہیں

ٹھہرتے ٹھہرتے دل یونہی ٹھہر جائے گا! — بات جو آج ہے وہ کل غمِ ہجراں میں نہیں

کس طرح اسکی لگاوٹ کو بناوٹ سمجھوں! — خط میں لکھا ہو وہ القاب جو عنواں میں نہیں

دی ہے واعظ نے کن آداب کی تکلیف نہ پوچھ — ایسے الجھاؤ ترے کاکلِ پیچاں[5] میں نہیں

آدمی ہو تو کبھی پاسِ محبت کے نہ جائے — اب بھی کہتے ہیں کہ ہم غیر کے نقصان میں نہیں

بیقراری تھی سب اُمیدِ ملاقات کے ساتھ — اب وہ اگلی سی درازی شبِ ہجراں میں نہیں

---

۱؎ قیام۔ قرار ۔ ۲؎ سورج کی آب و تاب کو ظاہر کرنیوالا ۔ ۳؎ دل کی مصیبت یعنی عشق ۔ ۴؎ یعنی اے محتسب صرف شراب نوشوں کی بدولت دنیا میں صدق و صفا موجود ہے اسلیئے انکی محفل کو برہم کرنا اچھا نہیں ۔ ۵؎ پیچیدار زلفیں ۔

حالیؔ زار کو کہتے ہیں کہ ہے شاہد[1] باز
یہ تو آثار کچھ اِس مردِ مسلماں میں نہیں

غمِ فرقت ہی میں مرنا ہو تو دشوار نہیں — شادیٔ وصل بھی عاشق کو سزاوار[2] نہیں
خوبروئی کے لئے زشتیٔ خو بھی ہے ضرور — سچ تو یہ ہے کہ کوئی تجھ سا طرحدار نہیں
قول دینے میں تامّل[3] نہ قسم سے انکار — ہم کو سچّا نظر آتا کوئی اقرار نہیں
کل خرابات میں اِک گوشہ سے آتی تھی صدا — دل میں سب کچھ ہے مگر رخصتِ[4] گفتار نہیں
حق ہوا کِس سے ادا اس کی وفاداری کا! — جس کے نزدیک جفا باعثِ آزار نہیں
دیکھتے ہیں کہ پہنچتی ہے وہاں کونسی راہ — کعبہ و دَیر سے کچھ ہم کو سروکار نہیں

ہونگے قائل وُہ ابھی مطلعِ ثانی سُن کر
جو تعلّی[5] میں یہ کہتے ہیں کہ تکرار نہیں

ہَیں تو مَیں غیر کو مرنے سے اب انکار نہیں — اک قیامت ہے ترے ہاتھ میں تلوار نہیں (ق)
کچھ پتا منزلِ مقصود کا پایا ہم نے — جب یہ جانا کہ ہمیں طاقتِ گفتار نہیں
چشمِ بد دُور بہت پھرتے ہیں اغیار کیساتھ — غیرتِ عشق سے اب تک وہ خبردار نہیں
ہو چکا ناز اُٹھانے میں ہی لو کام تمام — لِلّٰہِ الحمد کہ باہم کوئی تکرار[6] نہیں
مدتوں رشک نے اغیار سے مِلنے نہ دیا — دِل نے آخر یہ دیا حکم کہ کچھ عار نہیں!
اہلِ مقصود کا ہر چیز میں ملتا ہے پتا — ورنہ ہم اَور کِسی شے کے طلبگار نہیں

بات جو دِل میں چھپائے نہیں بنتی حالیؔ

---

۱؎ عاشق ۔ ۲؎ لائق ۔ ۳؎ جھجک تاخیر ۔ ۴؎ کہنے کی اجازت ۔ ۵؎ شیخی ۔ ڈینگ ۔ لاف ۔ ۶؎ جھگڑا

سخت مشکل ہے کہ وُہ قابلِ اظہار نہیں

وحشت میں تھا خیالِ گُل و یاسمن کہاں
لائی ہے بوئے اُنس نسیمِ چمن کہاں!

ہے بندگی کے ساتھ یہاں ذوقِ دید بھی
جائیگا دَیر چھوڑ کے اب برہمن کہاں

اہلِ طریق جس کو سمجھتے ہیں زادِ راہ
واں دخل دستبرد[1] کو اے راہزن کہاں

فصلِ خزاں کمیں میں ہے صیاد گھات میں
مرغِ چمن کو فرصتِ سیرِ چمن کہاں

لاتا ہے دِل کو وجد میں اک حرف آشنا
لے جائے ہم کو دیکھئے ذوقِ سخن کہاں

جی ڈھونڈتا ہے بزمِ طرب میں انہیں مگر
وُہ آئے انجمن میں توپھر انجمن کہاں

دِل ہوگیا ہے لذتِ غربت سے آشنا
اب ہم کہاں ہوائے نشاطِ چمن کہاں

کہتا ہے خیر ہم بھی سہی دشمن آپ کے!
شکوے کو لیگیا ہے وہ بیداد[2] فن کہاں

روکا بہت کل آپ کو حالیؔ نے واں مگر
جاتا ہے محوِ شوق کا دیوانہ پن کہاں

کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں!!
مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں!

قفس میں جی نہیں لگتا کسی طرح
لگا دو[3] آگ کوئی آشیاں میں!

کوئی دِن بوالہوس بھی شاد ہولیں
دھرا کیا ہے اشاراتِ نہاں میں!

کہاں انجام آپہنچا وفا کا!
کھُلا جاتا ہے اب کے امتحاں میں

نیا[4] ہے لیجئے جب نام اُس کا
بہت وسعت ہے میری داستاں میں

---

[1] لوٹ کھسوٹ ۔ [2] ظالم ۔ [3] کیونکہ دِل ہر وقت آشیاں میں لگا رہتا ہے اسلئے اگر آشیانہ جلا دیا جائے تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے۔ اور آشیانے کے فکر وفاقے سے فراغت ملجائے۔ [4] یعنی ہر وقت اور نام لیا جاتا ہے

دلِ پُر درد سے کچھ کام لوں گا ۔۔۔ اگر فرصت ملی مجھ کو جہاں میں

بہت جی خوش ہوا حالیؔ سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں!

۹

مرے دل میں ہو گو مجھ سے نہاں ہو ۔۔۔ مجھے بھی ڈھونڈ لینا تم جہاں ہو!

نہ چھیڑوں تذکرہ وصلِ عدو کا ۔۔۔ اگر ہے سمعِ[1] مبارک پر گراں ہو

تقاضائے محبت ہے۔ وگرنہ ۔۔۔ مجھے اور جھوٹ کا تم پر گماں ہو

بہت بے قدر ہوں محفل میں تیری ۔۔۔ کہیں ناخواندہ[2] تُو بھی میہماں ہو

مجھے ڈالا ہے سَو وہم و گماں میں ۔۔۔ بہت کیوں آج مجھ پر مہرباں ہو

کمر خوں پر ہمارے باندھ رکھے ۔۔۔ جسے سُننی ہماری داستاں ہو

مؤثر ہے بہت حالیؔ ترا وعظ!
کل اُس کے سامنے بھی کچھ بیاں ہو

حکم ہے پیرِ مغاں کا کہ جوانی نہ گنواؤ ۔۔۔ خیر کفارۂ[3] عصیاں ہے پیؤ اور پلاؤ

دل کو کس طرح سمجھئے کہ وُہی ہے یہ دِل ۔۔۔ وُہ امیدیں ہیں نہ ارماں وہ امنگیں ہیں نہ چاؤ

یار کو یار سمجھتا ہے نہ تو غیر کو غیر ۔۔۔ تُو تو اچھا ہے مگر تیرے بُرے ہیں برتاؤ

دوست ہوں جسکے ہزاروں وہ کسی کا نہیں دوست ۔۔۔ سچ بتا تجھکو کسی سے بھی ہے دُنیا میں لگاؤ[4]

---

۱ کان ۔ ۲ بن بلائے ہوئے ۔ ۳ بدلہ ۔ معاوضہ گناہوں کا ۔ ۴ محبت ۔

تو ہی برقِ جہاں سوز ہے بن خواہ نہ بن
ہے برابر ترا بے ساختہ پن اور بناؤ

ایک ہی دوست اور اس سے ہمیں چھوٹ آتے ہو
ناصحو! اب ہمیں دشمن کہیں یا دوست بتاؤ؟

ہوگیا ذکرِ قیامت تو اجیرن[1] واعظ
باتیں کچھ اور کرو قصہ کوئی اور سناؤ

تجھ کو اے ابرِ بلا دیکھ کے جی چھوٹ گیا
ایک ہی بار تم اے بادلو اس طرح نہ چھاؤ

پہنچ اے خضر کہ ہے وقت مددگاری کا!
ڈگمگاتی ہے بہت دیر سے منجدھار میں ناؤ

دیکھیں کس طرح نہ سرسبز ہو پھر کشتِ امید[2]
آؤ اور ندیاں آج آنسوؤں کی رل کے بہاؤ

اے شرافت تجھے بکنا ہے اگر مفت تو بک
آج کل تیجئے کیا ہے یہی بازار کا بھاؤ

قافلے ساتھ کے جا پہنچے حرم کے لگ بھگ
وقت اب ہاتھ سے جاتا ہے جو آتے ہو تو آؤ

اسکے نالوں نے کیا بزم کو آخر بے لطف
ہم نہ کہتے تھے کہ حالیؔ کو نہ محفل میں بلاؤ

۵۵

درِ فیضِ حق[3] بند جب تھا نہ اب کچھ!
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

ہر اک کو نہیں ملتی یاں بھیک زاہد
بہت جانچ[4] لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

کچھ اور آؤ بن کر تم اے میر و مرزا
نہیں پوچھتے یاں حسب اور نسب کچھ

یہ طبلِ تہی[5] ہیں جو بنکارتے ہیں!
جنہیں کچھ خبر ہے وہ کہتے ہیں کب کچھ

---

۱ بارِ خاطر۔ ۲ امید کی کھیتی۔ ۳ خدا کی بخشش کا دروازہ۔ ۴ پڑتال کرنا۔ ۵ خالی ڈھول ہی ہے۔ جو شور مچاتا ہے۔ یعنی تھوتھا چنا باجے گھنا۔

دبا تُو نے یاں جس بہانے سے چاہا — ہنر کام آیا نہ عِلم و ادب کچھ

ہے افسردہ مجلس کی خِسّت[1] سے واعظ — وُہ گرمائے گا یہ بسیجیں گے جب کچھ

تُم اپنی سی کہنی تھی جو کہہ چُکے سب — نہیں ناصحو! تُم پہ الزام اب کچھ

یہ ہے منبرِ مجلس کہ چینی کی مُورت — ٹٹولو تو ہیچ اور جو دیکھو تو سب کچھ

کوئی لقمہ چرب ناکا ہے شاید
یہ حالیؔ کی عزت نہیں بے سبب کچھ

بڑھاؤ نہ آپس میں مِلّت زیادہ — مبادا[2] کہ ہو جائے نفرت زیادہ

تکلّف عِلامت ہے بیگانگی کی — نہ ڈالو تکلّف کی عادت زیادہ

کرو دوستو پہلے آپ اپنی عزت — جو چاہو کریں لوگ عزت زیادہ

نکالو نہ رخنے نسب میں کسی کے — نہیں اس سے کوئی رذالت زیادہ

کرو عِلم سے اِکتسابِ شرافت — نجابت[3] سے ہے یہ شرافت زیادہ

فراغت سے دُنیا میں دم بھر نہ بیٹھو — اگر چاہتے ہو فراغت زیادہ

جہاں رام[4] ہوتا ہے میٹھی زبان سے — نہیں لگتی کچھ اِس میں دولت زیادہ

مُصیبت کا اِک اِک سے احوال کہنا — مُصیبت سے ہے یہ مُصیبت زیادہ

کرو ذکر کم اپنی داد و دہش[5] کا — مبادا کہ ثابت ہو خِسّت زیادہ

پھر اوروں کی تکتے پھرو گے سخاوت — بڑھاؤ نہ حد سے سخاوت زیادہ

---

[1] کمینگی ۔ [2] ایسا نہ ہو کہ ۔ [3] خاندانی بزرگی ۔ [4] قابو میں ۔ مسخر ۔ [5] خیرات وغیرہ ۔

| | |
|---|---|
| کہیں دوست تم سے نہ ہو جائیں بدظن[1] | جتاؤ نہ اپنی محبت زیادہ |
| جو چاہو فقیری میں عزت زیادہ | نہ رکھو امیروں سے ملت[2] زیادہ |
| وہ افلاس اپنا چھپاتے ہیں گویا | جو دولت سے کرتے ہیں نفرت زیادہ |
| نہیں چھپنے عیب اتنی ثروت سے تیرے | خدا دے تجھے خواجہ ثروت زیادہ |
| ہے الفت بھی وحشت بھی دنیا سے لازم | پہ الفت زیادہ نہ وحشت زیادہ |
| فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا | مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ |

---

| | |
|---|---|
| بکے مفت یاں ہم زمانے کے ہاتھوں | جو دیکھا تو تھی یہ بھی قیمت زیادہ |
| ہوئی عمر دنیا کے دھندوں میں آخر | نہیں بس اب اے عقل مہلت زیادہ |

غزل میں وہ رنگت نہیں تیری حالیؔ

الاپیں نہ بس آپ دھرپت[3] زیادہ

| | |
|---|---|
| حقیقت محرمِ اسرار[4] سے پوچھ | مزا انگور کا مے خوار سے پوچھ |
| وفا اغیار کی اغیار سے سن | مری الفت در و دیوار سے پوچھ |
| ہماری آہ بے تاثیر کا حال | کچھ اپنے دل سے کچھ اغیار سے پوچھ |
| دلوں میں ڈالنا ذوقِ اسیری | کمندِ گیسوئے خمدار سے پوچھ |
| دلِ مہجور سے سن لذتِ وصل | نشاط[5] عافیت بیمار سے پوچھ |
| نہیں جز گریہ و غم ساحلِ عشق | ہماری چشم دریا بار[6] سے پوچھ |

---

۱ بدگمان ۔ ۲ میل ملاپ ۔ ۳ ایک قسم کا ہندی راگ ۔ ۴ بھیدوں کے جاننے والے سے ۔
۵ خوشی ۔ ۶ آنسوؤں کے سمندر میں بہا دینے والی آنکھ ۔

نہیں آبِ بقا جُز جلوۂ دوست  کسی لبِ[1] تشنۂ دیدار سے پُوچھ
فریبِ وعدۂ دیدار کی قدر  شہیدِ خنجرِ[2] اِنکار سے پُوچھ
فغانِ شوق کو مانع نہیں وصل  یہ نکتہ عندلیبِ زار سے پُوچھ
تصوّر میں کیا کرتے ہیں جو ہم  وُہ تصویرِ خیالِ یار سے پُوچھ
متاع[3] بے بہا ہے شعرِ حالیؔ
میری قیمت میری گفتار سے پُوچھ

## ی

ہے اُن کی دوستی پر، ہم کو تو بدگمانی  وُہ ہم کو دوست سمجھیں یہ اُن کی مہربانی
بے جُرم کوئی آخر کب تک سُنے ملامت  ناصح سے ہم کو اپنی کہنی پڑی کہانی
عاشق کے دِلکو ٹھنڈک جو نیری آگ میں ہے  دیتا نہیں وُہ لذّت پیاسے کو سرد پانی
اُمیدِ وصل سے ہے کچھ جی چھڑائے دیتا  جو کچھ سُنا ہے ہم نے مشاطہ کی زبانی
ہر حکم پر ہوں راضی ہر حال میں رہیں خوش  کچھ ہے اگر تو یہ ہے دُنیا میں شادمانی
صبر و سکون سے ہم کو یہ بھی نبیڑنے دے  تھوڑی سی رہ گئی ہے اے کاہشِ نہانی
پھر یہ بنائے[5] ہستی ہے تیرے بعد ویراں  ہے تو بھی اب غنیمت اے ضعفِ ناتوانی
دیکھا جمالِ جاناں آنکھوں نے اور دِل نے  کیا جانے کس ادا سے کی اُس نے دِلستانی
اِک نکتہ کے بیاں سے سر بر نہ ہو گے حالیؔ

---

[1] محبوب کے دیدار کے پیاسے ۔ [2] جس کو دیدار کے اِنکار کے خنجر سے ذبح کیا گیا ہو ۔ [3] قیمتی چیز ۔ [4] سر کو سنوارنے والی نائن ۔ [5] عمارت ۔

## چلتا نہیں کسی کا یاں لافِ نکتہ دانی

کہدو کوئی ساقی سے کہ ہم مرتے ہیں پیاسے
گر مے نہیں، دے زہر ہی کا جام بلا سے

جو کچھ ہے سو ہے اُس کے تغافل کی شکایت
قاصد سے ہے تکرار نہ جھگڑا ہے صبا سے

دلالہ نے امید دلائی تو ہے لیکن
دیتے نہیں کچھ دِل کو تسلّی یہ دِلاسے

ہے وصل تو تقدیر کے ہاتھ اَے شہِ خُوباں
یاں ہیں تو فقط تیری محبت کے ہیں پیاسے

پیاسے تیرے سرگشتہ ہیں جو راہِ طلب میں
ہونٹوں کو وُہ کرتے ہیں تر آبِ بقا سے

در گزرے دوا سے تو بھروسے پہ دُعا کے
در گزریں دُعا سے بھی دُعا ہے یہ خُدا سے

اِک درد ہو بس آٹھ پہر دِل میں کہ جس کو
تخفیف[1] دوا سے ہو نہ تسکین دُعا سے

حالیؔ دِل انسان میں ہے گم دولت کونین
شرمندہ ہوں کیوں غیر کے احسان و عطا سے

جب وقت پڑے دیجئے دستک درِ دِل پر
جھکئے فقرا سے نہ جھجکئے[2] امراء سے

بلبل و قمری میں ہے جھگڑا کہ چمن کس کا ہے
کل بتا دے گی خزاں کہ یہ وطن کس کا ہے

فیصلہ گردشِ دَوراں نے کیا ہے سو بار
مرو کس کا ہے بدخشان و ختن کس کا ہے

دم سے یوسف کے جب آباد تھا یعقوب کا گھر
چرخ کہتا تھا کہ یہ بیتِ حزن[3] کس کا ہے

مطمئن اس سے مسلماں نہ مسیحی نہ یہود
دوست کیا جانئے یہ چرخِ کہن کس کا ہے

واعظ اِک عیب سے تو پاک ہے یا ذاتِ خُدا
ورنہ بے عیب زمانہ میں چلن کس کا ہے

---

[1] کم ہونا ۔ [2] دبنا ۔ [3] رنج کا گھر ۔

آج کچھ اور دِلوں سے ہے سِوا استغراق[1] | عزم تسخیر پھر اے شیخ زمن کس کا ہے
آنکھ پڑتی ہے ہر اک اہلِ نظر کی تم پر | تم میں روپ اے گُل ونسرین دہمن کس کا ہے
عشق اُدھر عقل اِدھر دُھن میں چلے ہیں تیری | رستہ اب دیکھیے دونوں میں کٹھن کس کا ہے
شان دیکھی نہیں گر تُو نے چمن میں اس کی | ولولہ تجھ میں یہ اے مرغِ چمن کس کا ہے

ہیں فصاحت میں مثل واعظ و حالی دونوں
دیکھنا یہ ہے کہ بے لاگ سخن کس کا ہے

ہوا کچھ اور ہی عالم میں چلتی جاتی ہے | ہنر کی عیب کی صورت بدلتی جاتی ہے
عجب نہیں کہ رہے نیک و بد میں کچھ نہ تمیز | کہ جو بدی ہے وہ سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے
سپاہ و میر سپاہ[2] باغ باغ ہیں لیکن | بہیر[3] روتی ہے اور ہاتھ ملتی جاتی ہے
کہا جو میں نے وفا کرتے آئے ہیں احباب | کہا زمانے کی عادت بدلتی جاتی ہے
قلق انہیں نہیں گر دوستوں سے چھٹنے کا | طبیعت اپنی بھی کچھ کچھ سنبھلتی جاتی ہے
بہت سے کھو دیئے خلجانِ بینوائی نے | ضرورت ایک کے بعد ایک ٹلتی جاتی ہے
ہوئے ہیں بارِ امانت سے تیرے سب عاجز | زمین بھی اپنے خزانے اُگلتی جاتی ہے
اڑے گی خاک تقدس[4] کی اب سر بازار | فقیہہ و شیخ میں جوتی اچھلتی جاتی ہے

نہ خوف مرنے سے جب تھا نہ اب ہے کچھ حالی
کچھ اِک جھجک تھی سو وہ بھی نکلتی جاتی ہے

---

[1] انہماک، مستی۔ [2] سپہ سالار۔ [3] فوج کے متعلقین اور سامان فوج۔ [4] پاکبازی اور پرہیزگاری

بُری اور بھلی سب گذر جائے گی — یہ کشتی یُونہی پار اُتر جائے گی
ملے گا نہ گلچیں کو گُل کا پتہ! — ہر اک پنکھڑی یُوں بکھر جائے گی
رہیں گے نہ ملاح یہ دِن سدا — کوئی دِن میں گنگا اُتر جائے گی
اِدھر ایک ہم اور زمانہ اُدھر — یہ بازی تو سو بسوئے[1] ہر جائیگی
بناوٹ کی شیخی نہیں رہتی شیخ! — یہ عزت تو جائے گی پر جائے گی
نہ پُوری ہوئی ہیں اُمیدیں نہ ہوں — یُونہی عمر ساری گذر جائے گی

سُنیں گے نہ حالی کی کب تک صدا
یہی ایک دِن کام کر جائے گی

سلف کی دیکھ رکھو راستی اور راست اخلاقی — کہ اُنکے دیکھنے والے ابھی کچھ لوگ ہیں باقی
نہیں خالی ضرر سے وحشیوں کی لُوٹ بھی لیکن — حذر اِس لُوٹ[2] سے جو لُوٹ ہے علمی و اخلاقی
نہ گُل چھوڑے نہ برگ و بار چھوڑے تُونے گلشن میں — یہ گلچینی ہے یا اُلٹش[3] ہے گلچیں یا ہے قزاقی
کمال کفش دوزی علم افلاطوں سے بہتر ہے — یہ وُہ نکتہ ہے سمجھے جس کو مشائی[4] نہ اشراقی
رہی دانائی آخر غالب آکر پہلوانی پر — گئے چین مان سب چینی و فرغانی و قبچاقی
ہمارے ظرف ہی انعام کے قابل نہیں ورنہ — لنڈھائے خم پہ خم غیروں پہ کیوں ممسک[5] ہو کر ساقی

---

۱؎ بیگھہ کا بیسواں حصہ۔ زمین کا حصہ ٭ ۲؎ لُوٹ کھسوٹ ٭ ۳؎ پاپوش یا جوتیوں کا سینا ٭
۴؎ دو قسم کے فلسفے کے پیرووں کو کہتے ہیں ٭ ۵؎ کنجوس ٭

مدارج کوشش و تدبیر کے سب ہو چکے حالیؔ
لطیفہ رہ گیا ہے دیکھنا اک غیب کا باقی

اہلِ معنی کو ہے لازم سُخن آرائی بھی — بزم میں اہلِ نظر بھی ہیں تماشائی بھی
اپنے اور غیر کے حق کی نہیں کچھ رکھتے تمیز — اس میں شہری بھی ہیں کوہی[1] بھی ہیں صحرائی بھی
آنکھ سب ایک کھُلی رکھتے ہیں اور ایک مُندھی — اِس میں مسلم بھی ہیں ہندو بھی ہیں عیسائی بھی
جو چھپاتے ہیں حق اندیشۂ رسوائی سے — گھات میں اُن کے لگی بیٹھی ہے رسوائی بھی
دوست گر بھائی نہ ہو دوست ہے تو بھی لیکن — بھائی گر دوست نہیں تو نہیں کچھ بھائی بھی
اے غمِ دوست تجھی پر نہ نہیں اپنی گزران — کچھ فتوح[2] اس کے سوا اور ہے بالائی بھی
دِل غنی رکھتے ہیں اے دولتِ دُنیا جو لوگ — تیور اُن کے کبھی تو دیکھ کے شرمائی بھی
عقل ہے اپنی حماقت کے چھپانے کی راہیں — جن میں کچھ ساتھ حماقت کے ہے خود رائی بھی
عقل اور حُسن یہ جن کے بھری مجلس ہو گواہ — اِن کو خود رائی بھی پھبتی ہے خود آرائی بھی
مِلنے دے گی نہ اجل ہم سے انہیں جی بھر کر — فرصت اے دوستو دُنیا سے اگر پائی بھی

جی گئے ہم، پہ رہے مُردوں[3] سے بدتر حالیؔ
دیکھ لی ہم نے طبیبوں کی مسیحائی بھی

رہا کھُل کے زاہد کا زہد ریائی — بنائی بہت بات پر بن نہ آئی
بُرائی ہے رِندوں میں بھی شیخ لیکن — کہاں یہ بُرائی کہاں وہ بُرائی

---

[1] پہاڑ کے رہنے والے ۔ [2] فتوح بالائی یعنی اُوپر کی آمدنی مراد غمِ دُنیا و غمِ زن و فرزند وغیرہ ۔
[3] اپنے دائم المریض ہونے کی طرف اشارہ ہے ۔

گناہوں سے بچنے کی صورت نہیں جب — عبادت میں کیوں جان ناحق کھپائی

رُکا ہاتھ جب بن گئے پارسا تُم — نہیں پارسائی یہ ہے نارسائی

بڑا آپ کو وُہ سمجھتا ہے ہم سے — سوا اس سے مُنعم[۱] میں کیا ہے بڑائی

جو کہئے تو جھوٹی جو سُنئے تو سچی — خوشامد بھی ہم نے عجب چیز پائی

ہوئی آکے پیری میں قدرِ جوانی — سمجھ ہم کو آئی یہ نا وقت آئی

وہی جو کہ کرتا ہے رائی کو پربت — وُہ پربت کو بھی کر دکھاتا ہے رائی

جوانی میں عاشق تھے اب ہم ہیں ناصح — جو داں دل پہ کی تھی تو یاں مُنہ کی کھائی

قیاس آپ پر سب کو کرتے ہیں حالی

نہیں اب بھی اچھوں سے خالی خُدائی

وصل کا اب بھی دلِ زار تمنّائی ہے — نہ ملاقات ہے جس سے نہ شناسائی ہے

قطع اُمید نے دل کر دئیے یکسو صد شُکر — شکل مُدّت میں یہ اللہ نے دکھلائی ہے

قوّتِ دستِ خدائی ہے شکیبائی میں — وقت جب آکے پڑا ہے یہی کام آئی ہے

ڈر نہیں غیر کا جو کچھ ہے سو اپنا ڈر ہے — ہم نے جب کھائی ہے اپنے ہی سے زک کھائی ہے

نشہ میں چُور نہ ہوں، جھانجھ[۲] میں مخمور نہ ہوں — پند یہ پیرِ خرابات نے فرمائی ہے

نظر آتی نہیں اب دل میں تمنّا کوئی! — بعد مدّت کے تمنا میری بر آئی ہے

بات سچی کہی اور اُنگلیاں اُٹھیں سب کی

سچ میں حالی کوئی رسوائی سی رسوائی ہے

---

[۱] امیر آدمی ۔ [۲] غصہ ۔

اُتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے — جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے

سامنے ہے موت کا ہونا محبت سے دوچار — آئے اِس میدان میں زاہد اگر کچھ جان[1] ہے

دیکھ اے بُلبل ذرا گلبن کو آنکھیں کھول کر — پھول میں گر آن ہے کانٹے میں بھی اِک شان ہے

عقل پھیلی پر نہ سمٹی حرص و آزِ انسان کی — لے نہ اب نام آدمیت کا اگر انسان ہے

چیونٹوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق — آدمی کا آدمی دشمن خُدا کی شان ہے

تُجھ میں جوت اے شمع ہے کس برقِ عالم سوز کی — جان و دِل سے تجھ پہ پروانہ جو یوں قربان ہے

دِل میں حالی کے رہے باقی نہ بس ارمان کچھ
جی میں ہے کچھ اب اگر باقی تو یہ ارمان ہے

تُم میں وہ سوز نہ تم میں ہے وہ ایمان باقی — رہ گیا کیا ہے اب اے گبر و مسلمان باقی

بزمِ دعوت میں رسائی ہوئی اپنی اُس وقت — میزبان جب نہ رہا کوئی نہ مہمان باقی

حق ادا اِک نگۂ لطف کا ہو گا کیوں کر — دِل و دیں لے چکے اور ہے ابھی احسان باقی

ظاہرا درد ہی اُلفت کا نہیں چارہ پذیر[2] — ورنہ چھوڑا نہیں ہم نے کوئی درماں باقی

توشہ[3] موجود ہے حالی نہ سواری نہ رفیق
ابھی کرنے ہیں بہت کوچ کے ساماں باقی

جب یہ کہتا ہوں کہ بس دُنیا پہ اب تُف کیجئے — نفس کہتا ہے ابھی چندے توقف[4] کیجئے

---

[1] حوصلہ۔طاقت ۔ [2] قابلِ عِلاج ۔ [3] زادِ راہ ۔ [4] ٹھہرنا ۔

واں رسائی ہے صبا کی اور نہ قاصد کو ہے بار[1]
اس سے آخر کس طرح پیدا تعارف[2] کیجئے

ضبط کیجے درد دل تو ضبط کی طاقت نہیں
اور کھلا جاتا ہے رازِ دل اگر اُف کیجئے

دوست کے تیور ہیں ہم ہر رنگ میں پہچانتے
بے تکلف ملیے ہم سے، یا تکلف کیجئے

جب یہ عقبیٰ مل گئی دنیا ہے پھر سہل الوصول[3]
نسیخ لگتے ہاتھ اس پر بھی تصرف[4] کیجئے

وقت تھا جو کام کا حالی گنوا بیٹھے اسے
جائیے اب عمر بھر بیٹھے تأسف[5] کیجئے

تو یہ حضرت کی یونہی اک دودھ کا سا ہے اُبال
ہم دکھا دیں گے ذرا دم بھر توقف کیجئے

فکرِ فردا کی گلے پڑ گئی عادت کیسی
جان کو ہم نے لگائی ہے یہ علت[6] کیسی

جب خزاں ہو گئی آخر تو رہا بیمِ خزاں
جن کی قسمت میں ہو کلفت[7] انہیں راحت کیسی

جی کا اُلفت کو سمجھتے تھے ہم اک بہلاوا
وہ تو آفت تھی ہمارے لئے اُلفت کیسی

جیتے جی رکھ نہ فراغت کی توقع ناداں
قیدِ ہستی میں مری جان فراغت کیسی

عیب جوئی سے نہیں خلق کی دم بھر فارغ
جن کو کچھ کام نہیں یاں انہیں فرصت کیسی

جو حقیقت سے ہیں آگاہ تیری اے دنیا!
وہ نہیں جانتے ہوتی ہے مصیبت کیسی

جانتا ہے وہی دل پر ہے گزرتی جس کے
ہم کہیں کس سے کہ درپیش ہے حالت کیسی

ہم نے ازل سے پڑھی ہے یہ کتاب آخر تک
ہم سے پوچھے کوئی ہوتی ہے محبت کیسی

---

[1] حضوری۔ پہنچ۔ رسائی ۔ [2] راہ و رسم میل جول۔ ملاقات ۔ [3] آسانی سے حاصل ہونے والی ۔
[4] ہاتھ مارنا۔ اپنے قابو میں لانا ۔ [5] افسوس ۔ [6] بیماری ۔ [7] تکلیف ۔

جبکہ رہتا نہیں قابو میں دل اپنے ناصح　　وحی[1] بھی کام نہیں کرتی نصیحت کیسی

نظر آتا ہے یہ پہلے ہی سے حالیؔ انجام
یار کی میں بھی کہوں ہے یہ عنایت کیسی

سعی ہے بہتر تن آسانی[2] مری　　کفر سے بدتر مسلمانی مری

تھا نہ محتاج سبب عفو کریم[3]!　　کچھ نہ کام آئی پشیمانی مری

خلد میں بھی گر رہی یاد اُس کی زلف　　کم نہ ہو شاید پریشانی مری

ہے لباس جسم تک مجھ پر گراں[4]　　دور جا پہنچی ہے عُریانی مری

مانع گلگشت ہے بیم خزاں　　موت کرتی ہے نگہبانی مری

قدر نعمت ہے بقدر انتظار　　حشر پر ٹھہری ہے مہمانی مری

خندہ زن ہے اس مسلمانی پہ کفر
جیسی ہے حالیؔ مسلمانی مری

پردے محبت سے وصل میں بھی درمیاں رہے　　شکوے وہ سب سنا گئے اور مہرباں رہے

کیا کیا ہیں دل میں دبکے ارمان بھرے ہوئے　　ہم میزباں نہیں جو کوئی میہماں رہے

حرماں[5] میں ہاتھ سے نہ دیا رشتہ اُمید　　اب تک تو ہم جہاں میں بہت شادماں رہے

پوچھی گئی نہ بات کہیں پاس وضع کی!　　اتنے ہی ہم سُبک ہوئے جتنے گراں رہے

---

[1] خدا کا کلام ۔ [2] آرام طلبی ۔ [3] خدا کی رحمت ۔ [4] بھاری ۔
[5] افسوس ۔ رنج ۔

دَیر و حرم کو تیرے فسانوں سے بھر دیا — اپنے رقیب آپ رہے ہم جہاں رہے

دارا و جم کو تیرے گداؤں پر رشک ہے — برزخِ متاعِ عشقِ الٰہی گداںؔ رہے

حالیؔ سے مِل کے ہو گئے تُم افسردہ دِل بہت
اگلے سے ولولے وُہ اَب اِس میں کہاں رہے

کل مُدعی کو آپ پہ کیا کیا گماں رہے — بات اس کی کاٹتے رہے اور ہمزباں رہے

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا! — ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

یا کھینچ لائے دَیر سے رِندوں کو اہلِ واعظ — یا آپ بھی مُلازمِ پیرِ مُغاں رہے

وصلِ مدام سے بھی ہماری بُجھی نہ پیاس — ڈوبے ہم آبِ خِضر میں اور نیمجاں رہے

کل کی خبر غلط ہو تو جھُوٹے کا روسیاہ — تُم مدعی کے گھر گئے اور میہماں رہے

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام — کِشتی کِسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

حالیؔ کے بعد کوئی نہ ہمدرد بچھڑ مِلا!
کچھ راز تھے کہ دِل میں ہمارے نہاں رہے

حقِ وفا کے جو ہم جتانے لگے — آپ کچھ کہہ کے مُسکرانے لگے

تھا یہاں دِل میں طعنِ وصلِ عدو — عذر ان کی زباں پر آنے لگے

ہم کو جینا پڑے گا فرقت میں — وُہ اگر ہمت آزمانے لگے

ڈر ہے میری زبان نہ کھُل جائے — اَب وُہ باتیں بہت بنانے لگے

جان بچتی نظر نہیں آتی — غیر اُلفت بہت جتانے لگے

---

ا ے مہینگا پ

تُم کو کرنا پڑے گا عذرِ جفا     ہم اگر دردِ دِل سُنانے لگے

سخت مُشکل ہے شیوۂ تسلیم     ہم بھی آخر کو جی چُرانے لگے

جی بسں ہے، یوں کہ فضائے پیرِ مُغاں     قافلے پھر حرم کو جانے لگے

سِرِ باطن[1] کو فاش کر یا رب !     اہلِ ظاہر بہُت ستانے لگے

وقتِ رُخصت تھا سخت حالی پر

ہم بھی بیٹھے تھے جب وُہ جانے لگے

حشر تک پھر یاں شکیبا[2] چاہیئے     کب ملیں دلبر سے دیکھا چاہیئے

ہے تجلّی بھی نقابِ رُوئے یار     اس کو کن آنکھوں سے دیکھا چاہیئے

غیر ممکن ہے نہ ہو تاثیرِ غم     حالِ دِل پھر اس کو لکھا چاہیئے

ہے دِل افگاروں[3] کی دِلداری ضرور     گر نہیں اُلفت مدا وا[4] چاہیئے

ہے کچھ اِک باقی خلشِ اُمید کی     یہ بھی مٹ جائے تو پھر کیا چاہیئے

دوستوں کی بھی نہ ہو پرواہ جسے     بے نیازی[5] اس کی دیکھا چاہیئے

بھا گئے ہیں آپ کے انداز و ناز     کیجیئے اغماض[6] جتنا چاہیئے

شیخ! ہے اُن کی نِگہ جادو بھری     صحبتِ رنداں سے بچنا چاہیئے

لگ گئی چُپ حالیِ رنجور[7] کو

حال اس کا کِس سے پُوچھا چاہیئے

---

[1] اندرونی بھید ۔ [2] تسلّی صبر ۔ [3] زخمی دِل والوں سے مُراد عُشاق ۔ [4] مہربانی ۔
[5] بے پروائی ۔ [6] پسند آگئے ہیں ۔ [7] رُوپوشی ۔ [8] بیمار ۔

جنوں کار فرما ہُوا چاہتا ہے　　قدم دشت پیما ہُوا چاہتا ہے

دمِ گریہ کس کا تصور ہے دِل میں　　کہ اشک اشک دریا ہُوا چاہتا ہے

خط آنے لگے شِکوہ آمیز[1] اُن کے　　ملاپ اُن سے گویا ہُوا چاہتا ہے

بہت کام لینے تھے جس دِل سے ہمکو　　وُہ صرفِ تمنّا ہُوا چاہتا ہے

ابھی لینے پائے نہیں دم جہاں میں　　اجل کا تقاضا ہُوا چاہتا ہے

مجھے کل کے وعدہ پہ کرتے ہیں رخصت　　کوئی وعدہ پُورا ہُوا چاہتا ہے

فزوں[2] ہے کچھ ان دِنوں ذوقِ عصیاں　　درِ رحمت اب وا ہُوا چاہتا ہے

قلق گر یہی ہے تو رازِ نہانی　　کوئی دِن میں رُسوا ہُوا چاہتا ہے

وفا شرطِ الفت ہے لیکن کہانتک؟　　دِل اپنا بھی تجھ سا ہُوا چاہتا ہے

بہت حظ[3] اٹھاتا ہے دِل تجھ سے مِل کر　　قلق دیکھئے کیا ہُوا چاہتا ہے

غم رشک کو تلخ سمجھے تھے ہمدم　　سو وُہ بھی گوارا ہُوا چاہتا ہے

بہت چین سے دِن گذرتے ہیں حالیؔ

کوئی فتنہ برپا ہُوا چاہتا ہے

ق جسکو غصہ میں لگاوٹ کی ادا یاد رہے　　آج دِل لے گا، اگر کل نہ لیا، یاد رہے

شوق بڑھتا گیا جُوں جُوں کئے اس شوخ سے ہم　　یہ سبق وُہ ہے کہ بھولے سے سِوا[4] یاد رہے

ہم بھی آدابِ شریعت[5] سے تھے آگاہ مگر　　نہ ہو برتاؤ میں جو رسم وہ کیا یاد رہے

یاد آؤ گے بہت لُطف سمجھ کر کیجے　　اس بھلائی کا ہے انجام بُرا یاد رہے

---

[1] شکایتوں سے بھرے ہوئے ‡ [2] زیادہ بڑھ رہا ہے ‡ [3] لطف ‡ [4] زیادہ ‡ [5] مذہب کے طریقوں سے ‡

تسبیح یاں شرم گنہ روز بھلا دیتا ہے ۔ توبہ اُن کی ہے جنہیں اپنی خطا یاد رہے
وادیِ عشق میں موسیٰ کو ہو گر رخصتِ دید ۔ ہاتھ کٹوائیں جو پھر کفش و عصا یاد رہے[1]
خضر نے پاؤں اگر دشتِ فنا میں رکھا ۔ بھول جائیں گے رہِ آبِ بقا یاد رہے
دل بُری طرح لگا عشقِ بُتاں میں اے شیخ! ۔ دیں بڑا پائیں اگر اب کے خُدا یاد رہے
چارہ گر! کار باندازۂ تدبیر[2] نہیں ۔ کیجیو ہمت اگر وقتِ دُعا یاد رہے

ابھی جانا نہیں حالیؔ نے کہ کیا چیز ہیں وُہ
حضرت اِس لُطف کا پائیں گے مزا یاد رہے

ملنے کی جو نہ کرنی تھی تدبیر کر چکے ۔ آخر کو ہم حوالۂ تقدیر کر چکے
افسوں[3] شبِ وصال کے دِل کارگر نہیں ۔ نالے شبِ فراق کے تاثیر کر چکے
اے دِل اب آئینہ مالشِ تقدیر کا ہے وقت ۔ وُہ اِمتحانِ بُرشِ[4] شمشیر کر چکے
کہتے ہیں طبع دوست شکایت پسند ہے ۔ ہم شکوہ ہائے غیر بھی تحریر کر چکے
بھولے رہے تصورِ مژگاں میں چند روز ۔ دیکھا تو دِل کو ہم ہدفِ[5] تیر کر چکے
جاں لب تک انتظار میں آتی ہے بار بار ۔ مشاطہ[6] جلد تر کہیں تعزیر کر چکے
دل لیکے ایک میرا یہ فارغ ہوئے ہیں وُہ ۔ گویا کہ اِک جہان کو تسخیر کر چکے

---

[1] یعنی اگر حضرت مُوسے عشق کے کوچہ میں گامزن ہُوں۔ تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سے روشنی نمودار کرنے اور اپنے عصا یعنی ڈنڈے کو سانپ میں تبدیل کرنے کے معجزے کو فراموش کر دیں۔ اور زنانِ مصر کی طرح ہاتھ کٹوالیں یعنی سُدھ بُدھ ہی بھول جائیں۔ اشارہ ہے زلیخا کو طعنہ دینوالی زنانِ مصر کیطرف جنہوں نے زلیخا کو کہا تھا۔ کہ وُہ یوسف پر کیوں عاشق ذر لفتہ ہے لیکن زلیخانے یوسف کے آنے کے وقت ہر ایک عورت کو ایک ایک لیموں اور ایک ایک چھُری دیدی تاکہ یوسف کے آنے پر کاٹیں لیکن سب اُسکے حسُن میں مست ہوگئیں اور سب نے بجائے لیموں کے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے ہیں۔ [2] تدبیر کے اندازہ کیمطابق ہے۔ [3] جادو ہے۔ [4] کاٹ ہے۔ [5] نشانہ ہے۔ [6] نائن جو یہاں قاصد کا کام کرتی ہے ہے۔ [7] فتح ہے۔

حالی اب آؤ پیروئ مغربی کریں!
بس اقتدائے[1] مصحفی و میر کر چکے

نہ واں پرسش نہ یاں تابِ سُخن ہے — محبت ہے کہ دل میں موجزن ہے
بہت لگتا ہے دل صحبت میں اُس کی — وُہ اپنی ذات سے اِک انجمن ہے
بناوٹ سے نہیں خالی کوئی بات — مگر ہر بات میں اِک سادہ پن ہے
عدو سے بات محفل میں نہ کرنی — جو سچ پُوچھو تو جائے سُوظن[2] ہے
بہت دل ہیں تیرے عاشق کو درکار — تری جو بات ہے وُہ دل شکن ہے
دلاتی ہے صبا کس کو چمن یاد — نہ میں بُلبل نہ گھر میرا چمن ہے
کروں تجھ سے بیاں کچھ دردِ غربت — مگر جوشِ سُخن مہرِ دہن ہے
رہے لاہور[3] میں آکر سو جانے — یہی دُنیا ہے جو دار المحن[4] ہے
نہیں آتی کہیں یاں بُوئے یوسف[6] — مگر جو گھر ہے وہ بیت الحزن[5] ہے
یہاں بیگانگی ہے اِس قدر عام — کہ بُلبل ناشناسائے چمن ہے

---

[1] پیروی ۔ [2] بدگمانی ۔ [3] یہ غزل تقریباً ۱۲۸۹ھ میں اس وقت لکھی تھی ، جبکہ اول ہی اول بتقریب ملازمت دِلّی چھوڑ کر لاہور جانا پڑا تھا ۔ اس وقت اول تو دِلّی سے جُدا ہونا ہی سخت شاق گزرا تھا ۔ دوسرے لاہور میں کسی سے جان پہچان نہ تھی ۔ وہاں پہنچتے ہی نہایت سخت وبا آئی ۔ اور وبائے ہیضہ کے بعد مُدّت تک چیچک اور بخار کا زور شور رہا ۔ آخر حالی بھی سخت بیمار ہو گئے ۔ اِس تنہائی اور سراسیمگی و غم و اندوہ کی حالت میں یہ اشعار لکھے ۔ [4] تکلیف کی جگہ ۔ [5] غم و رنج کا گھر ۔

نہ کچھ مجنوں کو ہے پروائے لیلے ؎۱ — نہ کچھ شیریں کو دردِ کوہکن ہے
مجھے تنہا نہ سمجھیں اہلِ لاہور — تصوّر میں میرے اِک انجمن ہے
مری خلوت میں ہے ہنگامۂ بزم — خموشی میں مری ذوقِ سُخن ہے
بتاؤں تم کو ہوں کس باغ کا پھول؟ — جہاں ہر گُل بجائے خود چمن ہے
بتاؤں تم کو ہوں کس مِصر کی بُو؟ — جہاں غُربت ؎۱ وطن پہ خندہ زن ہے
عدم کی راہ کٹ جاتی کبھی کی! — مگر یادِ عزیزاں راہزن ہے
نہ لینے دیگا جنت میں بھی آرام — یہی گر جذبۂ مہرِ وطن ہے
گرہیں نظروں سے سب باتیں پرانی — مگر اُلفت کہ اِک رسمِ کہن ہے
بھلا حالیؔ اور اُلفت سے ہو خالی — یہ سب تم صاحبوں کا حُسنِ ظن ہے

کیا ہے اس نے کہتے ہیں سُخن ترک
مگر ہم کو ابھی اس میں سُخن ؎۲ ہے

دُھوم ؎۳ تھی اپنی پارسائی کی — کی بھی اور کس سے آشنائی کی
کیوں بڑھاتے ہو اختلاط ؎۴ بہت — ہم کو طاقت نہیں جدائی کی
مُنہ کہاں تک چھپاؤ گے ہم سے — تم کو عادت ہے خودنمائی کی
لاگ میں ہیں لگاؤ کی باتیں! — صُلح میں چھیڑ ہے لڑائی کی

---

؎۱ پردیس ؎۲ کلام، شک، وہ ؎۳ یہ غزل بھی لاہور میں اُسی وقت لکھی گئی تھی جبکہ غزل سابق لکھی گئی تھی۔ آخر کے اشعار میں اس طرف اِشارہ بھی کیا گیا ہے ؎۴ میل جول

ملتے غیروں سے ہو۔ ملو لیکن ! ہم سے باتیں کرو صفائی کی

دل رہا پائے بندِ اُلفتِ دام تھی عبث آرزو رہائی کی

دل بھی پہلو میں ہو تو یاں کس سے رکھیے اُمید دل رُبائی کی

شہر و دریا سے باغ و صحرا سے بُو نہیں آتی آشنائی کی

نہ ملا کوئی غارتِ ایمان رہ گئی شرم پارسائی کی

بخت ہمداستانیِ شیدا[1] تُو نے آخر کو نارسائی کی

صحبتِ گاہ گاہی رشکی[2] تُو نے بھی ہم سے بیوفائی کی

موت کی طرح جس سے ڈرتے تھے ساعت[3] آ پہنچی اس جُدائی کی

زندہ پھرنے کی ہے ہوس حالیؔ

اِنتہا ہے بے حیائی کی

کر دیا خوگرِ جفا تُو نے خوب ڈالی تھی ابتدا تُو نے

دُور پہنچی تھی اپنی آزادی پر خُدا جانے کیا کیا تُو نے

کیوں نہ آئینگے یاں وہ اے ہمدم بس سُنا میں نے اور کہا تُو نے

گوش و لب ساتھ لائے تھے ہم آج نہ کہا اور نہ کچھ سُنا تُو نے

صبر کا ہے۔ بہت بُرا انجام ہم کو سمجھا ہے دِل میں کیا تُو نے

---

[1] شیدا سے مُراد منشی محمد کرم اللہ صاحب دہلوی ہیں۔ کہ اس زمانہ میں کبھی کبھی فکرِ شعر کرتے تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے۔ [2] رشکی آنریبل نواب محمد علی خاں بہادر رئیس جہانگیر آباد کا تخلص ہے۔ [3] وقت۔

ابتدائے وفا ہے سر دینا　　میری دیکھی نہ انتہا تُو نے
دل سے قاصد بنا کے وعدۂ وصل　　اور کھویا رہا سہا تُو نے
ایک عالم کو خوش کیا اے رشک　　ہم کو کس سے خفا کیا تُو نے

جی میں کیا ہے جو بخشوایا آج
حالیؔ اپنا کہا سُنا تُو نے

کر کے بیمار، دی دوا تُو نے　　جان سے پہلے دل لیا تُو نے　　ق
رہروِ تشنہ لب، نہ گھبرانا　　اب[1] لیا چشمۂ بقا تُو نے
شیخ جب دل ہی دَیر میں نہ لگا　　آ کے مسجد میں کیا لیا تُو نے
دُور ہو اے دلِ مآل[2] اندیش　　کھو دیا عُمر کا مزا تُو نے
ایک بیگانہ وار کر کے نگاہ　　کیا کیا چشمِ آشنا تُو نے
دل و دیں کھو کے آئے تھے سوئے دیر　　یاں بھی سب کچھ دیا خدا، تُو نے

خوش ہے اُمیدِ خُلد پر حالیؔ
کوئی پُوچھے کہ کیا کیا تُو نے

دِل کو دردِ آشنا کیا تُو نے　　ق　　دردِ دل کو دوا کیا تُو نے

---

[1] ابھی تم چشمۂ بقا پر پُہنچ گئے ۔ [2] نتیجہ یا انجام کو سوچنے والا ۔

طبعِ انسان کو دی سرشتِ[1] وفا | خاک کو کیمیا کیا تُو نے
وصلِ جاناں محال ٹھہرایا | قتلِ عاشق روا[2] کیا تُو نے
تھا نہ جز غم بساطِ[3] عاشق میں | غم کو راحت فزا کیا تُو نے
جان تھی اِک وبالِ فرقت میں | شوق کو جاں گزا کیا تُو نے
تھی محبت میں ننگ منّتِ غیر | جذبِ دل کو رسا کیا تُو نے
راہ زاہد کو جب کہیں نہ ملی | قطعہ در مے خانہ وا کیا تُو نے
قطع ہوتے ہی جب لگا پیوند | غیر کو آشنا کیا تُو نے
تھی جہاں کارواں کو دینی راہ | عِشق کو رہنما کیا تُو نے
ناؤ بھر کر جہاں ڈبونی تھی | عقل کو ناخدا کیا تُو نے
بڑھ گئی جب پدر[4] کو مہرِ پسر | اُس کو اُس سے جُدا کیا تُو نے
جب ہُوا مُلک و مال رہزنِ ہوش | بادشہ[5] کو گدا کیا تُو نے
جب ملی کامِ جان کو لذتِ درد | درد کو بے دوا کیا تُو نے
جب دیا راہرو کو ذوقِ طلب | سعی کو نارسا کیا تُو نے
پردۂ چشم تھے حجابِ بہت | حُسن کو خود نما کیا تُو نے

---

[1] وفا کی عادت۔ [2] مناسب۔ جائز۔ [3] پونجی۔ [4] اِس شعر میں پدر و پسر کا اِشارہ حضرت یعقوب و یوسف علیہم والسلام کی طرف اور اگلے شعر میں بادشاہ سے مراد ابراہیم ابن ادہم رحمتہ اللہ ہیں۔ [5] شہ جان کے حلق کو۔

عشق کو تابِ انتظار نہ تھی — غُرفہ[1] اِک دِل میں وا کیا تُو نے

حرم آباد و دیر خراب — جو کیا سب بجا کیا تُو نے

سخت افسردہ طبع تھے احباب — ہم کو جادو لوا کیا تُو نے

پھر جو دیکھا تو کچھ نہ تھا یا رب — کون پُوچھے کہ کیا کیا تُو نے

حالیؔ اُٹھا ہلا کے محفل کو
آخر اپنا کہا کیا تُو نے!

---

[1] تو ایک دریچہ تُو نے کھول دیا ÷

# رُباعیات

## توحید

کانٹا ہے ہر جگر میں اٹکا تیرا ! حلقہ[1] ہے ہر اک گوش میں لٹکا تیرا
مانا نہیں جس نے تجھ کو، جانا ہے ضرور بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے کھٹکا[2] تیرا

## ایضاً

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا آتش پہ مغاں[3] نے راگ گایا تیرا
دہری[4] نے کیا دہر سے تعبیر تجھے انکار کسی سے نہ بن آیا تیرا

## ایضاً

طوفان میں ہے جب جہاز چکر کھاتا جب قافلہ وادی میں ہے سر ٹکراتا
اسباب کا آسرا ہے جب اُٹھ جاتا واں تیرے سوا کوئی نہیں یاد آتا

## ایضاً

جب لیتے ہیں گھیر تیری قدرت کے ظہور مُنکر بھی پکار اُٹھتے ہیں تجھ کو مجبور
خفاش[5] کو ظلمت کی نہ سوجھی کوئی راہ خورشید یہ کاشش جہت میں پھیلا جب نور

---

[1] یعنی ہر ایک تیرا غلام ہے۔ [2] ڈر۔ [3] پارسی۔ [4] دہریہ یا خدا کی ہستی سے منکر۔ [5] چمگادڑ۔

## ایضاً

دشمن سے بھی نام تیرا چھوا تی ہے
جب مایوسی دِلوں پہ چھا جاتی ہے
لیکن اُنہیں دکھ میں ماں ہی یاد آتی ہے
ممکن ہے کہ سکھ میں بھول جائیں اطفال

## ایضاً

کیا کیا نہ ہوئے بشر پہ اسرار عیاں
مٹی سے، ہوا سے آتش و آب سے یاں
گنجینۂ غیب میں اِسی[1] طرح نہاں
پر تیرے خزانے ہیں ازل سے ابتک

## ایضاً

طاعت میں ہے تیری، آبرو سب کیلئے
ہستی سے ہے تیری رنگ و بو سب کیلئے
سب اپنے لئے ہیں اور تو سب کیلئے
ہیں تیرے سوا سارے سہارے کمزور

## ایضاً

دُنیا میں نہیں ہے ایک دِل جو کہ ہو شاد
کیا ہو گی دلیل تجھ پہ اور اس سے زیاد
رہتے ہیں ہر ایک رنج و غم سے آزاد
پر، جو کہ ہیں تجھ سے لو لگائے بیٹھے

## نعت

زہاد[2] کو تو نے محوِ تمجید[3] کیا
عشاق کو مستِ لذتِ دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کے ساجھی[4] کوئی
توحید کو تو نے آکے توحید کیا

---

[1] یعنی اب تک جو کچھ ظاہر ہوا ہے، وہ مقابلہ میں اِس کے جو خزانہ غیب میں مخفی ہے کالعدم یکین ہے۔ [2] جمع زاہد۔ پرہیزگار۔ پارسا لوگ۔ [3] خدا کی بزرگی کی تعریف کرنے والے۔ [4] حِصّہ دار۔

## نعت

بطحیٰ[۱] ئے عرب کو محترم[۲] تو نے کیا | اور اُمیوں[۳] کو خیر الامم[۴] تو نے کیا
اسلام نے ایک کر دیا رُوم و تتار | بچھڑے ہوئے گلہ کو بہم[۵] تو نے کیا

## ایضاً

بُطحیٰ[۱] کو ہُوا تیری ولادت سے شرف | یثرب کو مِلا تیری اقامت[۵] سے شرف
اولاد ہی کو فخر نہیں کچھ تجھ پر | آبا کو بھی ہے تیری ابوت[۶] سے شرف

## صُلحِ کُل

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیر کریں | شر سے بچیں اور شر کے عوض خیر کریں
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دُنیا | وُہ آئیں اور اِس بہشت کی سیر کریں

## ترکِ شعرِ عاشقانہ

بُلبُل کی چمن میں ہم زبانی چھوڑی | بزم شعراء میں شعر خوانی چھوڑی
جب سے دِلِ زندہ تُو نے ہم کو چھوڑا | ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

## پیرانِ زندہ دل

خوش رہتے ہیں دُکھ میں کامرانوں کیطرح | ہیں ضعف سے لڑتے پہلوانوں کیطرح
دِل اُنکے ہیں ظرف اُنکے جو کرتے ہیں تیر | ہنس بول کے پیری کو جوانوں کیطرح

---

[۱] مکہ معظمہ ۔ [۲] معزز ۔ [۳] ان پڑھ بے سواد ۔ [۴] باقی امتوں میں سب سے اچھا ۔
[۵] رہنا۔ ٹھیرنا ۔ [۶] بزرگی ۔

## نیکی اور بدی پاس پاس ہیں!

جو لوگ ہیں نیکیوں میں مشہور بہت　　ہوں نیکیوں پر اپنے نہ مغرور بہت
نیکی ہی خود اک بدی ہے گر ہو نہ خلوص　　نیکی سے بدی نہیں کچھ دُور بہت

## اِمتحان کا وقت

زاہد کہتا تھا جان ہے دین پہ قربان　　پر آیا جب امتحان کی زد پر ایمان
کی عرض کسی نے اب کیا ہے صلاح　　فرمایا کہ بھائی جان "جی ہے تو جہان"

## عِشق

ہے عِشق طبیب دِل کے بیماروں کا　　یا گھر ہے وُہ خود ہزار آزاروں[۱] کا
ہم کچھُ نہیں جانتے اِتنی ہے خبر　　ایک مشغلہ دِلچسپ ہے بیکاروں کا

## نیکوں کی جانچ

نیکوں کو نہ ٹھہرائیو بد اے فرزند　　اِک آدھ ادا اُن کی اگر ہو نہ پسند
کچھُ نقص انار کی لطافت میں نہیں　　ہوں اس میں اگر گلے سڑے دانے چند

## دوستوں سے بے جا توقع

تا زیست وُہ محوِ نقش موہوم رہے　　جو طالب دوستانِ معصوم[۲] رہے
اصحاب سے جو بات بات پر جو بگڑے　　صحبت کی وُہ برکتوں سے محرُوم رہے

## شراب اور جوانی

ہو بادہ کشی پہ نہ جوانو مفتوں[۳]!　　گردن پہ نہ لو عقلِ خداداد کا خوں

---

[۱] تکلیفوں، [۲] پاک، بے گناہ، [۳] فریفتہ

غرورِ عہدِ شباب اِک جنوں ہے اب تم کرتے ہو فزوں جنوں پہ اِک اور جنوں

## غرور سب عیبوں سے بدتر ہے

ممکن نہیں یہ کہ ہو بشر عیب سے دُور پر عیب سے بچیئے تا بمقدورِ ضرور[1]
عیب اپنے گھٹاؤ پر خبردار رہو گھٹنے سے کہیں اُن کے نہ بڑھ جائے غرور

## گفتار و کردار میں اختلاف

جو کرتے ہیں کچھ زباں سے کہتے ہیں وہ کم ہوتے نہیں سانس جمع دم اور قدم
بڑھتا گیا جس قدر کہ حُسنِ گفتار بس اتنے ہی گھٹتے گئے کردار میں ہم

## شرطِ قبول

ممکن ہے کہ جوہر کی نہ ہو قدر کہیں پر قدر کہیں بغیر جوہر کے نہیں
عنبر کو نہ لیں مفت یہ امکان ہے مگر عنبر کی جگہ نہ لے گا کوئی سرگین[2]

## طالب کو سوچ سمجھ کر پیر بنانا چاہیئے

ہوں یا نہ ہوں پیر اہلِ عرفان و یقین پر ڈر ہے کہ طالب نہ ہو نادان کہیں
گاہک کو ہے احتیاج چار آنکھوں کی اور ایک کی بھی بیچنے والے کو نہیں

## عالم اور جاہل میں کیا فرق ہے

ہیں جہل میں سب عالم و جاہل ہمسر آتا نہیں فرق اس کے سوا اُن میں نظر
عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا جاہل کو نہیں جہل کی کچھ اپنے خبر

---

[1] جہاں تک ہو سکے بچئے [2] گوبر

## موجودہ ترقی کا انجام

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر! یاروں سے کہا پیرِ مغاں نے ہنس کر
باقی نہ رہے گا انسان ہیں عیب ہو جائیں گے چھل[1] چھلا کے سب عیب ہنر

## مسرف[2] کو کیوں کر فراغت حاصل ہو سکتی ہے

اِک منعم مسرف نے یہ عابد سے کہا کہ میرے لئے حق سے فراغت کی دعا
عابد نے کہا یہ ہاتھ اٹھا کر سوئے چرخ محتاج کر اس کو جلد اے بار خدا

## کام کی جلدی

یاں رہنے کی مہلت کوئی کب پاتا ہے آتا ہے اگر آج، تو کل جاتا ہے
جو کرنے ہیں کام ان کو جلدی بھگتاؤ طلبی کا پیام وہ چلا آتا ہے

## غرض

ہے نفس ہیں انسان کے جبلی یہ مرض ہر سعی پہ ہوتا ہے طلبگار عوض
جو خاص خدا کے لئے بھتے کام گئے دیکھا تو یہاں اُن میں بھی تھی کوئی غرض

## انقلابِ روزگار

بس بس کے ہزاروں گھر اجڑ جاتے ہیں گڑ گڑ کے علم[3] لاکھوں اکھڑ جاتے ہیں
آج اسکی ہے نوبت تو کل اس کی ہے باری بن بن کے یونہی کھیل بگڑ جاتے ہیں

---

[1] بن بنا کے ۔ [2] فضول خرچ ۔ [3] جھنڈے ، نشان ۔

# تقاضائے سِن

حالیؔ کو جو کل فسردہ خاطر پایا
پوچھا باعث تو ہنس کے فرمایا !

رکھو نہ اب اگلی صحبتوں کی اُمید
وُہ وقت گئے اب اور موسم آیا !

**جس کو زندگانی کا بھروسہ نہیں وُہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا**

دُنیائے دُنی[1] کو نقشِ فانی سمجھو
روداد[2] جہاں کو اِک کہانی سمجھو

پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا
ہر سانس کو عمرِ جاودانی سمجھو

## آثارِ زوال

آبا کو زمین و مُلک پر اطمینان
اولاد کو سُستی پہ قناعت کا گُمان

بچے آوارہ اور بے کار جوان
ہیں ایسے گھرانے کوئی دن کے مہمان

## شانِ ادبار[3]

صحرا میں جو پایا اِک چٹیل[4] میدان
برسات کا سبزہ کا نہ تھا جس پہ نشان

بالوں تھے جس کے جوتنے سے دہقان
یاد آئی ہمیں قوم کے ادبار کی شان

## نفاق کی علامت

ہر بزم میں آفرین کے لائق ہونا
شیریں سُخنی سے شہد فائق ہونا

ممکن نہیں جبتک کہ نہ ہو دِل میں نفاق
آسان نہیں مقبولِ خلائق ہونا

---

[1] کمینہ۔ دُنیا ۔ [2] داستان ۔ [3] افلاس ۔ [4] ہموار بغیر سبزی کے ۔

## مسلمانوں کی بے مہری

جب تک کہ نہ ہو دشمنِ اخوانؔ[1] پکا — ہوتا نہیں مومن کا اب ایمان پکا
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے — سنتے ہیں کسی کو جب مسلمان پکا

## مکر و ریا

حالی راہِ راست جو کہ چلتے ہیں سدا — خطرہ انہیں گرگ کا نہ ڈر شیروں کا
لیکن ان بھیڑیوں سے واجب ہے حذر[2] — بھیڑوں کے لباس میں ہیں جلوہ نما

## جوہر قابلیت

ہیں بے ہنروں میں قابلیت کے نشان — پوشیدہ ہیں وحشیوں میں اکثر انسان
عاری ہیں لباسِ تربیت سے ورنہ — ہیں طوسی و رازی انہیں شکلوں میں نہاں[4]

## علم

اے علم کیا ہے تو نے ملکوں کو نہال — غائب ہوا تو جہاں سے واں آیا زوال
اُن پر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح — جن قوموں نے ٹھہرایا تجھے راس المال[5]

## ایضاً

اے علم کلید گنج شادی تو ہے — سرچشمہ نعمت[6] و آبادی تو ہے
آسائش دو جہاں ہے سایہ میں ترے — دنیا کا وسیلہ دین کا ہادی[7] تو ہے

---

[1] بھائی بند۔ مراد مسلمانوں سے ہے۔ [2] پرہیز۔ گریز۔ [3] لغیر۔ [4] چھپے ہوئے۔ [5] سرمایہ تجارت۔ [6] نعمتوں اور بزرگیوں کا پیدا کرنے والا۔ [7] رہبر۔

## علم

ہے تجھ سے نہال جیسی مغرب کی زمین — مشرق کو وہ فیض تجھ سے اے علم نہیں
شاید اے علم ماہِ نخشب[1] کی طرح — رہتی ہیں شعاعیں تری محدود وہیں

## خاندانی عزت

بیٹا نکلے نہ جب تلک ذلت سے — عزت نہیں اس کو باپ کی عزت سے
سوچو تو ہے کھات[2] کا نسب بھی عالی — پر اس کو شرف نہیں کچھ اس نسبت سے

## عزت کس چیز میں ہے؟

دولت نے کہا مجھ سے ہے عزت ہے جہاں — فرمایا ہنر نے میں ہوں عزت کا نشاں
عزت بولی، غلط ہے دونوں کا بیان — میں بھید ہوں حق کا جو ہے نیکی میں نہاں

## توقع بے جا

ہیں یار، رفیق۔ پر مصیبت میں نہیں — ساتھی ہیں عزیز لیک ذلت میں نہیں
اس بات کی انسان سے توقع ہے عبث — جو نوع البشر کی خود جبلت[3] میں نہیں

## عقل اور دوستی متضاد[4] ہیں

ہے عقل میں جس قدر کمی اور بیشی — اتنی ہی مغائرت[5] ہے یاں اور خویشی
وہ دوست نہیں جس نے کیا فکر مآل — ضدین[6] ہیں دوستی و دور اندیشی

---

۱ ابن مقنع کا چاند۔ جو اس نے کنوئیں میں تیار کیا تھا۔ اور جس کی روشنی تھوڑی دور تک ہی رہتی تھی۔

۲ کھاد اور گلی سڑی چیزیں۔ ۳ سرشت۔ ۴ مخالف۔ ۵ غیریت۔ بیگانگی۔ ۶ ایک دوسرے کی مخالف۔

## عیش و عشرت

عشرت ثمرِ تلخ سدا ہوتا ہے — ہر قہقہہ پیغامِ بکا[1] ہوتا ہے

جس قوم کو عیش دوست پاتا ہوں میں — کہتا ہوں کہ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے

## ایضاً

اے عیش و طرب تُو نے جہاں راج کیا — سلطاں کو گدا غنی کو محتاج کیا

ویران کیا تُو نے نینوا[2] اور بابل — بغداد کو قرطبہ کو تاراج کیا

## غیبت

رونق ہے ہر اک بزم کی اب غیبت میں — بدگوئی خلق ہے ہر ایک کی صحبت میں

اَوروں کی بُرائی ہی پہ ہے فخر وہاں — خوبی کوئی باقی نہیں جس اُمت میں

## عشق

اے عشق کیا تُو نے گھرانوں کو تباہ — پیروں کو خرف[3] اور جوانوں کو تباہ

دیکھا ہے سدا سلامتی میں تیری — قوموں کو ذلیل۔ خاندانوں کو تباہ

## سبب زوال سلطنت

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم — سمجھو کہ وہاں ہے کوئی برکت کا قدم

یا تو کوئی بیگم ہے مشیرِ دولت — یا ہے کوئی مولوی وزیرِ اعظم

---

[1] نالہ و فریاد۔ [2] نینوا۔ بابل۔ بغداد۔ قرطبہ شہروں کے نام ہیں۔ [3] چغل خوری۔ پیٹھ پیچھے بُرائی کرنا۔ [4] تباہ۔

## دین و دُنیا کا رشتہ

دُنیا کو دیئے دین نے اسرار[1] و حکم ۔۔۔ دُنیا نے کمر دین کی تھامی جس دم
گر دین کی ممنون بہت ہے دُنیا ۔۔۔ دُنیا کے بھی احسان نہیں دین پہ کم

## آزادگان راستباز کی تکفیر[2]

یاروں میں نہ پایا جب کوئی عیب و گناہ ۔۔۔ کافر کہا واعظ نے انہیں اور گمراہ
جھوٹے کو نہیں ملتی شہادت جس وقت ۔۔۔ لاتا ہے خدا کو اپنے دعوے پہ گواہ

## بے پروائی و بے غیرتی

اسباب پہ گر نظم جہاں کا ہے مدار ۔۔۔ اس قوم کا جینا ہے حالی دشوار
عزت کی نہیں ہے جس کو ہر گز پرواہ ۔۔۔ ذلت سے نہیں ہے جس کو ہر گز کچھ عار

## عفو باوجود قدرت انتقام

موسی نے یہ عرض کی کہ اے بارِ خدا ۔۔۔ مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے ۔۔۔ جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلہ

---

[1] بھید اور حکمتیں ۔ [2] یعنی کفر و ضلالت ایسی چیزیں ہیں ۔ جن کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا ۔ مثلاً شیخ اکبر کو بعضوں نے صدیق کہا ہے ۔ اور بعضوں نے زندیق ۔ اندریہ بات کہ فی الواقع صدیق تھے یا زندیق خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ۔ پس شخص میں کوئی صریح اخلاقی بُرائی یا عیب موجود نہ ہو ۔ اس کی تکفیر یا تذلیل کرنی ایسی بات ہے جیسے کسی جھوٹے مدعی کو شہادت نہ ملے ۔ اور وہ اپنے دعوے پر خدا کو گواہ قرار دے ۔ [3] جاگنا ۔ بیدار ہونا ۔

## سختی کا جواب نرمی سے

زہر اُگلے کوئی تو کیجئے باتیں شیریں　　فتنہ کو جہاں تک ہو دبیجئے تسکین
اس عارضہ کا علاج[1] بالمثل نہیں　　غُصّہ غُصّے کو اور بھڑکاتا ہے!

## ہمت

دیکھا کہ چڑھا دانہ کو لے کر سو بار　　تیمور نے اِک مورچہ[2] زیرِ دیوار
مشکل نہیں کوئی پیش ہمت دشوار　　آخر سرِ بام لے کے پہنچا تو کہا

## کم ہمتی

دیکھا تو نہ تھا کچھ اسکا مذہب مدار　　جبریہ[3] اور قدریہ[4] کی بحث و تکرار
جو باہمت تھے بن گئے وہ مختار　　جو کم ہمت تھے ہو گئے وہ مجبور

## پشیمانی

ثمرہ ہے وہی غفلت و نادانی کا　　انجام ہے کفر کی طغیانی کا
دوزخ بھی ہے اک نام پشیمانی کا　　لذات سے ندامتوں کی جانا ہم نے

## تاسف بر وفات نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم نیرؔ تخلص دہلوی

آتے ہی خزاں کے کدھر گئے سب پروانہ　　قمری ہے نہ طاؤس نہ کبک طناز[5]

---

[1] یعنی ایک چیز کو دور کرنے کے لئے اُسی چیز کی خوراک دینا۔ اس کے مقابلے پر علاج بالضد ہوتا ہے۔ [2] چھوٹی چیونٹی۔ [3] قسمت میں اعتقاد رکھنے والے۔ [4] عمل میں اعتقاد رکھنے والے۔ [5] طنز اور ادا کے ساتھ چلنے والا۔

تھی باغ کی یادگار اک بلبلِ زار    سو اس کی بھی کل سے نہیں آتی آواز

## ایضاً

غالبؔ ہے نہ شیفتہؔ نہ نیرؔ باقی    وحشتؔ ہے نہ سالکؔ ہے نہ انورؔ باقی
حالیؔ اب اسی کو بزمِ یاراں سمجھو    یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

## محنت

محنت ہی کے پھل ہیں یاں ہر اک دامن میں    محنت ہی کی برکتیں ہیں ہر خرمن میں
موسےٰ کو ملی نہ قوم کی چوپانی    جب تک نہ چرائیں بکریاں مدین میں

## گدائی کی ترغیب

اک مرد توانا کو جو سائل پایا!    کی میں نے ملامت اور بہت شرمایا!
بولا کہ ہے اس کا ان کی گردن پہ وبال    دے دے کے جنہوں نے مانگنا سکھلایا

## تکفیر اہل اسلام

کہنا فقہا کا مومنوں کو بے دین    سنتے سنتے یہ ہو گیا ہم کو یقین
مومن سے ضرور ہوگا یہ مرقد میں سوال    تکفیر بھی کی تھی فقہا نے کہ نہیں

## ترکِ عاشقانہ گوئی

کچھ قوم کی ہم سے سوگواری سن لو    کچھ چشمِ جہاں میں اپنی خواری سن لو

---

ا یہ اُن شعرائے دہلی کے نام ہیں۔ جن کے ساتھ حالی کو ربط و اختصاص رہا ہے۔ بغیر اس سے کہ وہ مشہور نامور ہوں یا نہ ہوں ۲ گلہ گری۔ راہنمائی ؎

افسانہ قیس و کوہکن یاد نہیں　　چاہو تو کتھا ہم سے ہماری سُن لو

## تنزّل اہلِ اسلام

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے　　اسلام کا گِر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مدؔ ہے ہر جزر کے بعد　　دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

## اوّل کوشش اور بعد دُعا

کوشش میں ہے شرط ابتدا انسان سے　　پھر چاہیئے مانگنی مدد یزداں سے
جب تک کہ نہ کام دست[1] و بازو سے لیا　　پائی نہ نجات نوح نے طوفان سے

## کام کرنا جان کے ساتھ ہے

ہے جان کے ساتھ کام انسان کے لئے　　بنتی نہیں زندگی میں بے کام کئے
رہتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کی طرح　　مُردوں کی طرح جئے تو کیا خاک جئے

## جھوٹی نمائش

ہیں جھوٹ کے سچ میں سب سمونیوالے[4]　　بننے والوں سے کم ہیں ہونے والے
گھڑیاں رہتی ہیں جن کی جیبوں میں مدام　　اکثر ہیں وہی وقت کے کھونے والے

## چند عیب بہت سی خوبیوں کو نہیں مٹا سکتے

موجود ہُنر ہوں ذات میں جس کی ہزار　　بدظن نہ ہو عیب اس میں اگر ہوں دو چار

---

[1] چڑھاؤ۔ [2] اُتار۔ [3] یعنی جب تک کشتی نہ بنائی۔ [4] یعنی سمانے والے ملانے والے۔

طاؤس کے پائے زشت پر کرکے نظر · کر حسن و جمال کا نہ اُس کے انکار

## سکوتِ درویش جاہل

مصروف جو یوں وظیفہ خوانی میں ہیں آپ · خیر اپنی سمجھتے بے زبانی میں ہیں آپ

بولیں کچھ منہ سے یا نہ بولیں حضرت · معلوم ہے ہم کو جتنے پانی[1] میں ہیں آپ

## ملحدوں کا طعن مسلمانوں پر

کہتا تھا کل اک منکرِ قرآن دہ خبر · کیا لیں گے یہ اہلِ قبلہ باہم لڑکر

کچھ دم ہے تو میدان میں آئیں ورنہ · کتّا بھی ہے شیر اپنی گلی کے اندر

## دہری کا الزام گور پرست پر

اک گور پرست نے یہ دہری[2] سے کہا · ہو گا نہ شقی[3] کوئی جہاں میں تجھ سا

دہری نے کہا کہ کیا خدا کا منکر · اس سے بھی گیا کہ جس نے لاکھوں ہوں خدا

## دانا کا حال نادانوں میں

کیا فرق ہے سماعت نہ ہو جب کانوں میں · دانائی کی باتوں میں اور افسانوں میں

غربت میں ہے اجنبی مسافر جس طرح · دانا کا یہی حال ہے نادانوں میں

## رفارم کی حد

دھونے کی ہے اے رفارمر[4] جا باقی · کپڑے پہ ہے جب تلک کہ دھبّا باقی

دھو شوق سے دھبّے کو پہ اتنا نہ رگڑ · دھبّا رہے کپڑے پہ نہ کپڑا باقی

---

[1] یعنی جس عقل کے آپ مالک ہیں [2] کافر [3] سنگدل۔ بے وقوف [4] اصلاح کرنے والا مصلح

## اپنی تعریف سُن کر ناک چڑھانا

تعریف سے کھِل جاتے ہیں نادان فی الفور دانائوں کے لیکن نہیں ہرگز یہ طور
ہوتے ہیں بہت وہ مدح سن کر ناخوش مقصود یہ ہے کہ ہو ستائش کچھ اور

## حُسنِ ظن اصل حال نہیں کھُلنے دیتا

صوفی کو کسی نے آزمایا ہی نہیں نیکی میں شک اس کی کوئی لایا ہی نہیں
ہو سِکّہ رائج میں بھی شاید کچھ کھوٹ پر اس کو کسی نے یاں تپایا[1] ہی نہیں

## دینداروں کی بُرائیاں دین کو عیب لگاتی ہیں

پاتے ہیں زبوں جو حال اہلِ اسلام اسلام پہ طعنہ زن ہیں اقوام تمام
بد پرہیزی سے بگڑے اپنی بیمار اور مفت میں ہو گیا مسیحا بدنام

## فکرِ عقبےٰ

منزل ہے بعید باندھ لو زادِ سفر مَوّاج[2] ہے بحر، رکھو کشتی کی خبر
گاہک چوکس[3] ہے لے چلو مال کھرا ہلکا کر دو بوجھ ہے کٹھن راہ گزر

## اِنسان کی حقیقت

ممکن ہے کہ ہو جائے فرشتہ اِنسان ممکن ہے بدی کا نہ رہے اسمیں نشان
ممکن تو ہے سب کچھ پہ حقیقت یہ ہے اِنسان ہے اب تک وہی قران الشیطان[4]

---

[1] گرم کیا۔ [2] تیز۔ طوفانی۔ [3] چوکنا۔ ہوشیار۔ [4] شیطنت کے قریب۔

## سلاطین کا عشق

ہر چند بُرا ہے عشق کا سب کے مآل[1] | پر حق میں ہے شاہوں کے خصوصاً بدفال
سلطان ہے گر ظلِ الٰہی، تو عشق! | ہے ظلِ الٰہی کے لئے وقتِ زوال

## وقت کی مساعدت[2]

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کے چارہ | پر تجھ سے، بگڑنے کا نہیں ہے یارا
ہو جائے گر ایک تُو ہمارا ساتھی | پھر غم نہیں پھر جائے زمانہ سارا

## بڑھاپے میں موت کے لئے تیار رہنا چاہیئے

کی طاعتِ نفس[3] میں بہت عمر بسر | انجام کی رکھی نہ جوانی میں خبر
کیفیتِ شب اُٹھا چکے اب حالیؔ | مجلس کرو برخاست ہوا وقتِ سحر

## دولت میں ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے

ڈر ہے کہ پڑے نہ ہاتھ دِل سے دھونا | زردار ذرا سوچ سمجھ کے ہونا
جس طرح سونے کی کسوٹی ہے محک[4] | ہے جوہر انسان کی کسوٹی سونا

## حد سے زیادہ غصہ قابلِ عفو ہے

غُصہ پر کسی کے غصہ آتا ہے وہیں | جبتک کہ رہے وہ عقل و دانش کے قریں
آپے سے جب اپنے ہو گیا تُو باہر | پھر کس سے ہوں آزردہ کہ تو تُو ہی نہیں

---

[1] نتیجہ ۔ [2] مدد ۔ [3] خواہشات کا بندہ ہونا ۔ [4] سونے کو پرکھنے کا کالا پتھر ۔

## سفہا کی مدح و ذم

کرتے ہیں سفیہہ[1] اگر مذمت تیری
کر شکر کہ ثابت ہو عصمت تیری

پر مدح کریں وہ گر (نصیبِ اعدا)
رکھ یاد کہ اچھی نہیں حالت تیری

## مرضِ پیری لا علاج ہے

اب ضعف کے پنجہ سے نکلنا معلوم
پیری کا جوانی سے بدلنا معلوم

کھوئی ہے وہ چیز جسکا پانا ہے محال
آتا ہے وہ وقت جس کا ٹلنا معلوم

## اسراف[2]

مسرف نہ بس اپنے حق میں کانٹے بوئیں
نعمت نہ خدا کی یوں رائیگاں کھوئیں

گر بخل پہ لوگ ان کے ہنسیں بہتر ہے
اس سے کہ فضولیوں پہ اپنی روئیں

## ردِ سوال

یہ سچ ہے کہ مانگنا خطا ہے نہ صواب
زیبا نہیں سائل پہ مگر قہر و عتاب

بد تر ہے ہزار بار اسے دوں ہمت
سائل کے سوال سے نرا تلخ جواب

## کھانا بغیر بھوک کے مزا نہیں دیتا

کھانے تو بہت میسر آئے ہیں ہمیں!
جو دیکھ کے چکھ کے دل سے بھائے ہیں ہمیں

پر سب سے عزیز تھے وہ کھانے اے بھوک
جو تو نے کبھی کبھی کھلائے ہیں ہمیں

---

[1] نادان۔ کمینے۔ بے عقل + [2] فضول خرچی +

## علم و عمل کا سرمایہ مال و دولت سے بہتر ہے

چھوڑو کہیں جلد مال و دولت کا خیال
مہماں کوئی دن کے ہیں دولت ہو کہ مال

سرمایہ کرو وُہ جمع جس کو نہ کبھی
اندیشۂ فوت ہو نہ ہو خوفِ زوال

## اچھوں کو بُرا سُننے میں بھی مزہ آتا ہے

رکھتے نہیں وُہ مدح و ثنا کی پروا
جو کر کے بھلا خلق سے سُنتے ہیں بُرا

اِن گالیوں کا ہے جن کو چسکا حالیؔ
آتا نہیں اُن کو کچھ دعاؤں میں مزا

## شکریہ[1] مدح کلام رقم

جوشِ خُم بادۂ جام خالی میں ہُوا
پھر ولولہ پیدا دِل حالیؔ میں ہُوا

تسلیمؔ نے دی کچھ اس طرح دادِ سخن
مجھ کو بھی شک اپنی بے کمالی میں ہوا

## اِحسانِ بے منت

اِحسان کے ہے گر صِلہ کی خواہش تُم کو
اس سے یہ بہتر ہے کہ احسان نہ کرو

کرتے ہو گر احسان تو کردو اُسے عام
اِتنا کہ جہاں میں کوئی ممنون نہ ہو

## قانون بداخلاقی سے مانع نہیں ہوتے

قانون ہیں یقیناً بیشتر بے کار
حاشا کہ ہو ان پہ نظمِ عالم کا مدار[2]

جو نیک ہیں ان کو نہیں حاجت اُن کی
اور بد ہیں نہیں بنتے نیک ان سے زِنہار

---

[1] مولوی سلیم الدین مرحوم نارنولی مقیم جے پور متخلص بہ تسلیم نے قطعے اردو فارسی کے حالیؔ کے کلام کی ستائش میں اس وقت بھیجے تھے۔ جب کہ مدت سے فکرِ شعر کا اِتفاق نہیں ہُوا تھا۔ اِن قطعوں کے جواب میں یہ رباعی لکھی گئی تھی ہو[2] اِنحصار ❊

## مخالفت کا جواب خاموشی سے بہتر نہیں

حق یوں کے اہل شر سے اڑنا نہ کہیں بھڑکے گی مدافعت[1] سے اور یہ آتش کیں[2]
گر چاہتے ہو کہ چپ رہیں اہلِ خلاف جز ترک جواب کوئی تدبیر نہیں

## ٹیکس

واعظ نے کہا کہ وقت سب جاتے ہیں ٹل اک وقت سے اپنے تو نہیں ٹلتی اجل[3]
کی عرض یہ اک سیٹھ نے اُٹھ کر کہ حضور ہے ٹیکس کا وقت بھی اسی طرح اٹل

## انسان اپنے عیب اپنے سے بھی چھپاتا ہے

جیسا نظر آتا ہوں نہ ایسا ہوں میں اور جیسا سمجھتا ہوں نہ ویسا ہوں میں
اپنے سے بھی عیب ہوں چھپاتا اپنے بس مجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

## بڑھاپے میں عاشقی کا دم بھرنا

آہیں پیری میں شیخ بھرتے نہیں یوں دل دبتے ہیں پر جی سے گزرتے نہیں یوں
تھے تم تو ہر اک قید سے آزاد سدا جو جیتے ہیں اس طرح وہ مرتے نہیں یوں

## واعظوں کی سخت کلامی!

اک گبر[4] نے پوچھے جو اصولِ اسلام واعظ نے درشتی[5] سے کیا اس سے کلام
بولا کہ حضور معتقد[6] ہوں جس کے ایسی مِلّت اور ایسے مذہب کو اسلام

---

[1] جھگڑا۔ ایک دوسرے کو ہٹانا [2] غصے کی آگ [3] موت [4] آتش پرست کافر [5] سختی [6] پیرو

## نواب وقار الامرا اقبال الدولہ بہادر کی شان میں

توفیق[1] نے اس کی چھوڑی ہمراہی  اقبال پہ جس نے فتحیابی چاہی

حالی لے جائے کون بازی ان سے
ہے جن کی رگوں میں خون آصف جاہی

---

[1] یہ رباعی ۱۳۰۹ھ میں جبکہ حالی حیدرآباد میں مقیم تھے۔ اور نواب الملک بمبئی سے پولو میں بازی جیت کر آئے تھے لکھی تھی لیکن ان کی خدمت میں بھیجی نہ گئی۔ آصف جاہی میں اس بات کا اشارہ ہے۔ کہ حضور سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں۔ اور اقبال کے لفظ میں ان کے خطاب کی طرف اشارہ ہے۔
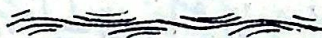
# رُباعیاتِ قدیم

ہو عیب کی خو یا کہ ہُنر کی عادت — مشکل سے بَدلتی ہے بشر کی عادت
چھُٹنے ہی چھُٹے گا اُس گلی میں جانا — عادت اور وہ بھی عُمر بھر کی عادت

---

مرنے پہ مرے وُہ روز و شب روئیں گے — جب یاد کریں گے مجھے تب روئینگے
اُلفت پہ وفا پہ، جانثاری پہ مری — آگے نہیں روتے تھے تو اب روئینگے

---

فرقت میں بشر کی رات کیونکر گزرے — اِک خستہ جگر کی رات کیونکر گزرے
گزری نہ ہو جس بغیر یاں ایک گھڑی — یہ چار پہر کی رات کیونکر گزرے

---

یاد اُس کی یہاں وردِ مدام[1] اپنا ہے — خالی نہ ہو جو کبھی وُہ جام اپنا ہے
کِس طرح نہ لیجئے کہ ہے نام اُس کا — کِس طرح نہ کیجئے کہ کام اپنا ہے

---

کیا پاس تھا قولِ حق کا اللہ اللہ — تنہا تھے پہ اعدا[2] سے یہ فرماتے تھے شاہ!
مَیں اور اطاعت یزید گمراہ — لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہ

---

حُر[3] کہتا تھا اے دِل شہِ ذی جاہ سے مِل — گمراہ نہ ہو رہبرِ حق آگاہ سے مِل
گم گشتگی[4] کوئے ضلالت[5] کب تک؟ — اللہ سے مِلنا ہے تو چل شاہ سے مِل

---

گر کفر میں فرعون کا ثانی نِکلا — اِک شام میں بیداد کا بانی نِکلا
سمجھا نہ تھا تھاہ بحرِ غفلت کی یزید — واں نیل سے بھی زیادہ پانی نِکلا

---

۱؎ ہمیشہ یاد کرنا ۔ ۲؎ عدو ۔ دشمن ۔ ۳؎ مرد آزاد ۔ ۴؎ بھٹکنا ۔ ۵؎ تاریکی ۔ گمراہی ۔

# قصیدے ترکیب بند مسدس اور چند قطعے

## مختلف مضامین پر بہ ترتیب اوقات تحریر

### (۱) قصیدہ نعتیہ[1]

بنے ہیں مدحت سلطان دو جہاں کیلئے ‌ ‌ ‌ سخن زباں کے لئے اور زبان دہاں کیلئے

وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنم میں ‌ ‌ ‌ عداوت اس کی عذاب الیم[2] جاں کیلئے

وہ شاہ جس کا محب امن و عافیت ہیں مدام ‌ ‌ ‌ محبت اس کی حصار حصیں[3] اماں کیلئے

وہ چاند جس سے ہوئی ظلمت[4] جہاں معدوم ‌ ‌ ‌ رہا نہ تفرقہ روز و شب زماں کیلئے

وہ پھول جس سے ہوئی سعی باغباں مشکور ‌ ‌ ‌ رہی نہ آمد و رفت چمن خزاں کیلئے

ہلال مکہ کا۔ ماہ دو ہفتہ یثرب کا ‌ ‌ ‌ فروغ قوم کے، اور شمع دودماں[5] کیلئے

گھر اس کا مورد قرآں مہبط[6] جبریل ‌ ‌ ‌ در اس کا کعبہ مقصود انس[7] و جاں کیلئے

سپہر گرم طواف اس کی بارگاہ کے گرد ‌ ‌ ‌ زمیں سر بسجود اس کی آستاں کیلئے

وہ لحظہ لحظہ تفقد[8] وہ دم بدم الطاف[9] ‌ ‌ ‌ رضائے خاطر یاراں جانفشاں کیلئے

---

۱ حضرت محمد کی تعریف میں لکھا ہوا قصیدہ ۔ ۲ سخت عذاب ۔ ۳ مضبوط قلعہ ۔ ۴ تاریکی ۔ ۵ خاندان
۶ جائے ہبوط ۔ اترنے کی جگہ ۔ ۷ انس جمع انسان ۔ ۸ ہمدردی ۔ ۹ جمع لطف ۔ مہربانی ۔

وہ گوشہ گو نہ مدارا وہ بات بات میں مہر — کشائش گرہ کین دشمناں کے لئے

گہ افتخار مقابل میں اہلِ نخوت[1] کے — گہ انکسار مدارات میہماں کے لئے

کہیں ہلاک میں تاخیر قوم سرکش کے — کہیں نماز میں تعجیل[2] ناتواں کے لئے

صفائے قلب حسود اور کینہ خواہ کے ساتھ — دعائے خیر بد اندیش و بدگماں کے لئے

کہیں مقدمتہ الجیش[3] انبیاء و رسل — کہیں وہ خاتمہ الباب استاں کے لئے

مدینہ مرجع[4] و ماوائے اہل مکہ ہوا — مکیں سے رتبہ یہ حاصل ہوا مکاں کے لئے

اِسی شرف کے طلبگار تھے کلیم و مسیح — نویدِ امتِ پیغمبر زماں کے لئے

بس اب نہ غول کا کھٹکا نہ راہزن کا خطر — ہوا وہ قافلہ سالار کارواں کے لئے

شفیعِ[5] خلق سراسر خدا کی رحمت ہے — بشارت[6] امتِ عاصی و ناتواں کے لئے

شفاعتِ نبوی ہے وہ برق عصیاں سوز — کہ حکم خس ہے جہاں کفر دو جہاں کے لئے

خدا کی ذاتِ کریم اور نبی کا خُلقِ عظیم — گنہ کریں تو کریں رخصت انس و جان کیلئے

اسی کا دین ہے کہ ہے گلشن ہمیشہ بہار — وگرنہ ہر گل و گلزار ہے خزاں کے لئے

عبور لجہ[7] عصیاں سے کس طرح ہو۔ اگر — وہ ناخدا نہ ہو اس بحر بیکراں کے لئے

---

[1] اہلِ غرور و تکبر ٭ [2] جلدی ٭ [3] یعنی نبیوں اور رسولوں کے لشکر کا راہنما۔ اور کہیں نبیوں کے باب کا خاتمہ یعنی حضرت محمدؐ آخری رسول تھے ٭ بموجب آیت لا نبیّ بعدی ٭ [4] واپسی اور رہنے کا مقام ٭ [5] سفارش کرنے والا ٭ [6] خوشخبری ٭ [7] گناہوں کے سمندر کی لہریں ٭

مریضِ حرص ہوا پائے کب شفا، جبتک
وُہ چارہ گر نہ ہو اس دردِ جانستاں کیلئے

نہ حرف و صوت ہیں وسعت نہ کام و لب میں سکت[1]
حقیقتِ شبِ معراج کے بیاں کے لئے

ارادہ عرش تک اک آن میں پہنچنے کا!
کیا تھا عزم الوالعزم نے کہاں کے لئے

کرم کا دیکھئے دامن کہاں تلک ہو فراخ
ہو میزبان خُدا جب کہ میہماں کے لئے

زمیں پہ ٹھہرا ہے ماوائے[2] شاہ عرش نشیں
رہی نہ اب کوئی فوقیت آسماں کے لئے

اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیارِ[3] استعداد
محک[4] ہے حُبِّ نبی دل کے امتحاں کے لئے

اگر نصیب ہو یثرب میں جا کے شربتِ مرگ
پیوں نہ آبِ بقا عمرِ جاوداں کے لئے

اگر بقیع[4] میں گز بھر زمیں میسّر آئے
کروں نہ طولِ امل[5] روضۂ جناں[6] کے لئے

سمایا اس کا جو نقشِ قدم تصوّر میں
ہجومِ شوق میں لوٹے کہاں کہاں کے لئے

حریفِ نعتِ پیمبر نہیں سخن حالیؔ
کہاں سے لائیے اعجاز اس بیاں کے لئے

نبی کا نام ہو وردِ زباں، رہے جبتک
سُخن زباں کے لئے اور زباں دہاں کے لئے

## ۲۔ ترکیب بند۔ مرتبہ ۱۲۸۵؁ ہجری

مرثیہ جناب مرزا اسد اللہ خاں مرحوم دہلوی متخلص بہ غالبؔ

کیا کہوں حالِ دردِ پنہانی
وقت کوتاہ و قصّہ طولانی

---

[1] طاقت ۔ [2] مقام ۔ [3] قدرت کی کسوٹی ۔ [4] مدینہ کا گورستان جہاں حضرت کی بیٹی فاطمہؓ اور اُن کے لڑکے حسنؓ دفن ہیں ۔ [5] امل ۔ اُمید ۔ [6] باغ بہشت ۔

عیش دُنیا سے ہو گیا دِل سرد | دیکھ کر رنگ عالم فانی
کچھ نہیں جز طلسم خواب و خیال | گوشۂ فقر و بزم سُلطانی
ہے سراسر فریب وہم و گماں | تاج فغفور و تخت خاقانی
بے حقیقت ہے شکل موجِ سراب | جامِ جمشید و راحِ[1] ریحانی
لفظ مہمل ہے نطق اعرابی | حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکہ ہے لحن[2] داؤدی[3] | اِک تماشا ہے حُسن کِنعانی[4]
نہ کروں تشنگی میں تر لب خشک | چشمۂ خضر کا ہو گر پانی
لوں نہ اِک مُشت خاک کے بدلے | گر ملے خاتم سلیمانی

بحرِ ہستی بجز سراب نہیں!
چشمۂ زندگی میں آب نہیں!

جِس سے دُنیا نے آشنائی کی | اس سے آخر کو کج ادائی کی
تجھ کو بھولے کوئی عبث اے عمر | تُو نے کی جس سے بیوفائی کی
ہے زمانہ وفا سے بیگانہ! | ہاں قسم مجھ کو آشنائی کی
یہ وُہ بے مہر ہے کہ ہے اُسکی | صُلح میں چاشنی لڑائی کی
ہے یہاں حظِ وصل سے محرُوم | جس کو طاقت نہ ہو جُدائی کی
ہے یہاں حفظِ وضع سے مایُوس | جس کو عادت نہ ہو گدائی کی

---

[1] خوشبو۔ [2] راگ۔ [3] حضرت داؤد ایک نہایت خوش آواز پیغمبر ہو گذرے ہیں۔
[4] مراد یُوسف کے حُسن سے ہے۔

خندۂ گُل سے بے بقا تر ہے　　شان ہو جس میں دلربائی کی
جنس کا سد[1] سے نا روا تر ہے　　خوبیاں جس میں ہوں خدائی کی
بات بگڑی رہی سہی افسوس　　آج خاقانی و سنائی کی

رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد
**اسداللہ خاں غالب مرد**

بُلبلِ ہند مر گیا ہیہات　　جس کی تھی بات بات میں اک بات
نکتہ داں نکتہ سنج نکتہ شناس　　پاک دل پاک ذات پاک صفات
شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج　　رند اور مرجع[2] کرام[3] و ثقات[4]
لاکھ مضمون اور اُسکا ایک ٹھٹھول　　سو تکلف اور اس کی سیدھی بات
دل میں چبھتا تھا وہ اگر بہ مثل　　دن کو کہتا تھا دن اور رات کو رات
ہو گیا نقش دل پہ جو لکھا　　قلم اس کا تھا اور اُسکی دوات
تھیں تو دلّی میں اسکی باتیں تھیں　　لے چلیں اب وطن کو کیا سوغات
اس کے مرنے سے مر گئی دلّی　　خواجہ نوشہ[5] تھا اور شہر برات
یاں اگر بزم تھی تو اس کی بزم　　یاں اگر ذات تھی تو اُس کی ذات
ایک روشن دماغ تھا نہ رہا　　شہر میں اِک چراغ تھا نہ رہا

---

[1] کھوٹی ۔ [2] جائے مراجعت ۔ لوٹنے کی جگہ ۔ [3] جمع کریم ۔ بخشش والے لوگ ۔ [4] ثقات جمع ثقہ ۔ ایماندار لوگ ۔ [5] دُولھا ۔

دِل کو باتیں جب اس کی یاد آئیں
کِس کی باتوں سے دِل کو بہلائیں

کِس کو جا کر سُنائیں شعر و غزل
کِس سے دادِ سُخنوری پائیں

مرثیہ اس کا لِکھتے ہیں احباب
کِس سے اصلاح لیں کِدھر جائیں

پست مضمون ہے نوحۂ اُستاد
کِس طرح آسماں پہ پہنچائیں

لوگ کچھ پوچھنے کو آتے ہیں
اہلِ مَیّت جنازہ ٹھہرائیں

لائیں گے پھر کہاں سے غالب کو
سوئے مدفن ابھی نہ لے جائیں

اِس کو اگلوں پہ کیوں نہ دیں ترجیح
اہلِ اِنصاف غور فرمائیں

قدسیؔ و صائبؔ و اسیرؔ و کلیمؔ
لوگ جو چاہیں اُن کو ٹھہرائیں

ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے
ہے ادب شرط مُنہ نہ کھُلوائیں

غالبؔ نکتہ داں سے کیا نسبت
خاک کو آسماں سے کیا نسبت

نثر حُسن و جمال کی صُورت
نظم غنج[۱] و دلال کی صُورت

تہنیت[۲] اِک نشاط کی تصویر
تعزیت[۳] اِک ملال کی صُورت

قال اُس کا وہ آئینہ جس میں
نظر آتی ہے حال کی صُورت

اس کی توضیح[۴] سے بگڑتی تھی
شکلِ اِمکان محال کی صُورت

اس کی نادیل سے بدلتی تھی
رنگ ہجراں وصال کی صُورت

---

[۱] معشوق کا ناز و کرشمہ [۲] خوشی کے موقعہ پر لِکھا ہُوا کلام [۳] ماتم پر لِکھا ہُوا کلام [۴] تشریح۔ توضیح

لُطف آغاز سے دکھاتا تھا — سُخن اُس کا مآل[1] کی صُورت

چشمِ دوراں سے آج چھپتی ہے — انوری و کمال کی صُورت

لوحِ امکاں سے آج مٹتی ہے — علم و فضل و کمال کی صُورت

دیکھ لو آج پھر نہ دیکھوگے — غالبؔ بے مثال کی صُورت

اَب نہ دُنیا میں آئینگے یہ لوگ

کہیں ڈھونڈھے نہ پائینگے یہ لوگ

شہر میں جو ہے سوگوار ہے آج — اپنا بیگانہ اشکبار ہے آج

نازشِ خلق کا محل نہ رہا — رحلتِ[2] فخرِ روزگار ہے آج

تھا زمانہ میں ایک رنگیں طبع — رخصتِ موسمِ بہار ہے آج

بارِ احباب جو اُٹھاتا تھا — دوشِ احباب پر سوار ہے آج

تھی ہر ایک بات نیشتر جس کی — اُس کی چُپ سے جگر فگار[3] ہے آج

دِل میں مدت سے تھی خلش جس کی — وہی برچھی جگر کے پار ہے آج

دِلِ مضطر کو کون دے تسکیں — ماتمِ یارِ غمگسار ہے آج

تلخیٔ غم کبھی نہیں جاتی — جانِ شیریں بھی ناگوار ہے آج

کس کو لاتے ہیں بہرِ دفن کہ قبر — ہمہ تن چشمِ انتظار ہے آج

غم سے بھرتا نہیں دِلِ ناشاد — کس سے خالی ہُوا جہاں[4] آباد

---

[1] انجام ۔ [2] رخصت ۔ [3] زخمی ۔ [4] دہلی کا دُوسرا نام ۔

نقدِ معنی کا گنجداں نہ رہا　　خوانِ مضمون کا میزباں نہ رہا
ساتھ اس کے گئی بہارِ سخن　　اب کچھ اندیشۂ خزاں نہ رہا
ہوا اِک ایک کاروان سالار　　کوئی سالارِ کارواں نہ رہا
رونقِ حسن تھا بیاں اس کا　　گرم بازارِ گل رخاں نہ رہا
عشق کا نام اس سے روشن تھا　　قیس و فرہاد کا نشاں نہ رہا
ہو چکیں حسن و عشق کی باتیں　　گل و بلبل کا ترجماں نہ رہا
اہلِ ہند اب کریں گے کس پہ ناز　　رشکِ شیراز و اصفہاں نہ رہا
زندہ کیونکر رہے گا نامِ ملوک　　بادشاہوں کا مدح خواں نہ رہا
کوئی ویسا نظر نہیں آتا　　وہ زمین اور وہ آسماں نہ رہا

اُٹھ گیا تھا جو مایۂ دارِ سخن!
کس کو ٹھہرائیں اب مدارِ سخن

کیا ہے جس میں وہ مردِ کار[1] نہ رہا　　اِک زمانہ کہ سازگار نہ تھا
شاعری کا کیا حق اُس نے ادا　　پر کوئی اس کا حق گزار نہ تھا
بے صلہ مدح و شعر بے تحسیں　　سخن اُس کا کسی پہ بار نہ تھا
نذرِ سائل تھی جان تک لیکن　　قطعہ ۱　درخورِ ہمت[2] اقتدار نہ تھا
ملک و دولت سے بہرہ ور نہ ہوا ۲　　جان دینے پہ اختیار نہ تھا

---

[1] باکمال ہو　[2] سزاوار - قابل ہو

خاکساروں سے خاکساری تھی — سربلندوں سے اِنکسار[1] نہ تھا

لب پہ احباب سے بھی تھا نہ گِلا — دِل میں اعدا سے بھی غبار نہ تھا

بے ریائی تھی زہد کے بدلے — زہد اُس کا اگر شعار نہ تھا

ایسے پیدا کہاں ہیں مست و خراب — ہم نے مانا کہ ہوشیار نہ تھا

مظہر[2] شانِ حُسن فطرت تھا

معنی لفظ آدمیت تھا

کچھ نہیں فرق باغ و زنداں میں — آج بُلبل نہیں گلستاں میں

شہر سارا بنا ہے بیت[3] حزن — ایک یُوسف نہیں جو کنعاں میں

ملک یکسر ہُوا ہے بے آئیں — اِک فلاطوں نہیں جو یُوناں میں

ختم تھی اِک زباں پہ شیرینی — ڈھونڈتے کیا ہو سیبِ رتاں میں

حصر[4] تھی اِک بیان میں رنگینی — کیا دھرا ہے عقیق و مرجاں میں

لب جادو بیاں ہُوا خاموش — گوش گُل وا ہے کیوں گلستاں میں

گوش معنی سنو ہُوا بے کار — مُرغ کیوں نعرہ زن ہے بُستاں میں

وُہ گیا جس سے بزم روشن تھی — شمع جلتی ہے کیوں شبستاں میں

نہ رہا جس سے تھا فروغِ نظر — سرمہ بنتا ہے کیوں صفاہاں میں

ماہِ کامل میں آگئی ظلمت — آبِ حیواں پہ چھا گئی ظلمت

---

[1] عاجزی۔ حلیمی ❊ [2] ظاہر کرنے والا ❊ [3] غم کا گھر ❊ [4] منحصر۔ محدود ❊

ہند میں نام پائے گا اَب کون　　سِکّہ اپنا بِٹھائے گا اَب کون

ہم نے جانی ہے اِس سے قدر سلف　　ان پہ ایمان لائے گا اَب کون

اُس نے سب کو بُھلا دیا دِل سے　　اِس کو دِل سے بُھلائیگا اَب کون

تھی کِسی کی نہ جِس میں گنجائش　　وُہ جگہ دِل میں پائیگا اَب کون

اِس سے مِلنے کو یاں ہم آتے تھے　　جا کے دِلّی سے آئیگا اَب کون

مر گیا قدر دانِ فہم و سخن　　شِعر ہم کو سُنائیگا اَب کون

مر گیا تشنۂ مذاقِ کلام　　ہم کو گھر سے بُلائیگا اَب کون

تھا بساطِ سُخن میں شاطر ایک　　ہم کو چالیں بتائیگا اَب کون

شِعر میں ناتمام ہے حالؔی　　غزل اُس کی بنائیگا اَب کون

کَمْ لَنَا فِیہِ مِنْ بَلِیٍّ وعَوِیْل
وعتاب مع الزمان طویل[1]

## قصیدہ نعتیہ[2]

میں بھی ہوں حُسنِ طبع پر مغرور　　مجھ سے اُٹھینگے اُن کے ناز ضرور

---

[1] کہتے ہیں اِس زمانہ میں جن کے لئے رونا اور پیٹنا ہے - اور یہ عتاب زمانہ کیساتھ طویل ہے ؛

[2] اِس قصیدہ کی تمہید ۱۲۷۰ھ یا ۱۲۸۰ھ کے ہذیانات میں سے ہے. یہ وُہ زمانہ ہے. کہ دِلّی میں نامور شعرا کا خاتمہ ہو چکا تھا - مومنؔ - ذوقؔ - غالبؔ - آزردہؔ اور شیفتہؔ ایک ایک کے بعد رخصت ہو چکے ہیں اور میدان بالکل خالی ہے - اُنہیں دِنوں سیتا رام کے بازار میں ایک مشاعرہ قرار پایا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خاک پر ہُوں اور عرش پر ہے دماغ ۔۔۔ مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور[۱]
خاکساری پر میری کوئی نہ جائے ۔۔۔ میرے دِل میں بھرا ہُوا ہے غرور
نہ گِنو اہلِ عصر میں مجھ کو! ۔۔۔ مَیں بہت کھینچتا ہُوں آپ کو دُور
چشمۂ آبِ خضر کے مانند ۔۔۔ چشمِ اہلِ جہاں سے ہُوں مستور[۲]
دِل سے داد اپنی لے چکا ہُوں بہت ۔۔۔ مجھ کو پرواہ نہیں کہ ہوں مشہور
مثلِ یُوسف دکھائے جوہر ذات ۔۔۔ جس کو بکنا ہو مُفت یاں منظور
جیسے شہباز ہو قفس میں اسیر[۳] ۔۔۔ ہوں زمانہ کے ہاتھ سے مجبور

---

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۸۱) مصرع طرح پر تین غزلیں بڑے دعوے سے لکھیں ۔ جن لوگوں کو وا دِ بلے جا تحسین و آفرین سے دماغ میں خلل آ گیا ۔ اور جن کی داد کی توقع پر وُہ غزلیں لکھی تھیں ۔ وُہ کسی وجہ سے باوجود اصرار کے مشاعرہ میں نہ آئے ۔ بیسوا اپنے خریدار کی بے التفاتی پر شائد ایسی کھسیانی نہیں ہوتی ۔ جیسا کہ شاعر اُن لوگوں کی بے التفاتی سے جن کو وُہ سچ مچ اپنے شعر کا قدر دان سمجھتا ہے ۔ اِس خام خیالی کے جوش میں اس قصیدہ کی فخریہ تمہید لکھی گئی مطلب یہ تھا ۔ کہ اگر لوگ ہماری قدر نہیں کرتے ۔ تو ہم آپ ہی اپنے مُنہ میاں مٹھو بنتے ہیں ۔ کیونکہ اِس زمانے کے خیالات کے موافق اِس بات کا یقین تھا ۔ کہ جس طرح آجکل تجارت کی گرم بازاری اشتہارات کے ذریعہ سے ہوتی ہے ۔ اِسی طرح شاعری بھی منوانے سے مانی جاتی ہے ۔ لیکن جب تفاخر حد سے زیادہ بڑھ گیا ۔ تو دفعتاً اپنی غلطی پر متنبہ ہُوا ۔ لہٰذا قصیدہ کا خاتمہ نعتیہ اشعار پر کیا گیا ۔ تاکہ فخر کے لئے ایک وجہ پیدا ہو جائے ۔ ؂[۱] غیرت مند ۔ ؂[۲] مخفی ۔ چُھپا ہُوا ۔ ؂[۳] قید ۔

| | |
|---|---|
| کبک و قمری کو رخصتِ[1] پرواز | بال و پر مُفتِ صعوہ[2] و عصفور[3] |
| جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہوں میں | اُس سے شکوہ نہیں، کہ ہے معذور |
| لذتِ مے سے جو نہ ہو آگاہ | اُس کو کیا قدرِ خوشۂ انگور |
| جسکی آنکھیں نہ ہوں وہ کیا جانے | روزِ روشن ہے یا شبِ[4] دیجور |
| پہلے ہو گی کسی کو قدرِ ہنر | اُٹھ گیا اب جہان سے دستور |
| دردِ دل کا بیاں کروں کس سے؟ | بات جھوٹی نہیں مجھے منظور |
| سخنِ حق کی داد لوں کس سے؟ | سُن چکا ہوں فسانۂ منصور[5]! |
| دل آباد مُفتِ بے ہنراں | ہو چکا خانۂ ہنر معمور! |
| مژدۂ خسرو[6] کو وصلِ شیریں[7] کا | ہو چکی سعی کوہکن مشکور[8] |
| ہم نے دیکھی تمیزِ اہلِ نظر | ہم نے دیکھا مذاق اہلِ شعور |
| ہے غرض انکو صوتِ[9] موزوں سے | نالۂ دل ہو یا نوائے[10] طیور[11] |
| ہو کسی شے سے ان کی گرمیٔ بزم | داستاں ہو وہ یا کہ درس زبور[12] |
| ہے فقط روشنی سے اُن کو کام | موم ہو اصلِ شمع، یا کافور |

[1] فرصت۔ طاقت ۔ [2] ممولا۔ ایک مشہور پرندہ ہے ۔ [3] کنجشک۔ چڑیا ۔ [4] سیاہ رات ۔
[5] ایک صوفی کا نام ہے جس نے انا الحق کہا تھا ۔ [6] خسرو پرویز شیریں کا شوہر ہے ۔ [7]
فارس کی حسین شہزادی جس کے عشق میں کوہکن جوئے شیر لایا ۔ [8] قبول منظور ۔ [9] آواز ۔
[10] آواز ۔ [11] پرندے ۔ [12] سرزمین فارس کی قدیم مقدس کتاب ۔

ہے یہاں قائل[1] انا مردود[2] | ہو وہ فرعونِ[3] وقت یا منصور
آپ اپنے سخن سے ہوں محظوظ[3] | دِل اصحاب گو نہ ہو مسرور
ہاں اگر کام ہے تو شیریں سے | قصرِ خسرو کے اور ہیں مزدور
دِل احباب پر نہیں چلتا | سحر[4] میرا کہ ہیو غیر سے دور
ہوں تماشائے شہر نابینا | ہے برابر میرا اخفا[5] و ظہور
دُرِ یکتا[6] ہوں اور ہوں بے آب[7] | ماہِ کامل ہوں اور ہوں بے نور

چشمہ[8] پیدا و کارداں تشنہ | بادہ[9] پُر زور و انجمن مخمور
اِس زمانے میں وہ غریب نہیں | جو وطن سے ہو لاکھ منزل دور
صاحبِ قدر و جاہ ہے جب تک | کار فرما ہے چین میں فغفور
کاش اِس عہد میں مجھے پاتے | تھا سخن جب کہ قبلہ[10] جمہور
کاش وہاں دیکھتے مجھے کہ جہاں | متنبّی تھا مادح[11] کافور
کون سمجھے مجھے کہ ہوں کیا چیز | انوری[12] ہے نہ عرفی[13] نہ شاہ پور[14]

---

لے کہنے والا - انا - میں - مردود = رد کیا گیا ۔ ۲ے ایک بادشاہ جس نے دعوئے خدائی کیا ۔ ۳ے خوش - مطمئن - لذت یاب ۔ ۴ے جادو ۔ ۵ے پوشیدگی ۔ ۶ے بے مثل موتی ۔ ۷ے بے رونق - مانند ۔ ۸ے ظاہر ۔ ۹ے شراب ۔ ۱۰ے عوام کے لائق پرستش ۔ ۱۱ے تعریف کرنے والا ۔ ۱۲، ۱۳، ۱۴ے فارس کے نامدار شعرا ۔

کون دیکھے میرے چمن کی بہار — مر گیا عندلیبِ نیشاپور[۱]

جس سے ہوتا ہے خستہ سینہ ہوش — ہے زباں میری وہ دمِ ساطور[۲]

جس سے ہوتا ہے کور[۳] پروانہ — ہے میری شمع میں وہ لمعۂ[۴] نور

شرح نکتہ کی گر کروں تحریر — تنگ ہو عرصۂ[۵] نقوش و سطور

ترکِ عشقِ بتاں کریں عشّاق — مجھ سے سن پائیں گر ستائش[۶] حور

گر کروں ذکر لذّتِ طاعات[۷] — تلخ کر دوں مذاقِ فسق[۸] و فجور

چھیڑ دوں گر فسانۂ فرہاد — دلِ خسرو میں ڈال دوں ناسور[۹]

کہنے جاؤں جو حق سے عذرِ گناہ — لے کے آؤں نوید عفو قصور

لوں ملائک[۱۰] سے دادِ حسنِ کلام — گر لکھوں نعتِ سرورِ[۱۱] جمہور

وہ شہنشاہ امتی[۱۲] جس کا — یاں گنہگار اور واں مغفور[۱۳]

وہ خداوند خدمتی جس کا — یاں سبکسار اور واں ماجور[۱۴]

مژدہ اے امتِ ضعیف کہ یاں — سعی ہوتی ہے بے کئے مشکور

---

۱ عندلیب نیشاپور سے مراد نظیری ہے۔ اگر وہ ہوتا تو اس سے زیادہ اور کیا قدر کرتا۔ جیسا کہ شیخ علی حزیں نے سودا کی نسبت کہا تھا۔ کہ در پوچ گویاں ہند غنیمت است ۔ ۲ خنجر ۔ ۳ اندھا ۔ ۴ روشنی ۔ ۵ میدان ۔ ۶ تعریف ۔ ۷ بندگی ۔ ۸ بری باتیں۔ گناہ ۔ ۹ زخم جو ہڈی میں پڑ جائے۔ اور ہمیشہ رستا رہے ۔ ۱۰ فرشتے ۔ ۱۱ مالک۔ مراد پیغمبر علیہ السلام سے ہے ۔ ۱۲ امت۔ جماعت۔ پیرو ۔ ۱۳ بخشا گیا ۔ ۱۴ وزنی۔ قابلِ قدر ۔

لبِ شیریں کلام سے اِس کے — دوست بھی شاد غیر بھی مسرور
اثرِ فیضِ عام سے اُس کے — کعبہ آباد و میکدہ معمور[1]
چرخ کو دے اگر وُہ حکمِ سکوں — ہو غلط نسخۂ سنین[2] و شہور[3]
صرصرِ[4] قہر گر چلے اس کی — بند ہو مسلکِ[5] صبا و دبور[6]
جس طرف وُہ گرمِ نظارہ — جلوہ گر ہو اِدھر سے لمعۂ طور
ہو جہاں لُطف سے وُہ سایہ فگن — موجزن ہو وہاں سے چشمۂ نُور
بات پوچھو تو سوئے چرخ نگاہ — سینہ دیکھو تو علم کا گنجور
ہو سکے اس کی خوبیوں کا شمار — نعمتیں حق کی ہوں اگر محصور[7]
اے ترا پایہ فہم سے برتر — اے ترا نام عرش پہ مسطور[8]
میں ترے در پہ سُن کے آیا ہُوں — نام تیرا شفیع[9] روزِ نشور[10]
کچھ نہیں زادِ راہ[11] پاس اپنے — مگر امیدِ عفو[12] ربِ غفور[13]
طبع غالب ہے اور میں مغلوب — نفس قاہر[14] ہے اور میں مقہور[15]
بحرِ غفلت میں ہوں سراسر غرق — نشۂ کبر[16] میں ہوں بالکل چُور

---

۱ پُر، جاری، بھرا ہُوا ۔ ۲،۳ ماہ و سال ۔ ۴ تند ہوا، طوفان ۔ ۵ راستہ ۔ ۶ وُہ ہوا جو مغرب کی طرف سے چلے ۔ ۷ شمار ۔ ۸ لکھا ہُوا ۔ ۹ سفارش (شفاعت) کرنے والا ۔ ۱۰ قیامت ۔ ۱۱ سامان راستہ کے واسطے ۔ ۱۲ معافی بخشش ۔ ۱۳ بخشنے والا ۔ ۱۴ قہر کرنے والا ۔ ۱۵ جس پر قہر کیا جائے ۔ ۱۶ غرور ۔

چھوڑتی ہی نہیں خودی دامن | ہوں بہت اپنے ہاتھ سے مجبور
مہر فرزند و خواہش زر و سیم[1] | طمع جاہ و فکر عیش و سرور
ایک بیمار اور سو آزار | ایک رنجور اور سو ناسور
نفس امارہ[2] اور دیو مرید | یہ ہے افعی[3] تو وہ ہے کلبِ عقور[4]
مجھ سے جو کام چاہیئے لیجئے | جھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور[5]
حسد و بغض و غیبت و بہتان | بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور
ایک جو مجھ سے بن نہیں آتی | ہے وہ خدمت کہ جس پہ ہوں مامور[6]
دل لگے بندگی میں کیا امکاں | لب ہلے ذکرِ حق میں کیا مقدور
مایۂ عقل ہے نہ شورِ جنون | دل بیتاب ہے نہ جانِ صبور[7]
نہ معاصی[8] میں تلخی و خجلت | نہ عبادت میں چاشنیٔ حضور
فی المثل[9] ہے مری مسلمانی | جیسے زنگی کا نام ہو کافور
ہاں مگر کچھ امید بندھتی ہے | تیرے زمرے میں گر ہوا محشور[10]
جب ترے کارواں میں جا پہنچا | پھر رہا بابِ[11] خلد کتنی دور
دوری آستانِ[12] والا سے | ہے بہت تنگ حالیٔ مہجور

---

[1] سونا۔ چاندی ۔ [2] ایک ایسا نفس جو ہمیں گناہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے ۔ [3] سانپ ۔
[4] کاٹنے والا کتا ۔ [5] دھوکا۔ فریب۔ ریاکاری ۔ [6] تعینات ۔ [7] صبر کرنیوالی ۔ [8] گناہ ۔
[9] مثال کے مطابق مشہور ۔ [10] شمار۔ اکٹھا کیا گیا ۔ [11] دروازہ ۔ [12] دہلیز۔ چوکھٹ ۔

اب دُعا یہ ہے اے شفیعِ اُمم[1] | بسکہ بیتاب ہے دِلِ مہجور
جا لگے تیرے در پہ کشتیٔ عُمر | جب کروں بحرِ زندگی سے عبور

جیتے جی دِل میں ہو یاد تیری
مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور!

## ۴۔ قصیدہ[2] مدحیہ ناتمام

نواب کلب علی خاں مرحوم رئیس رامپور کی شان میں

ظلِ حق[3] کلب علیخاں جسکے بذل[4] وجود پر | ہند سے لے تا عرب ہیں خاصی و عامی گواہ
صاحبِ علم و عمل اور تابعِ احکامِ دین | زائرِ قبرِ نبی[5] اور حاجی بیت الھُدیٰ
شاعری میں فرد، موسیقی میں فارابیٔ[6] عصر | صوتِ روح افزا و صورت آیۂ صنعِ خدا
دولتِ برطانیہ پر اس کی فرزندی کا حق | دولتِ عثمانیہ کو اس سے پیوند[7] ولا
اس کی ہیبت سے لرزتے ہیں مقرب[8] اور جلیس | اور مروت پر ہیں نازاں مجرم و اہلِ خطا

---

[1] جمع امت بمعنی جماعت یعنی جماعتوں کی بخشش کی سفارش کرنیوالا۔ [2] قصیدہ ۱۲۹۱ھ میں اس وقت لکھا گیا تھا جبکہ نواب ممدوح علیگڑھ کے مدرسۃ العلوم کا پیٹرن ہونا منظور کر چکے تھے۔ بارہ سو روپیہ سال کی جاگیر ہمیشہ کے لئے مدرسہ کے اخراجات کے واسطے اور کئی ہزار روپیہ نقد بطور چندہ دے چکے تھے۔ مگر مصلحتاً ان کی خدمت میں بھیجا نہیں گیا۔ اور اسی لئے ناتمام رہا۔ اس کے اوّل و آخر کے کچھ اشعار ضائع بھی ہو چکے ہیں۔ [3] سایہ۔ [4] سخاوت۔ [5] زیارت کرنے والا۔ [6] اپنے زمانے کا فارابی۔ [7] تعلق۔ [8] ہم صحبت۔

قطعہ

۱ یہ وہ دعویٰ ہے کہ خود دربار ہے اس کا گواہ
مرجع[1] اربابِ علم و فن ہے اُس کا بابِ[2] فیض

۲ اُن کو چن چن کر یہاں لایا چمن بندِ سخا
کُل زمینِ ہند میں تھے جو درختِ باردار

۳ اور محدث[3] ہیں تو ہیں سر چشمۂ علم و ہُدیٰ
گر مناظر ہیں تو ہیں سر دفترِ اہلِ کلام

۴ نکتہ چیناں محسطی خردہ[4] گیرانِ شفا
زمرۂ اہلِ یقین یا مجمع اہلِ سلوک

۵ فیلسوف و مستدل[5] یا عارفِ علّت رُبا
شاعرِ شیریں نفس یا شاعرِ سنجیدہ رائے

۶ بلبلِ جادو نوا ہو یا گلِ رنگیں ادا
بے بدل ہے الغرض جو رُوپ ہے اِس باغ میں

اے خوشا وہ سرزمیں جس پر ہو تو فرمانروا
بہرہ ور ہیں فیض سے تیرے بلادِ دُور دست

بارِ منت سے ترے پشتِ رعیت ہے دوتا[6]
بارِ محصول[7] سے یاں تک ہوئی ہلکی کہ اب

سیر ہو کر تجھ کو دیتے ہیں بہت بھو کے دُعا
خیر تیری ہے حِصارِ[8] عافیت تیرے لئے

ہر بھلائی کی ملی ذات چند گر تجھ کو جزا
نعمتیں حق کی نہ سمیٹنگی سمیٹی زینہار

نام پھر زندہ ہوا خوانِ خلیل[9] اللہ کا
خوانِ نعمت پر ہے تیرے میہمانوں کا ہجوم

جب کہیں کس نے کیا حق میزبانی کا ادا
ہے یقین تجھ پر پڑے اصحابِ محشر[10] کی نگاہ

جو کہ حامی قوم کے ہیں ان کا حامی ہے خدا
دولت و اقبال روز افزوں سے ہے تیرے عیاں

لے گئی ان کو بہا کر موجِ سیلابِ[11] فنا
پرورش پاتی تھی جن کے سایۂ دولت میں قوم

---

[1] جائے رجوع ۔ [2] دروازہ ۔ [3] صاحبِ حدیث ۔ [4] نکتہ چین ۔ محسطی اور شفا دو حکمت کی مقبول کتابوں کے نام ہیں ۔ [5] منطقی ۔ [6] جمع حصول ۔ [7] خمیدہ ۔ دوہری ۔ [8] قلعہ ۔ [9] حضرت ابراہیمؑ ۔ [10] قیامت ۔ [11] طوفان ۔

کچھ گھرانے رہ گئے ہیں جو کہ آتے ہیں نظر
ہند میں اب تکیہ گاہ اُمّتِ خیر الوریٰ[1]

یہ اگر بنتے نہ کشتی بان اِس طوفان میں
کشتیٔ اِسلام تھی منجدھار میں بے ناخدا[2]

رہ گئی تیری خریداری سے شرم اہلِ فضل
ورنہ ان کی جنس کا گاہک یہاں کوئی نہ تھا

مِل گئے تھے گوہر درج شرافت خاک میں
خاک سے تُو نے اٹھایا ان کو اور بخشی جِلا[3]

ہو رہے تھے دودمانِ[4] علم و دولت جاں بلب
تُو نے اِک اِک کے چُوایا[5] حلق میں آبِ بقا

کول[6] میں پودا لگا ہے جو بے تہذیب قوم
آبیاری سے ہے تیری ہی اسے نشو و نما

ہے یہ وُہ اِحسان جس کے بارِ منت سے کبھی
قوم کی گردن نہ ہلکی ہو گی بے ادّا رہا

تیرے ظلِ[7] تربیت میں گر رہا یہ نونہال
ہے یقیں پھیلیں گی شاخیں اُسکی طوبیٰ[8] اسے سِوا[9]

فرض اگر کیجے اِسے دیوارِ کاخِ[10] آرزو
تو وُہ پُشتی بان ہے جس سے اُسکی قائم ہے بِنا[11]

اور اگر کہیے کہ ہے یہ قوم کی کشتِ مُراد
تو ہے اِس پر ابرِ رحمت کی طرح چھایا ہوا

## ۵۔ قصیدہ[12] ناتمام مرقومہ ۱۲۹۴ھ

### سر سیّد احمد خاں دام بقاؤہم کی شان میں

پنہاں نہیں ہے یار و سب پر کھلا ہوا ہے
جو حال آج اپنا اور اپنی قوم کا ہے

---

[1] یعنی اسلام۔ [2] ملاح۔ [3] رونق چمک۔ [4] خاندان۔ [5] ٹپکایا۔ [6] علیگڑھ کا پُرانا نام ہے۔ [7] سایہ۔ [8] بہشت کا ایک درخت۔ [9] زیادہ۔ [10] محل۔ [11] بنیاد۔ عمارت

[12] یہ قصیدہ اس وقت لکھنا شروع کیا تھا جبکہ مدرسۃ العلوم کا بنیادی پتھر لارڈ لٹن اپنے ہاتھ سے رکھ چکے تھے۔ اور سر سیّد کے کام تعجب کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تھے۔ مگر بسبب مکروہات دنیوی کے پُورا نہ ہو سکا۔

ہے اِک لکیر باقی جس پر نقیر ہیں ہم — خود سانپ دربہ ہاں سے کب کا نکل گیا ہے

اِس پر بھی اے عزیزو ہے جائے فخر تم کو — دینوں میں دینِ بیضا[1] حق نے تمہیں دیا ہے

قبلہ ہے وُہ تمہارا جو گھر ہے سب سے پہلا — ہادی[2] ہے وُہ تمہارا جو ختمِ انبیا[3] ہے

دی ہے وہ مصلحِ[4] کل حق نے کتاب تم کو — جس نے شریعتوں کو شیر و شکر[5] کیا ہے

بخشی تمہیں حکومت حکمت تمہیں عطا کی — دوراں سدا لموافق تم سے نہیں رہا ہے

اِس دورِ آخری میں جب یوں بگڑ چلے تم — اِک ہاشمی[6] تمہارا مُصلح کھڑا کیا ہے

سرسبز چاہتا ہے جو قوم کو جہاں میں — فتوؤں سے قوم کے گو کافر ٹھہر چکا ہے

وقت اپنا کام اپنا جان اپنی مال اپنا — یاروں پہ جس نے سب کچھ قربان کر دیا ہے

وار اِس پہ قوم کے ہیں وُہ قوم کی سپر[7] ہے — قوم اس سے بدگمان ہے وُہ قوم پر فدا ہے

ہمدردِ قوم ایسا ہم نے سُنا نہ دیکھا — یہ درد اس کو جد[8] کی میراث میں مِلا ہے

تعلیم کی تمہاری بُنیاد اُس نے ڈالی — ملکوں میں جس کا چرچا ہر سمت ہو رہا ہے

بعد از قرونِ[9] اولےٰ کس نے کیا بتاؤ — سیّد نے کام آکر جو قوم کا کیا ہے

## ۶۔ قطعہ مرثیہ ۱۳۰۰ھ

مرثیہ مہین برادر راقم جناب خواجہ امداد حسین مرحوم

کل سوگ میں بھائی کے اسے دیکھ کے چپ چپ — حالی سے کہا ہم نے کہ اے مجمعِ معانی

---

[1] مذہب اسلام۔ [2] ہدایت کرنیوالا۔ [3] جمع نبی۔ یعنی آخری نبی۔ اشارہ حضرت محمدؐ کی طرف ہے۔ [4] اشارہ قرآن شریف کی طرف ہے۔ [5] باہم مِلا دیا ہے۔ [6] اشارہ سر سیّد احمد خاں کی طرف ہے۔ [7] ڈھال۔ [8] باپ دادا۔ [9] صدیاں۔

خاموش کبھی ہم نے تجھے یوں نہیں دیکھا ۔ کیا ہو گئی وہ تیری طبیعت کی روانی!

شادی میں تری تہنیتیں[1] ہم نے سنی ہیں ۔ ماتم میں بھی دیکھی ہے تری مرثیہ خوانی

ہنستا ہے نہ روتا ہے نہ بذلہ[2] ہے نہ نوحہ ۔ کچھ کہہ تو سہی دل میں یہ کیا تو نے ہے ٹھانی

دنیا ہے یہ اک دارِ فنا جس کا اثاثہ[3] ۔ سب خاک سے تا انجم[4] و افلاک ہے فانی

ہو جائے گر انسان یونہی ہر رنج میں خاموش ۔ کس طرح دلوں کے ہوں عیاں رازِ نہانی

اک آہ بھری سن کے یہ حالی نے کہ جس سے ۔ دل دہل گئے سب کے لہو ہو گئے پانی

فرمایا کہ موجوں سے بھنور کے نہیں آگاہ ۔ ساحل پہ ہیں جو راہ سپر قاضی و دانی[5]

حالی ہی کو معلوم ہے حالی کی حقیقت ۔ مشکل ہے کسک[6] دل کی عزیزوں کو دکھانی

آئے ہیں سدا بھائیوں سے بھائی بچھڑتے ۔ موت ایک کے آگے ہے ضرور ایک کو آنی

پر بھائی ہو جس شخص کا حالی کا سا بھائی ۔ غم بھائی کا مر جانے کی ہے اسکے نشانی

جس بھائی نے بیٹوں کی طرح بھائی کو پالا ۔ سوکھی ہوئی کھیتی میں دیا باپ کے پانی

جس بھائی کے آغوش میں ہوش اس نے سنبھالا ۔ جس بھائی کے سایہ میں کٹی اس کی جوانی

شفقت نے دیا جس کی بھلا مہرِ پدر کو ۔ دی آنے کی کبھی دل پہ نہ بھائی کے گرانی[7]

جیتا بھی رہا بھائی گر اس بھائی کے پیچھے ۔ لذت نہیں جینے سے نصیب اسکو اٹھانی

دل مردہ ہو حالی کی طرح جس کا عزیزو ۔ کیا ڈھونڈھتے ہو اس کی طبیعت میں روانی

---

[1] مبارکبادیاں ۔ [2] ہنسی مذاق ۔ [3] جائیداد۔ ملک۔ سامان ۔ [4] ستارے ۔ [5] نالائق۔ پاجی ۔ [6] درد۔ چوٹ ۔ [7] بوجھ ۔

یہ چپ نہ لگائے کبھی دشمن کو بھی اللہ    یہ چپ نہیں مرجانے کی ہے دل کے نشانی

بولیں گے بھی سو بار ہنسیں گے بھی جہانیں    یہ ناؤ ہے ہر طرح ہمیں پار لگھانی

پر آہ کلی وہ جو ہے مرجھا گئی دل کی    مشکل ہے وہ ہنس بول کے آپس میں کھلانی

باقی رہے گا داغ سدا بھائی کا دل پہ

ہر چند کہ فانی تھا وہ اور ہم بھی ہیں فانی

## ۷۔ قطعہ مرتبہ سنہ ۱۳۰۵ ہجری

بجناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی

آسماں جاہ کی خدمت میں یہ حالی کی ہے عرض    کہ اگر میرا ہر اک رونگٹا ہو جائے زبان

شکر اُس کا نہیں ممکن کہ مجھے گھر بیٹھے    اُس نے ممتاز کیا بھیج کے شاہی فرمان

نہ ہوئی مجھ سے کوئی خدمتِ سرکارِ نظام    نہ کیا میں نے کبھی طوف[۱] درِ صدرِ زمان

نہ کوئی مجھ میں ہنر ایسا کہ ہو لائقِ قدر    اور نہ ایسا کوئی جوہر جو ہو قیمت میں گران

حق نہ تھا دولتِ عالی پہ کوئی حالی کا    جس کے جلدو[۲] میں وہ اس لطف کا ہوتا شایاں

ہاں مگر ذات میں ہے فیض رسانی جن کی    ڈھونڈ لیتے ہیں کوئی حیلہ برائے احساں

ہیں مربیِ ہنر و بے ہنری کے جس طرح    خار و گل دونوں کو کرتا ہے نہال آبِ رواں

آسماں جاہ کا اک میں ہی نہیں شکر گزار    مُلک میں اس کا ثنا خواں ہے ہر اک پیر و جواں

یاں وہ ان کھیتوں کو دے کے گیا ہے پانی    آنکھ اسلام کی خود جن کی طرف ہے نگراں

---

[۱] ارد گرد پھرنا ۔ [۲] انعام ۔ صلہ ۔

قوم اس وقت ہے تعلیم کی جتنی محتاج ہے وہ عالم پہ ہویدا[1] نہیں محتاجِ بیاں

عزت آسودگی اور مذہب وملت اُن کا ہو نہ تعلیم تو ہیں سب کوئی دن کے مہماں

پھر نہ قدر ان کی کچھ آنکھوں میں خلائق کی بلند اور وزن اُن کا ترازو میں حکومت کی گراں

**آسماں جاہ** پہ برکت ہو خدا کی جس نے درد کا جان لیا اُن کے کہ یہ ہے درماں[2]

مدرسے قوم کے اس ملک میں ہیں جو ممتاز جن میں کچھ کچھ نظر آتے ہیں ترقی کے نشاں

ان کی امداد سے نواب نے کی ہے قائم چشمِ عالم میں مسیحائی پہ اپنی بُرہاں[3]

کرتے ہیں زندۂ[4] جاوید بنی نوع[5] کو، جو بذل[6] کرتے ہیں پئے تربیتِ اہلِ زماں

ہے مدارس کی اعانت[7] وہ نکوئی[8] جس کا ملک پہ قوم پہ تا دیر رہے گا احساں

یہی بخشش ہے یہی جُود ہے راس الحسنات[9] جس پہ موقوف ہے بہبودیِ نسلِ انساں

یہی امداد ہے جس سے ہوئیں قومیں سرسبز یہی تدبیر ہے جس سے ہوئے ملک آباداں

یہی قوت ہے کہ ہوتے ہیں قوی جس سے ضعیف یہی حکمت ہے کہ ہوتے ہیں سُبک جس سے گراں

دی لگا ایک نے پانی کی سرِ راہ سبیل کی ہمیشہ کے لئے ایک نے واں نہر رواں

اُس کی خواہش تھی کہ ہوتے رہیں پیاسے سیراب اس نے چاہا کہ رہے پیاس کا باقی نہ نشاں

برکتیں علم کی جو ملک میں پھیلاتے ہیں! نہر جاری سے ہے ذات انکی سوا[10] فیض رساں

بخت اس ملک کے جس ملک میں ایسا ہو وزیر حامیِ علم و خریدارِ کمالِ انساں

---

۱ ظاہر ؛ ۲ علاج ۔ ۳ دلیل ؛ ۴ ہمیشہ زندہ رہنا ؛ ۵ جملہ انسان ؛ ۶ سخاوت
تربیت ؛ ۷ امداد ؛ ۸ بھلائی ؛ ۹ بہترین نیکی ؛ ۱۰ زیادہ ؛

اب خدا سے یہ دعا ہے کہ جہاں میں جب تک | شاکر احسان کا کرتے رہیں بعد از احساں
آسماں جاہ سے ہو تقویتِ ملک دکن | اور رہے ملکِ دکن ملجا[55] و ماوائے جہاں

دولتِ قیصری اور دولتِ آصفجاہی
ایک کی ایک زمانے میں رہے پشتیباں[56]

## ۸۔ قصیدہ مرتبہ ۱۳۰۶ھ

تہنیت عید الفطر۔ بہ جناب نواب سر آسمان جاہ مدار المہام سرکار عالی

مہِ صیام[57] گیا اور روزِ عید آیا | خوشی کا عید کی حق ہر کوئی بجا لایا
کیا خدا کا ادا شکر روزہ داروں نے | کہ اپنے صبر کا انعام ہم نے بھر پایا
رہین[58] منتِ ساقی ہیں بادہ خوار تمام | کہ تیس روز کے پیاسوں کا روزہ کھلوایا
گئے ہیں ایسے مساجد سے معتکف[59] خوش خوش | کہ جیسے طفل ہو مکتب سے چھوٹ کر آیا
شگفتہ آتے ہیں اس طرح عید گاہ سے لوگ | کہ گنج انہوں نے ہے گویا خرابا[60] میں پایا
حسین جامے میں پھولے نہیں سماتے آج | کہ دن خدا نے نمائش کا ان کو دکھلایا
عزیز و دوست گلے ملتے پھرتے ہیں باہم | خدا نے سینکڑوں روٹھوں کو آج منوایا
نہ کیسہ میں متفکر[61] نہ زاہد افسردہ | خوشی نے دی ہے زمانے کی کچھ پلٹ کایا
غنی ہیں شاد میں مست اور گدا ہیں کھال میں مست | ہے ایک خوان سے منعم[62] نے سب کو چکھوایا

---

[55] جائے پناہ و اماں ؛ [56] سہارا ؛ [57] ماہِ رمضان ؛ [58] زیر احسان ؛ [59] گوشہ نشین ؛ [60] اجڑا ہوا کھنڈر ؛ [61] فکر مند ؛ [62] دولت مند ؛ صاحبِ نعمت ؛

اُدھر ہے فصلِ بہار اور اِدھر ہے عید الفطر ۔۔۔ سماں نشاط کا ہے شہر و دشت پر چھایا
کھلے ہیں اُس کے عوض دشت میں کروڑوں پھول ۔۔۔ جو غم سے شہر میں آج ایک دل ہے کُمھلایا
ہزاروں سروِ خراماں ہیں شہر میں ہر سُو ۔۔۔ جو دشت میں کوئی پودا ہے آج مُرجھایا
اگر خوشی کے زمانہ کا ہے یہی عالم ۔۔۔ تو سمجھو غم کا عوض غمزدوں نے بھر پایا
مگر یہ عاریتی[1] انبساط ہے سب ہیچ! ۔۔۔ اس انبساط پہ غافل ہے جو کہ اِترایا[2]
فریفتہ ہوئے جو ایسی ایسی خوشیوں پر ۔۔۔ اُنھوں نے آب کا دھوکا سُراب[3] پر کھایا
خوشی ہے جس سے عبارت وہ ہے خوشی اُنکی ۔۔۔ جنھوں نے خلق میں ذکرِ جمیل[4] پھیلایا
جنھوں نے دین کے گرتے ستوں کو تھاما ۔۔۔ جنھوں نے قوم کے افسردہ دِل کو گرمایا
جنھوں نے ملک کے امراض کو کیا تشخیص ۔۔۔ جنھوں نے عِلم کا بجھتا چراغ اُکسایا
جنھوں نے خلق سے اپنا بنایا غیروں کو ۔۔۔ جنھوں نے لُطف سے وحشی دلوں کو پرچایا
خبر مریضوں کی لی جاہلوں کو دی تعلیم ۔۔۔ کھلایا بھوکوں کو ننگے پوششوں کو پہنایا
ہُوا زمیں پہ جس سال آسماں مُمسک[5] ۔۔۔ مینہ اپنی داد و دہش کا انھوں نے برسایا
ہَوائے دہر اگر ہو گئی کبھی فاسد ۔۔۔ فضائے دہر کو خلقِ حسَن سے مہکایا
سدا غریبوں کی امداد پر ہیں جو تیار ۔۔۔ لیا سنبھال اسے جس نے ہاتھ پکڑایا
ہمیشہ مانگنے والوں کو بے دریغ دیا ۔۔۔ نہ مانگ سکتے تھے جو ان کے گھر پہ پہنچایا

---

[1] عارضی - مانگی ہوئی ؛ [2] پھولا ہوا ؛ [3] وہ ریت جو دُور سے پانی معلوم ہو ؛ [4] مبارک اور خوبصورت ؛ [5] کنجوس ؛

نہ سمجھا آپ کو اک پاسباں سے بڑھ کر — اُنہوں نے لُطف حکومت اسی میں کچھ پایا

نہ پائی کھانے میں لذت نہ چین سے سوئے — ستم رسیدہ کا جب تک کہ حق نہ دِلوایا

دِغا[1] میں شیر مگر وقتِ رحم مورِ ضعیف[2] — کسی کی آہ سُنی اور دِل ان کا بھر آیا

وہ سمجھے یہ کہ کوئی قافلہ ہوا تاراج — جو شاہراہ میں پتّا کسی نے کھڑکایا

وہ چونک اُٹھے کہ گویا قیامت آپہنچی — جو در پہ آکے کوئی داد خواہ چلّایا

نشاطِ عشرتِ جاوید[3] کی ہے اُن کو نوید[4] — دِل ایسا جن کو عنایت خدا نے فرمایا

سُنا تھا کان سے جو ذکر خیر عہدِ سلف[5] — سو آنکھ سے وہ وزیرِ دکن نے دکھلایا

بشیر دولت و دیں صدرِ اعظم اُمرا — نہیں ہے جس کا کوئی قُربِ شہ میں ہمپایا[6]

جو ظلّ حق ہے رعیت کے سر پہ شاہِ دکن — تو اعظم الاُمرا ظلِّ حق[7] کا ہے سایہ

ہمیشہ جس کو ہے بہبودِ ملک مدِّ نظر — رفاہِ امن ممالک میں جس نے پھیلایا

اُٹھایا فتنہ نے جب سر فرو کیا اس کو — پڑا عمل میں جہاں عقدہ اُس کو سلجھایا

بنائے نظم و نسق جس نے رکھی شوریٰ[8] پر — مشیر[9] کار خرد پر دروں کو ٹھہرایا

دکن جس نے کیا مرجع[10] خواص و عام — دکن کا جس نے کہ ڈنکا جہاں میں بجوایا

نہ کوئی ملک میں سرکش رہا نہ نافرماں — جفا و ظلم کو توڑا غرور کو ڈھایا

بل[11] انتظام کے رشتہ میں پڑ رہے تھے بہت — سو تکلے کی طرح اک ایک بل نکلوایا

---

١ میدان جنگ ۔ ٢ چیونٹی ۔ ٣ دائمی ۔ ٤ تہنیت ۔ ٥ قدیم ۔ ٦ نظیر ۔ برابر ۔ ٧ خدا کا سایہ ۔ ٨ مشورہ ۔ ٩ مشورہ دینے والا بنایا ۔ ١٠ جائے رجوع ۔ ١١ ٹیڑھا پن ۔

لگا گئے تھے وزیرانِ رفتہ جو پودا — وہ صاحبی[1] میں وزیرِ زماں کی پھل لایا
ترقی اب یہ تمدن میں کی ہے بلدہ نے — کہ اپنی حالتِ پیشیں[2] سے خود ہی شرمایا
زمانِ حال سے ماضی کو دیکھئے کیا نسبت — اندھیری چھائی ہوئی تھی کہ دن نکل آیا
خدا دراز کرے عمرِ اعظم الامراء — دکن کو جس کی حکومت نے دن یہ دکھلایا
زمیں پہ سایہ فگن جب تک آسمان رہے — رہے دکن پہ حضورِ نظام کا سایا
تھی کوئی چیز نہ حالی کے پاس لائقِ قدر — سو یہ چگامہ[3] ناچیز پیشکش لایا

یہی بس اس کے لئے ہوگا مایۂ نازش
جو اعظم الامراء نے قبول فرمایا

## ۹ قطعہ مرتبہ سنہ ۱۳۰۸ ہجری

تہنیت ولادت فرزند ارجمند در شبستان اقبال جناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی

فیض ربّ[4] ذو المنن سے مژدہ اے اہلِ دکن — نائب دولت کا نخلِ آرزو لایا ثمر
دی بشیر دولت و دیں کو وہ چیز اللہ نے — جس سے پایا دیدۂ یعقوب نے نورِ بصر[5]
جس کو پیری کا عصا سمجھا خلیل اللہ[6] نے — حق نے دی جس کے عطا ہونے کی ساراؔ کو خبر
جس کے ملنے سے ہوا داؤد ممنونِ قضا[7] — جس کے پانے سے ہوا ایوب مرہونِ قدر[8]
جس کے بدلے میں علی الرغم[9] شماتتِ پیشگاں[10] — حق سے ختم الانبیاء نے پائے شبیر و شبر

---

[1] بادشاہت ؛ [2] قدیمی پہلی ؛ [3] ایسی نظم جس میں اٹھارہ سے زائد شعر ہوں ؛ [4] خدا ؛ [5] نظر بینائی
[6] ابراہیمؑ ؛ [7] قدرت ؛ [8] احسان مند ؛ [9] برخلاف ؛ [10] کسی کی بدقسمتی پر ہنسنا ؛

جو بضاعت ہے گدائی اور دولت شاہ کی | جو ہے حاصل عمر کا اور زندگانی کا ثمر

جس سے مستغنی[۵۱] ولی ہیں اور نہ عارف بے نیاز | جس سے ہیں اجداد[۵۲] زندہ اور اماجد[۵۳] نامور

صدرِ اعظم کو دیا صد شکر خالق نے خلف[۵۴] | خلق کی آخر دعاؤں کا ہوا ظاہر اثر

یہ پسر یارب بحقِ عترت[۵۵] خیرالورے | پائے عمرِ خضر زیرِ سایۂ مہرِ پدر

صدرِ اعظم کی طرح دربارِ آصفجاہ میں | جائے گاہِ قربِ سلطانی ہو اس کا مستقر[۵۶]

دولت و ثروت کو اس کی ذات سے لگ جائے شان | زیورِ علم و ادب سے ہو مجلّٰی[۵۷] اس قدر

سیرت و عادت میں اس کی نکلے آلِ اجداد کی | جوہرِ اخلاق فاروقی[۵۸] ہوں اس میں جلوہ گر

ملک آصف جاہ میں سر آسماں جاہ زدروہ | رات دن رکھیں اجالا صورت شمس و قمر

## ۱۰۔ قصیدہ[۵۹] مرتبہ ۱۳۰۹ھ ہجری

اے صفر[۶۰] کی دوسری روزِ دوشنبہ[۶۱] مرحبا | ہم نہ بھولیں گے کبھی وہ تیری صبحِ جانفزا

---

۵۱ بے نیاز ؛ ۵۲ و ۵۳ باپ دادا ؛ ۵۴ لڑکا ؛ ۵۵ اولاد۔ یگانے۔ عزیز ؛ ۵۶ جائے قرار یعنی قیام کی جگہ ؛ ۵۷ چمکدار۔ آراستہ ؛ ۵۸ اس میں یہ اشارہ ہے کہ نواب سر آسماں جاہ بہادر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں ؛ ۵۹ یہی قصیدہ ماہ ستمبر ۱۸۹۱ء مطابق ۱۳۰۹ھ ہجری میں بمقام حیدرآباد دکن جبکہ ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مع اکثر رفقا کے جن میں ایک حالی بھی تھے بطور ڈیپوٹیشن کے محمڈن کالج علی گڑھ کی طرف سے حضور سرکار نظام میں حاضر ہوئے تھے ایک جلسہ عام میں پڑھا گیا جس کے صدر انجمن جناب نواب وقارالامراء بہادر تھے ؛ ۶۰ ایک مہینہ کا نام ہے۔ جو ستمبر کے مترادف ہے ؛ ۶۱ پیر (سوموار) ؛

ہم نے رکھا آ کے جب بلدہ[1] کی سرحد میں قدم — پھر گیا آنکھوں کے آگے اپنی اک عالم نیا

عزتِ قومی ترستی تھیں سدا آنکھیں جسے — اس کے کچھ آثار دیکھے ہم نے یاں شکرِ خدا

کھوج میں جس فخر کے پھرتے تھے اک مدت سے ہم — آ کے بلدہ کے سوا نہ ہیں لگا اس کا پتا

بھیک کو نکلے تھے گھر سے کچھ بھکاری قوم کے — جھولیاں ڈالے گلے میں دربدر دیتے صدا

پہنچے لینے ان کو وہ اعیان[2] دارالملک[3] سے — دولتِ عالی کو جن کی ذات پر ہے اتکا[4]

قوم کو ہے جن پہ فخر اور ملک کو ہے جن پہ ناز — سلطنت کے جو ہیں اعضا اور وزارت کے قویٰ

صدرِ اعظم نے ہمیں بخشا اقامت[5] کے لئے — وہ سرا بستاں[6] خجل ہو جس سے جنّت کی فضا

ہم غریبوں کو سمجھ کر اک سفارت[7] قوم کی! — دی وہ عزت شکر جس کا ہو نہیں سکتا ادا

پیشتر مہماں نوازی کا فقط سنتے تھے نام — آ کے یاں سمجھے کہ ہے مہماں نوازی چیز کیا

کی ہے نواب اقتدار الملک نے جو مرحمت[8] — اُس نے کلفت کو سفر کے دل سے بالکل دھو دیا

یہ مقولہ ہند میں مدت سے ہے ضرب المثل — جو کہ جا پہنچا دکن میں بس وہیں کا ہو رہا

ہے دکن کی وہ یہی شاید مسافر پروری — جو کہ دکن میں آ کے دیتی ہے وطن دل سے بھلا

وارثِ ملکِ دکن ہے آج وہ محبوبِ خلق — نام پر دیتا ہے جس کے جان ہر چھوٹا بڑا

ہم کہ ہیں وکٹوریہ کے عہدِ رافت[9] میں پلے — امن و آزادی کی ہم نے کھائی ہے برسوں ہوا

جانتے ہیں ہم کہ ملتی ہے رعیت کس طرح — کس طرح ہوتے ہیں مقبول جہاں فرمانروا

---

[1] شہر ؛ [2] بڑے عہدیدار، افسر ؛ [3] دار الخلافہ ؛ [4] بھروسہ ؛ [5] رہائش ؛ [6] ایسا مکان جس میں باغ بھی شامل ہو ؛ [7] ڈیپوٹیشن ؛ [8] مہربانی ؛ [9] آسائش ؛

کرتے ہیں کس منتر اور افسوں[۱] سے تسخیر قلوب[۲] — کس طرح بوتے ہیں دل میں خلق کے تخم وفا

کر لیا محکوم کے دل میں اگر حاکم نے گھر — تو یہ سمجھو، حق حکومت کا کیا اُس نے ادا

ہے یہی شاہ دکن کی گلہ بانی کی دلیل! — گلّہ اپنے گلّہ باں پر جان و دل سے ہے فدا

پوچھنے گچھنے کی اہلِ ملک سے حاجت نہیں — ان کی خوشحالی پہ ان کی تازہ روئی[۳] ہے گواہ

دیکھتے آئے تھے جیسے راہ میں ہم سبزہ زار — خلق کو سرسبز دیکھا آکے یاں اُن سے سوا

راہ میں دیکھے تھے ہم نے کوہ اگر گردوں شکوہ — آکے دار الملک میں دیکھے محل گردوں نما

عالموں کی سخت گیری سے ہیں سب آزادیاں — بینوا سے منعم[۴]، اور منعم سے بڑھ کر بے نوا

اغنیا[۵] میں ہم وہ استغنا[۶] نہیں پاتے کہیں — جیسا بے پروا نظر آتا ہے یاں ایک اک گدا

جتنی یاں قومیں ہیں سب رکھتی ہیں باہم میل جول — بے تعصّب بے تکلف[۷] بے تصنّع بے ریا

ایک کے تہوار میں بے عذر ہیں سارے شریک — ایک کی تقریب میں ہمدم ہیں سب اور ہم نوا

دولتِ عالی نے حق سب کو برابر ہیں دیئے — ایک پر ترجیح یاں رکھتا نہیں کچھ دوسرا

پارسی، ہندو، مسلماں یا مسیحی کوئی ہو — ہے دکن کو ہر کوئی اپنی ولایت جانتا

ہم کو یاں کہنا تھا کچھ اور کہہ گئے بھولے سے کچھ — رہگذر کی سیر نے منزل سے غافل کر دیا

قصّہ کوتہ، بار جب ہم کو ملا دربار میں — کہہ نہیں سکتے کہ بیداری تھی وہ یا خواب تھا

دیکھ کر اپنی رسائی تخت آصف جاہ تک — واقعہ مور اور سلیماں کا ہمیں یاد آگیا

---

۱ جادو ÷ ۲ جمع قلب بمعنی دل ÷ ۳ شگفتگی ÷ ۴ صاحب نعمت ÷ ۵ جمع غنی بمعنی دولت مند آدمی ÷ ۶ بے نیازی ÷ ۷ بغیر بناوٹ ÷

حضرتِ والا نے جس شفقت سے کیں نذریں قبول     اس پہ گر جان اپنی ہم قرباں کریں تو ہے بجا

جس توجہ سے سُنی رودادِ قومی درسگاہ!     شکر سے اُس کے نہیں ہو سکتے ہم عہدہ برآ

جب سے کالج کی علی گڑھ میں بنا ڈالی گئی     دولتِ عالی مدد کرتی رہی اس کی سدا

جو لگایا تھا درخت اس کی ہمیشہ لی خبر     دم بدم پانی دیا یاں تک کہ بار آور ہوا

اب کے وقت آ کر پڑا تھا بانیِ کالج پہ سخت     دولتِ عالی نے شرطِ دستگیری کی ادا

مشکلیں جس طرح کی تھیں قوم کی اوّل حل[1]     کی اسی دریا دلی سے ان کی پھر حاجت روا

خود علی گڑھ کالج اور اس کے در و دیوار سب     راگ گائیں گے سدا احسان آصفجاہ کا

ہند میں باقی ہیں نسلیں جب تلک اِسلام کی     جیتے جی ہونگی نہ اس کے طوقِ منت سے رہا

کی ہے سرسید نے جو کوشش فلاحِ قوم میں     اس کو ہے اے اہلِ مجلس اِک زمانہ جانتا

پر یہ سرسید سے بیڑا پار ہونا تھا محال     دولتِ عالی اگر بنتی نہ اس کی ناخُدا

تھا پڑا سید کا سچ پوچھو تو خشکی میں جہاز     دولتِ عالی نے اس خشکی میں دی گنگا بہا

ہے روایت جبکہ ہجرت کر کے ختم المرسلینؐ[2]     پہنچے یثرب میں تو یہ ارشاد یاروں سے کیا

جس طرح ہوتی ہے بانبی[3] سانپ کی جائے پناہ     ہوگا ملجا[4] اب مدینہ بھی ۔ یونہی اسلام کا

ہے بلا تشبیہ دارالملکِ آصف جاہ بھی     ہند میں اب مرکزِ اسلام بے رُو و ریا

ذی لیاقت جتنے تھے ہندوستان میں انتخاب     دولتِ عالی نے چُن چُن کر لیا سب کو بُلا

---

[1] حل ؛ [2] مراد حضرت محمدؐ صاحب پیغمبر علیہ السلام سے ہے ؛ [3] سانپ کے رہنے کا سوراخ ؛ [4] جائے امن و پناہ ؛

تربتیں اور خانقاہیں مدرسے اور مسجدیں | سب کی ہوتی ہے مدد اس گھر سے بے چون و چرا

حج بیت اللہ[1] سے، جو ہر مسلماں پر ہے فرض | ہے دکن آنا مقدم شک نہیں اس میں ذرا

اوّل آنا چاہیئے یاں استطاعت[2] کے لیئے | کیونکہ ہے بے استطاعت حج کو جانا ناروا[3]

خرچ سے ہاتھ اک مسلماں کا ہو گر اُتّر[4] میں تنگ | ہے دکن کی سمت وہ گردن اُٹھا کر دیکھتا

خواب آتے ہیں دکن کے ان کو سوتے میں نظر | قوم کا بچہ مڈل سے جب ذرا آگے بڑھا

ہند میں کرتے ہیں کوشش جو رفاہِ خلق میں | اور مدد کو جن کی واں حاضر ہے ہر چھوٹا بڑا

چلتے چلتے ان کی گاڑی بھی اٹک جاتی ہے جب | کھینچنے کو اس کے جاتا ہے یہیں سے بینڈیا[5]

ہے دکن کی اور مسلمانوں کی یارو وہ مثال | اک سمندر ہے کہ ہر سو جس میں ہے طوفاں بپا

تھا جہاز اس میں معمور[6] اہل فضل و جاہ سے | لطمۂ[7] امواج نے پُرزے دیئے اُس کے اُڑا

ڈوبنے والے تھے جو وہ ڈوب کر اُچھلے نہ پھر | بچ رہے ہیں جو وہ ہر سو مارتے ہیں دست و پا

کوئی کشتی یا جہاز آتا نہیں ان کو نظر | اس محیطِ[8] بیکراں میں ایک زورق[9] کے سوا

ہے وہ زورق فی المثل سرکار آصفجاہ کی | ہے مسلمانوں کو اب لے دے کے جس کا آسرا

ہے دُعا جس وقت تک پانی سمندر میں رہے | یارب اس زورق کو تو موجِ حوادث[10] سے بچا

---

۱ خدا کا گھر۔ مراد کعبہ ÷ ۲ قابلیت۔ قدرت۔ دولت ÷ ۳ نامناسب ÷ ۴ شمال ÷ ۵ جب گاڑی یا چھکڑا بیلوں سے نہیں کھنچ سکتا۔ تو بیلوں کی جوڑی کے آگے تیسرا بیل لگا دیتے ہیں۔ اس کو بینڈیا کہتے ہیں۔ ۶ پُر ÷ ۷ تھپیڑے ÷ ۸ سمندر ÷ ۹ چھوٹی کشتی ÷ ۱۰ جمع حادثہ کی ÷

ختم کر حالی سپاس صدرِ اعظم پر سخن — بال بال اپنا ہے جس کے شکر میں جکڑا ہوا

تقویت سے جس کی ہر مشکل ہماری حل ہوئی — انجمن کے منعقد ہونے کی دی جس نے رضا

پھر ادا کر جان و دل سے شکرِ صدرِ انجمن — جس کے قدموں میں یہ زیبا ہے کہ دیں آنکھیں بچھا

جس نے قومی انجمن میں بن کے صدرِ انجمن — قوم کی دی عزت اور ان کی امیدیں دیں بڑھا

لے کے اذنِ[۵۱] صدرِ مجلس کیجیے پھر قصدِ وطن — ورنہ ہے حالی دکن کی دلفریب آب و ہوا

باندھ لیجیے جلد اب رختِ سفر ڈر ہے کہ ساتھ — قافلہ سے چھوٹ نہ جائے قافلہ سالار کا

## ۱۱۔ قطعہ[۵۲] مرتبہ سنہ ۱۳۰۹ھ

بمقام حیدر آباد دکن

یاں بُلا کر دی ہے جو عزت ہمیں سرکار نے — اوّل اس کا شکر کرتے ہیں ادا اور بعد ازیں

خدمتِ والا میں ہیں اِک عرض کرنی چاہتے — عرض کرنے کی اجازت ہو اگر اپنے تئیں

---

۵۱ اجازت۔ ۵۲ سنہ ۱۳۰۹ھ میں جو حالی اور مولانا شبلی اور دیگر بزرگانِ قوم آنریبل سر سید احمد خاں بہادر کے ہمراہ علی گڑھ محمڈن کالج کی طرف سے بطور ڈیپوٹیشن کے حیدر آباد دکن میں حضور سرکار عالی نظام حاضر ہوئے تھے۔ اس موقعہ پر ایک جلسہ بصدارت نواب وقار الامراء بہادر بشیر باغ میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں حالی نے اور مولانا شبلی اور بعض اور صاحبوں نے کچھ نظمیں سرکار عالی کے شکریہ میں پڑھی تھیں جلسہ کے بعد جناب صدر انجمن نے حالی اور مولانا شبلی کو خاص طور پر ان کی نظمیں دوبارہ سُننے کے لئے دولت خانہ پر طلب فرمایا تھا۔ وہاں اپنی نظم پڑھنے سے پہلے یہ قطعہ جو اس وقت موزوں کیا گیا تھا۔ حالی نے پڑھا تھا:

شاعری جس کو سمجھتے ہیں کمال ابنائے دہر[1] | جو لیاقت اس میں ہے درکار وہ ہم میں نہیں
شاکر کرنا تھا ہمیں سرکار عالی کا ضرور | چند نظمیں انجمن میں اس لئے ہمنے پڑھیں
گرچہ کی ہے کوشش ان نظموں کے لکھنے میں بہت | اور جگہ انگشت[2] رکھنے کی نہیں چھوڑی کہیں
رہ گیا پر ہم سے اس کوشش میں باقی اِک قصور | درگزر فرمائیں گے سرکار اس سے ہے یقیں

اور تو کچھ خوبیاں شاید ملیں ان میں مگر
جھوٹ، جو اشعار کا زیور ہے وہ ان میں نہیں

## ۱۲۔ قطعہ مرتبہ ۱۳۰۹ھ بمقام حیدرآباد

در شکر اضافہ پیشگاہ جناب نواب سر آسمان جاہ بہادر!

اے بشیر دولتِ دیں نائبِ شاہِ دکن | اے مہماتِ دکن کا ذات پر تیری مدار
مجھ پہ فرمایا ہے جو لطف و کرم سرکار نے | شکر اس کا کر نہیں سکتا ادا میں زینہار
جو کہ ہوتے ہیں جہاں میں بہرہ ور مقصود سے | پہلے ہو لیتے ہیں صد ہا مشکلوں سے وہ دوچار
کوئی دنیا میں نہیں ہوتی بغیر اس کے فتوح[3] | ہے اسی پر کامیابی کا زمانے کی مدار
پر ملا مقصود جب حالیؔ کو اس در سے مِلا | بے تردد[4] بے تذلل[5] بے طلب بے انتظار
قدر دانی گر زمانے میں یونہیں ہو جائے عام | پائیں بے مانگے مرادیں اپنی سب اُمیدوار
یارب اس سرکار کو ہے جس سے عالم فیضیاب | جب تلک دنیا رہے دُنیا میں رکھیو برقرار

---

[1] لوگ ÷ [2] انگشت رکھنا نکتہ چینی کرنا ÷ [3] کشائش ÷ [4] یقینی ÷ [5] بغیر ذلت ÷

## ۱۳۔ ترکیب بند[1] مرتبہ ۱۸۹۱ء مطابق ۱۳۰۹ھ

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے چھٹے اجلاس میں بمقام علیگڑھ پڑھا گیا

| | |
|---|---|
| شکر اس نعمت کا یارب کر سکے کیوں کر زباں | تُو نے رکھا ہم کو یاں فقر و غنا[2] کے درمیاں |
| جب ہوئے بھوکے تو بخشی تو نے نان و نانخورش | پر نہ اتنی معدہ و احشا[3] پہ جو گزرے گراں |
| جب ہوئے پیاسے تو بخشا آبِ شیریں اور خنک | پر نہ ایسا ہو صراحی جس کی یاروں سے نہاں |
| ڈھاکنا چاہا بدن جب تو دیا تو نے لباس | پر نہ ایسا جس کو حسرت سے تکیں خورد و کلاں |
| کھانے پینے کو کیئے برتن ہمیں تُو نے عطا | پر نہ ایسے ٹوٹنے سے جن کے ہو خوفِ زیاں |
| سونے اور آرام کرنے کو دیا بستر ہمیں | پر نہ ایسا جس سے اُٹھنا ہو طبیعت پر گراں |
| رہنے سہنے کو دیئے گھر تُو نے ہم کو ہر جگہ | پر نہ ایسے ہو تعلق جن سے مثلِ جسم و جاں |

---

[1] اس نظم میں متوسط درجہ کے لوگوں کی حالت کو فقرا اور اغنیا دونوں کی حالت سے بہتر بتایا گیا ہے۔ متوسطین سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جنھوں نے اپنی ذاتی کوشش اور سلفِ ہلپ سے دولت و عزت نیکنامی یا علم و فضل میں اپنی پہلی حالت سے ترقی کر کے اپنے ہمعصروں میں امتیاز حاصل کیا ہو۔ ادنیٰ درجہ سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو اپنی پست حالی سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ یا چاہتے ہیں۔ مگر دہ نہیں بڑھ سکتے۔ اعلیٰ درجہ سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو دولت و عزت کے لحاظ سے ایک ممتاز حالت میں پیدا ہوئے۔ مگر اس حالت سے ترقی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور نیز اس حالت پر قائم رہنے کی فکر اور اس سے تنزل کرنے کا کچھ انسداد نہیں کرتے۔ [2] غنی ہونا [3] کلیجہ دل۔ معدہ۔ آنت۔

آنے جانے کو دیئے دو پاؤں یاں تو نے ہمیں — جن سے ڈرنے بھاگنے کا اور نہ گرنے کا گماں

راہ اور بے راہ یکساں جن کو ہنگامِ خرام — کوہ سدِّ راہ[1] جن کا اور نہ خندق اور کنواں

کی سواری بھی عطا اکثر جو پیش آیا سفر — پر نہ ایسا تختِ فرعونی کا ہو جس پر گماں

سیم و زر وقتِ ضرورت ہم کو تُو دیتا رہا — پر نہ اتنا ہو نگہبانی میں جس کی بیم جاں

آبرو تو نے ہمیں دنیا میں دی اور امتیاز — پر نہ ایسی جس سے ہوں محسود[2] ابنائے زماں

نعمتیں اکثر ہمیں بعد از مشقت تُو نے دیں — تاکہ تیری نعمتوں کی قدر رہو ہم پر عیاں

راحتیں اکثر میسّر آئیں تکلیفوں کے بعد — تاکہ کھو بیٹھیں نہ ہم ان راحتوں کو رائگاں

وقت پر کرتا رہا بارانِ رحمت سے نہال

قحط اور طوفان دونوں سے بچایا بال بال

الحذر[3] اس فقر و ناداری سے سَو بار الحذر — لومڑی جاتے ہیں بن جس کی بدولت شیرِ نر

چاپلوسی جا کے کرتے ہیں سفیہوں[4] کی فقیر — ناکسوں کے نازِ بیجا سہتے ہیں اہلِ ہنر

ذرن[5] میں علم و فضیلت جنکے ہے ہم سنگِ کوہ — وہ سُبک تر دانہ خر[6] دل سے آتے ہیں نظر

فقر و حاجت میں نہ ہو انساں کو جب صبر و شکیب — پھر نہیں کوئی بُرائی فقر و حاجت سے بتر

بھیک منگوائے، جُوا کھلوائے، یہ چوری کرائے — پت گنوائے، آبرو کھوئے، پھرائے در بدر

ہو سکے محتاج سے طاعت نہ یادِ اللہ کی — لے سکے محتاج جورو کی نہ بچوں کی خبر

گہ زباں آلودہ اس کی شکوۂ تقدیر سے — اور کبھی بوچھاڑ اس کی آسمان پیہ یہ

---

[1] رکاوٹ ۔ [2] حسد کیا گیا ۔ [3] خبردار ہونا ۔ [4] کمینے لوگ ۔ [5] ہموزن ۔ [6] گدھے کے دل والا یعنی بزدل کمینہ۔

گر بخیلوں کی مذمت پر کبھی آجائے وہ ! ہو نہ سبِّ و شتم[1] سے سیری اسے دو دو پہر

اُگلے زہر اتنا کہ ہوجائے مذاقِ بزم تلخ ! کھول دے غیبت[2] کا دفتر اہلِ دولت کی اگر

گہہ دبائے عام کی مانگے دُعا اللہ سے تاکہ دولت مند بھی کچھ دن رہیں آسیمہ[3] گر

اور کبھی چاہے کہ ہو دُنیا میں کوئی انقلاب تاکہ ہوجائیں بلند[4] اور پست سب زیر و زبر

بے حلاوت[5] اس کی دُنیا اور تذبذب[6] اُسکا دین خوفناک اس کا ارادہ نیّت اس کی پُرخطر

رات اس کی حسرت آگین اور دن اندوہگین شام اس کی پُرنحوست اور شوم[7] اس کی سحر

گو کہ بدتر فقر سے یارب نہ تھی کوئی بلا ! تھا مگر ثروت میں اس سے بھی زیادہ شور و شر

فقر سے تُو نے بچایا یہ بھی کم نعمت نہیں

پر نہ دی ثروت سوا اسکے شکر کی طاقت نہیں

نشۂ دولت سے تھا پھر ہوش میں آنا محال اس مئے مرد آزما[8] کی تھی بہت مشکل سنبھال

نفسِ امّارہ اور اس پر چھیڑ مال و جاہ کی ڈھیر ہے بارود کا دیکھئے تینگا جس میں ڈال

بادِ صرصر آگ کو اس طرح بھڑکاتی نہیں جس طرح جذباتِ نفسانی کو بھڑکاتا ہے مال

ہضم کرنا اور بچانا مال و دولت کا ہے بس نفسِ انساں میں اگر بالفرض ہے کوئی کمال

ورنہ مال و جاہ و مکنت[9] کا جہاں آیا قدم اور ہوئے سلب[10] آدمی سے آدمیت کے خصال

---

۱ گالی گلوچ ۔ ۲ چغل خوری ۔ ۳ پریشان ۔ ۴ چھوٹے بڑے ۔ ۵ بے لطف ۔ ۶ غیر مستقل ۔

۷ بدحالی ۔ منحوس ۔ ۸ ایسی شراب جو مرد کو آزمائش میں ڈال دے ۔ ۹ قدرت توانگری ۔

۱۰ رخصت ۔ مفقود ۔

عقل ٹھہراتی ہے جو اقوال انساں پر حرام　　کر دیئے اسکے لئے سب مال و دولت نے حلال

فقر میں تھا نفسِ دُوں وا ماندہ[۱] جس پرواز سے　　آکے ثروت نے دیئے پر واسطے اسکے نکال

خواہشیں یوں نفس میں اب دم بدم بڑھنے لگیں　　مغز میں جس طرح دیوانہ کے گوناگوں خیال

آپ کو گننے لگا بالا تر از ابنائے جنس　　چیونٹوں میں ایک نے گویا نکالے پر و بال

مسرف[۲] بے زر ہو جیسے قرضخواہوں میں گھرا　　خواہشوں میں اس طرح جکڑا ہُوا ہے بال بال

جُھک پڑی طبع دنی گر بخل و خست کی طرف　　ہو گئی فرزند و زن پر زندگی اس کی وبال

اور اگر بھوت اسکے سر پر چڑھ گیا اسراف کا　　پھر نہیں گنجینہ قارون[۳] کچھ آگے اسکے مال

آگیا غالب طبیعت پر گر استسقائے[۴] حرص　　ہے سمندر سے بھی اسکی پیاس کا بجھنا محال

بارٖہ[۵] پر تلوار کی چلنا نہیں شاق اس قدر　　جس قدر ثروت میں ہے دشوار پاسِ اعتدال

گلشنِ دولت کے ہوں انگور میٹھے بھی اگر
دیکھ اے روباہِ نفسِ دوں حذر اُن سے حذر

ہے عجب دنیا میں نعمت درمیانی زندگی　　فقر کی ذلت سے اور ثروت کے فتنہ سے بری

چین ہے دُنیا میں گر کچھ تو اسی حالت میں ہے　　یہ جو ہے برزخ[۶] میان مکنت[۷] و دستِ تہی!

فقر و ثروت فی المثل ہوں دوزخ اور جنت اگر　　مانگتے ہیں ہم حذر دوزخ سے اور جنت سے بھی

---

[۱] تھکا ہُوا۔ مجبور۔ [۲] بے ہُودہ خرچ کرنے والا۔ [۳] قارون ایک نہایت دولتمند بادشاہ تھا۔ جس کے چالیس خزانے تھے۔ [۴] پیاس۔ [۵] دھار۔ [۶] درمیانی زمانہ یا فیصلہ۔ [۷] دولت۔ قدرت۔

دخلِ شیطاں کا ہو جس میں ایسی جنت کو سلام
منزلِ اعراف[1] سو بہتر ایسی جنت سے بھلی

اس کٹھن منزل میں ہے بٹیا[2] یہی اک بے خطر
ہیں ادھر کھاٹا و چڑھائی ہے ادھر الکبر زکی

رکھتے ہیں فقر و غنا میں جو کہ حالت بین بین[3]
ہیں حسد اور کبر کے امراض مہلک سے بری

اپنے سے اعلیٰ کی حالت پہ اگر آتا ہے رشک
دیکھ کر ادنیٰ کو کر لیتے ہیں اپنے دل دہی

سُن کے ہو جاتے ہیں سیدھے وہ بڑوں کا فخر و ناز
دل کے چھوٹوں سے بہک جاتا ہے گر خنا[4] کبھی

لذتِ فقر و غنا دونوں سے ہیں وہ آشنا
اغنیا میں ہیں فقیر اور ہیں فقیروں میں غنی

جو گزرتی ہے گدا پر اس سے ہیں وہ باخبر
کیونکہ حالت گاہ گاہ ان پر بھی گزری ہے یہی

امتحاں دولت کے بھی ہیں کچھ نہ کچھ جھیلے ہوئے
کیونکہ ہے ہر گھونٹ میں اس مے کے بدمستی وہی

اس لئے جب دیکھتے ہیں عسرتِ ابنائے جنس
جوشِ ہمدردی سے بیکل ان کا ہو جاتا ہے جی

اور نہیں کرتے زبانِ طعن بے دردی سے وا
جبکہ سنتے ہیں کبھی منعم کی از خود رفتگی

مست کی بے اختیاری تشنگی مخمور کی!
واردات اک ایک کی ہے سربسر ان پر کھلی

جنت اور دوزخ ہے سب اعرافیوں پر جلوہ گر
گندم اور زقوم[5] دونوں ان کے ہیں پیشِ نظر

دل توانا اور قوی بازوں کی ہمت ان سے ہے
منتظم ہر قوم و ملت کی جماعت ان سے ہے

مشکلیں اکثر انہیں سے قوم کی ہوتی ہیں حل
بھائیوں کے بازوؤں میں زور و طاقت ان سے ہے

---

[1] جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام ۔ [2] راستہ ۔ پگڈنڈی ۔ [3] درمیان ۔ [4] بے ہودہ

[5] درخت تھوہر کا ۔ ایک کڑوا زہر دار درخت جو دوزخ میں دوزخیوں کی خوراک ہے ۔

ہے انہیں کے دم سے جو ہے گرمیٔ[1] ہنگامہ آج | ساری قومی مجلسوں کی زیب و زینت ان سے ہے

ہے جہاں دولت یہی ہیں نظم و دولت کے کفیل[2] | ملک کی دولت میں ہے جو خیر و برکت ان سے ہے

ہاتھ ہیں ان کے ہیں جتنے عقل و دانش کے ہیں کام | عقل و دانش میں ہے جن ملکوں کی شہرت ان سے ہے

ہیں گداؤں کے وسیلے اور شاہوں کے مشیر[3] | شاہ ہوں یا ہوں گدا دونوں کو قوت ان سے ہے

آدمیت سیکھتے ہیں ان سے سب چھوٹے بڑے | نوعِ انساں میں بقائے آدمیت ان سے ہے

یہ نہ ہوں تو علم کی پوچھے نہ کوئی بات یاں | رونقِ بازارِ جنسِ علم و حکمت ان سے ہے

پاؤگے ان میں طبیب[4] ان میں خطیب[5] ان میں ادیب[6] | ہے اگر انساں کو حیواں پر فضیلت ان سے ہے

پاؤگے ان میں مہندس[7] پاؤگے ان میں حکیم | آدمی مصداق[8] رحمانی خلافت ان سے ہے

کرتے ہیں اخلاق ادنیٰ اور اعلیٰ ان سے اخذ | آدمی سب ہیں مگر انسان عبارت[9] ان سے ہے

ان میں قوموں کے ہیں مصلح ان میں ملکوں کے وکیل | آبرو قوموں کی اور ملکوں کی عزت ان سے ہے

پھونکتے ہیں روحِ قومیت یہی افراد میں | ہے جہاں قوموں میں یکرنگی و وحدت ان سے ہے

دم سے ہے دالبتان کے قوم کا سارا انتظام
یہ اگر بگڑے تو سمجھو قوم کا بگڑا قوام[10]

گر نہ ہو ہر حال میں ان کی مصالح پر نظر | ہیں مفاسد گرد و پیش ان کے فراہم سر بسر

کھیلتی ہے جس طرح بتیس دانتوں میں زباں | ہے انھیں بھی شر سے یاں بچ بچ کے رہنا عمر بھر

گھاٹیاں فقر و غنا کی ان کے ہیں دونوں طرف | اور رستہ بیچ میں ہے بال سے باریک تر

---

[1] رونق ؛ [2] ذمہ دار ؛ [3] صلاح کار ؛ [4] حکیم ؛ [5] خطبہ پڑھنے والا ؛ [6] منشی ؛ [7] علم نجوم کے جاننے والے ؛ [8] جس پر صادق آئے ؛ [9] بیان ؛ [10] ساخت ؛

ایک جانب پستیٔ فطرت ہے اور دوں ہمتی[1] | ایک جانب مستی و غفلت ہے اور کبر و بطر[2]

جھک پڑے گر اس طرف تو مفت کھو بیٹھے اُنہیں | وہ جو اڑنے کیلئے حق نے دیئے تھے بال و پر

ڈھل گئے گر اس طرف تو اس بلا میں پھنس گئے | جس میں پھنس جاتی ہے مکھی شہد میٹھا جان کر

برکتیں اللہ کی اس قوم پر جس قوم میں | رہ سپر یہ طبقۂ والا ہو سیدھی راہ پر

ہیں معطل[3] اغنیا اور بے نوا کوتاہ دست | سب کی پڑتی ہے اُنہیں کے دست و بازو پر نظر

جو قویٰ ان کو ملیں ہیں کام میں لائیں انہیں | تاکہ زندوں کی طرح ہو زندگی اُن کی بسر

فرض ہیں جو ان کے ذمہ خالق اور مخلوق کے | ان میں سرگرداں رہیں دیوانہ وار آٹھوں پہر

قوم ہو گر ناتواں تو تقویت بخشیں اُسے | کیونکہ اسکے ضعف سے ہے ان کی قوت کو ضرر

گو نجات انساں کو مکروہات دُنیا سے نہیں | جن سے بچنا گوشت سے ناخن چھڑانا ہے مگر

کام دُنیا میں سنوارے ہیں جنہوں نے قوم کے | تھے نکموں میں وہ مکروہات سے آلودہ تر

سارے بھگتاتے تھے بائیں ہاتھ سے دُنیا کے کام | اور دائیں سے مہمیں قوم کی کرتے تھے سر

جس طرح اس انجمن کے رُکن آئے ہیں تمام
قوم کی خاطر ہزاروں چھوڑ کر دُنیا کے کام

قوم کہتے ہیں جس کی وہ جماعت ہے یہی | جس سے جان آتی ہے مردوں میں وہ طاقت ہے یہی

اتفاقِ قوم ہے اقبال و دولت کی دلیل | رائی کو کرتی ہے جو پربت وہ قوت ہے یہی

مال و دولت نامبارک ہے نہ ہو گر اتفاق | قوم جس دولت کی بھوکی ہے وہ دولت ہے یہی

---

[1] کم ہمتی ۔ [2] غرور و ناز ۔ [3] بے کار ۔

یاں وکیل ایک اِک ہے شہر اور ملک کا قائم مقام　　دانہ کو کرتی ہے جو خرمن وہ برکت ہے یہی

رائیگاں جائے گا یاروں کا نہ یہ رنجِ سفر　　راحتیں جس کی طفیلی[1] ہیں وہ زحمت ہے یہی

فرد فرد آتے ہیں جو جاتے ہیں یاں سے مجتمع　　ملتے ہیں جس کی بدولت دل وہ ملّت ہے یہی

تم ہمارے کام آؤ ہم تمہارے کام آئیں　　جس سے کل[2] چلتی ہے دنیا کی وہ حرکت ہے یہی

قوم کی خدمت میں ہے مضمر[3] ربوبیت کی شان　　جو کہ پجواتی ہے خادم کو وہ خدمت ہے یہی

قوم کی ذلت کو سمجھیں ذلت اپنی سب عزیز　　ملک میں عزت سے اب رہنے کی صورت ہے یہی

سال بھر رہتا ہے نقش اس انجمن کا یادگار　　جو کبھی برہم نہیں ہوتی وہ صحبت ہے یہی

کر رہا ہے قوم کے سرکل[4] کو یہ مجمع وسیع　　جزر[5] سے افزوں ہے مد جس کا وہ نسبت ہے یہی

اتفاقاً گر کبھی ہو جائے یہ ہنگامہ سرد　　ڈر نہیں اس کا کہ خود قانونِ قدرت ہے یہی

ہے کبھی افراطِ[6] باراں اور کبھی ہے قحطِ آب　　طینت[7] عالم میں خاصیت ودیعت[8] ہے یہی

کال ہے گر اس برس تو ہے سماں اگلے برس　　جو خبر دیتی ہے کثرت کی وہ قلت ہے یہی

دیگ تو پکتے ہی یہ پکے گی دھیمی آنچ میں　　کچھ ابال آیا تو ہے اس میں غنیمت ہے یہی

انجمن ہے قوم کی ہنگامۂ شادی نہیں
ایک[9] دن کا کام کچھ روما کی آبادی نہیں

---

[1] دوسروں کے طفیل گزارہ کرنے والا ؛ [2] مشین ؛ [3] پوشیدہ ؛ [4] انگریزی لفظ ہے: دائرہ ؛
[5] جزر کم ہونا اور مد بڑھنا۔ جوار بھاٹا۔ رجعت واپس لوٹنا ؛ [6] کثرت زیادتی ؛ [7] طبیعت ؛
[8] بخشش شدہ ؛ [9] انگریزی مثل کا ترجمہ ہے: ROME WAS NOT BUILT IN A DAY

## ۱۴۔ مسدس مرتبۂ ۱۳۱۰ ہجری

مرثیہ جناب حکیم محمود خاں مرحوم دہلوی

اے جہاں[۱] آباد اے اسلام کے دار العلوم — اے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے اک عالم میں دھوم
تھے ہنرور تجھ میں اتنے جتنے گردوں پر نجوم[۲] — تھا افاضہ[۳] تیرا جاری ہند سے تا شام و روم

زیب دیتا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا
نام روشن تجھ سے تھا غرناطہ و بغداد کا!

تیری طینت میں ودیعت تھا مذاقِ علم و دیں — جیسے اُمّی[۴] تجھ میں تھے عالم نہ تھے ایسے کہیں
ہند میں جو تھا محدث تھا وہ تیرا خوشہ چیں — تھی محدث[۵] خیز اے پایۂ تخت[۶] تیری سرزمیں

تھا تفقہ[۷] بھی مسلّم تیری خاکِ پاک کا!
بیہقیِ[۸] وقت تھا ایک اک فقیہ[۹] اس خاک کا

شاذ و نادر تھا تصور میں کوئی تیرا نظیر — آب و گِل کا تیرے تھا گویا تصوف سے خمیر
تیرے کھنڈروں میں پڑے سوتے ہیں وہ مہرِ منیر[۱۰] — تھا کبھی انوار سے جن کے زمانہ مستنیر[۱۱]

آج جس دولت کا بازارِ جہاں میں کال ہے
تیرا قبرستان اس دولت سے مالا مال ہے

---

۱؎ شاہ جہاں آباد کا مخفف ہے۔ دہلی کا دوسرا نام ہے ؛ ۲؎ ستارے ؛ ۳؎ فیض ؛ ۴؎ ناخواندہ ؛ ۵؎ حدیث بیان کرنے والا ؛ ۶؎ پایۂ تخت۔ دار الخلافہ ؛ ۷؎ علم فقہ جاننا ؛ ۸؎ ایک مشہور محدث کا نام ہے ؛ ۹؎ فقہ دان۔ عالم ؛ ۱۰؎ روشن سورج ؛ ۱۱؎ روشن۔

طب میں گو یونانیوں کا سب سے آگے تھا قدم — آن کر اس نے لیا تھا دوسرا تجھ میں جنم

جب کہ تو آباد تھا دنیا میں اے باغِ ارم[1] — بھرتے تھے تیرے اطبا[2] بھی مسیحائی کا دم

ہند میں جاری تجھی سے طبِ یونانی ہوئی

شہر شہر اس جنس کی یاں تجھ سے ارزانی ہوئی

خاک سے اٹھتے تھے تیری جیسے بیسے نکتہ در — اک جہاں شیوا بیانی سے ہے ان کی باخبر

راس تھی آب و ہوا تیری سخن کو جس قدر — سرو کو ہوگی نہ راس اتنی ہوائے غاتفر[3]

حسن صورت میں اگر ضرب المثل نوشاد[4] تھا

حسن معنی تیرا حصہ اے جہاں آباد تھا!

لیکے ساتھ اسلام نکلا تھا عرب سے جو علوم — جن میں تھی اسلامیوں کی چار سو عالم میں دھوم

دولت و اقبال کا جب تک رہا تجھ پہ ہجوم — کھیتیوں پر تیری ابر آ کے تھمتے تھے ان کے جھوم جھوم

آئی گلشن میں نہ تیرے بھول کر فصلِ خزاں

تیری سرحد میں رہا علم و دانش کا سماں

جس طرح تھا فضل و دانش میں ترا مشہور نام — تھے تمدن میں بھی پیرو تیرے جمہور[5] انام

آدمیت سیکھنے آتے تھے تجھ سے خاص و عام — شہری و بدوی[6] تری تقلید کرتے تھے مدام

---

[1] باغ بہشت ؛ [2] جمع طبیب ؛ [3] سمرقند کے قریب ایک زمین کا قطعہ ہے۔ جہاں کا سرو خوبی زیبائی اور راستی میں ضرب المثل ہے ؛ [4] نوشاد ترکستان میں ایک شہر تھا۔ جو حسن خیزی میں مشہور تھا ؛ [5] لوگ ؛ [6] بدوی۔ دیہاتی ؛

رسم میں آئین میں اوضاع میں اطوار میں

طرز میں انداز میں رفتار میں گفتار میں

رہ گیا باہر سے آکر جو کہ تجھ میں چند سال ڈھل گئے سانچے میں گویا اسکے عادات اور خصال

آکے بن جاتا تھا یاں نقصان انسان کا کمال تیرے پرچھاویں سے موتی بن کے جاتے تھے سفال[1]

آتے ہی انسان کی کایا پلٹ جاتی تھی یاں!

چار دن میں اور ہی صورت نکل آتی تھی یاں

تیرا معمورہ تھا اک عالم میں مرجع[2] اور مآب[3] آن کر لیتے تھے یاں ٹھیکی[4] جہاں کے انتخاب

بستے تھے اطراف سے آکے تجھ میں شیخ[5] و شباب[6] کر دیا تھا تیری آبادی نے ملکوں کو خراب

جمگھٹا تھا تجھ میں ترک و فرس و روم و زنگ کا

دستہ تھا گویا کہ گلہائے رنگا رنگ کا!!

لیکن آخر طبع دوراں کا ہے جیسے اقتضاء ہر ترقی کی ہے حد ہر ابتداء کی انتہاء

جبکہ دورہ اپنا تو دنیا میں پورا کر چکا! وقت اے جانِ جہاں تیرا بھی آخر آ لگا

گردشِ افلاک کے ہونے لگے تجھ پر بھی وار

تیرے گلشن سے بھی کوچ آخر لگی کرنے بہار

تجھ پہ اے دار الخلافت انقلاب آنے لگے غیب سے تجھ کو تباہی کے خطاب آنے لگے

---

۱ سفال۔ ٹھیکری ۲ مرجع۔ جائے رجوع ۳ جہاں آدمی لوٹ کر آئیں۔ گھر

۴ آرام۔ سہارا ۵ بوڑھا ۶ جوان

طالع[1] مشفق کے پیغامِ عتاب آنے لگے ۔ تیرہ بختی[2] کے نظر یاروں کو خواب آنے لگے

دولت و اقبال کا بندھنے لگا رختِ[3] سفر

تجھ سے اے دارالعلوم اُٹھنے لگا علم و ہنر

ہو گئے تیرے محدّث راہئ دارالسلام[4] ۔ کر گئے دُنیا سے رحلت تیرے مُفتی اور امام

ہو گیا رُخصت جہاں سے تیرا جاہ و احتشام ۔ رفتہ رفتہ ہو گئی سب صاحبی تیری تمام

مجلسیں برہم ہوئیں زیر و زبر دیواں ہوئے

خانقاہیں بے چراغ اور مدرسے ویراں ہوئے

چل دیئے نوبت بہ نوبت تیرے شاعر اور ادیب ۔ مٹ گئی تیری طبابت چھُٹ گئے تیرے طبیب

جاگ جاگ آخر سدا کو سو گئے تیرے نصیب ۔ اس گلستاں سے نہ اٹھی پھر صدائے عندلیب[5]

جن کو کھو بیٹھے نظیر[6] ان کا کہیں پایا نہ پھر

جو گیا اُس کا کوئی قائم مقام آیا نہ پھر

کر گئے اخلاق اور عادات سب تجھ سے سفر ۔ گر گیا نظروں سے تیرا سب جلال و جاہ و فر

جھڑ گئے تاجِ شرف سے تیرے سب لعل و گہر ۔ تجھ کو اے دارالخلافت کھا گئی کس کی نظر

عِلم ہے باقی نہ اب دولت ہے تیرے پاس وُہ

اے گُلِ پژمردہ تیری کیا ہوئی بوباس وُہ

دورِ آخر میں کہ تیرا تیل تھا سب جل چُکا ۔ بجھتے بجھتے تھا کچھ اک تو نے سنبھالا سا لیا

---

۱ مہرباں نصیبہ ؛ ۲ بدقسمتی ؛ ۳ اسباب ؛ ۴ ایک بہشت کا نام ؛ ۵ بُلبُل ؛ ۶ ثانی ؛

خاک نے یاں تیری پھر اُگلے وہ لعلِ بے بہا　　جن سے روشن ہو گیا کچھ دن کو نام اسلاف کا

عہدِ ماضی کا سماں آنکھوں میں سب کی چھا گیا

خواب جو بھولا ہوا مدت کا تھا یاد آ گیا

جاہ و حشمت قوم کی گو تجھ میں کچھ باقی نہ تھی　　پر نہ کی عرض[۱] ہنر میں تو نے اب بھی کوتہی

اس بزرگی سے گزاری تیرھویں تُو نے صدی　　پھر گئی آنکھوں میں پھر تصویر دورِ اکبری

علم و دین و شعر و حکمت طب و تاریخ و نجوم

ڈال دی پھر اپنی تُو نے چار سو ہر فن میں دھوم

ملک میں ہر سُو وہی پھر بول بالا تھا ترا　　تھا جہاں علم و ہنر گودوں کا پالا تھا ترا

تھی جہاں کچھ روشنی وہ سب اُجالا تھا ترا　　پھر جو دیکھا غور سے وہ اک سنبھالا تھا ترا

چاند نکلا تھا گہن سے جو وہ پھر گہنا[۲] گیا

چار دن کی چاندنی تھی پھر اندھیرا چھا گیا

علم والے علم کے دریا بہا کر چل دیئے　　واعظانِ قوم سوتوں کو جگا کر چل دیئے

کچھ سخنور تھے کہ سحر[۳] اپنا دکھا کر چل دیئے　　کچھ مسیحا تھے کہ مُردوں کو جِلا[۴] کر چل دیئے

ایک تختہ رہ گیا تیری ٹوٹی ناؤ کا!

لے گئی سیلِ فنا[۵] اس کو بھی اے دِلّی بہا

جا چکی تھی تجھ سے گو اے شہر عظمت قوم کی　　ہو چکی تھی آبرو مدت سے رخصت قوم کی

---

[۱] نمائش ۔ [۲] یعنی گرہن میں آگیا ۔ [۳] جادو ۔ [۴] زندہ کر کے ۔ [۵] طوفانِ مرگ ۔

پر کچھ اِک محمود خاں کے دم سے تھی پت[1] قوم کی    اُٹھ گیا وہ بھی جہاں سے آہ قسمت قوم کی

کیا دکھا کر اب دلائے گا سلف[2] کو یاد تو!

ناز اب کس پر کرے گا اے جہاں آباد تو

تجھ میں ہے دِلّی! کوئی اب ایسا مقبولِ جہاں؟    نازشِ دارالخلافت مرجعِ[3] ہندوستاں

ہند سے لے تا عرب کشمیر سے تا انڈمان    بچّہ بچّہ کی زباں پہ نام ہے جس کا رواں

نیم جانوں کا مسیحا اور غریبوں کا طبیب

خود حکیموں کا معالج اور طبیبوں کا طبیب

ہے کوئی اب تجھ میں ہیرو ایسا یکتائے زماں    واقعات زندگی کر دیجیے گر اُس کے بیاں

سمجھیں اِک افسانہ ناواقف جسے اور داستاں    ہے تعجب خیز الحق[4] سیرتِ محمود خاں

یا وہ اِک جوہر الگ تھا جوہر انسان سے

یا نکلتے اب نہیں ایسے جواہر کان سے

اس کا تھا دیوان خانہ ملک کا دارالشفا    خلق کا دِن رات رہتا تھا جہاں تانتا بندھا

مفت بیماروں کو اسکے در سے ملتی تھی دَوا    فکر نذرانہ کا تھا اُن کو نہ شکرانہ کا تھا!

اس کے استغنا[5] سے جھک جاتا تھا سر مغرور کا

اور عنایت سے کنول جاتا تھا کھِل مزدور کا!

---

[1] عزت ÷ [2] ماضی ÷ [3] جائے رجوع ÷ [4] خدا کی قسم ÷ [5] بے نیازی ÷

بے حقیقت اس نے سمجھا مال و دولت کو سدا — تھے برابر اس کے نزدیک اغنیا[1] و بینوا

گو طبیب اور ڈاکٹر تھے شہر میں بے انتہا — کوئی مفلس کا نہ تھا پُرسانِ حال اسکے سوا

کرتے ہیں دعوے ہمدردیِ نوعِ بشر!

اس نے باطل کر دیئے تھے ان کے دعوے سر بسر

طب مسلمانوں کی لی اس کی مسیحائی نے تھام — ورنہ اب تک اُس کی تُرکی ہوچکی ہوتی تمام

رونقِ طبِ جدید اور اس پہ میل خاص و عام — درسگاہوں اور دواخانوں کا اس کے انتظام

دیکھ کر تھا اک زمانہ اس کی خوبی کا مُقِر[2]

طبِ یونانی گئی تھی خلق کی نظروں سے گر!

سر جنوں کے دیکھ دیکھ آلات و اعمال و حِیَل[3] — آ گیا تھا رائے میں زود اعتقادوں کے خلل

دیں مگر اس کی مسیحائی نے سب رائیں بدل — طب یونانی گئی کچھ دن کو پھر گر کر سنبھل

سلطنت اور عقل تھی جس قوم کی ہمت فزا

ایک طاقت اس کے حملوں سے ہوئی عہدہ برآ

گو کہ جاتے تھے شفاخانوں میں خاص و عام سب — پر اُلجھ جاتے تھے سخت امراض میں بیمار جب

خلق کا پھر ملجا[4] و ماویٰ[5] اسی کا تھا مطب[6] — اسکے بیماروں کو گو مایوس ہوں یا جاں بلب

سوءِ[7] تدبیر معالج کی خطا کا ڈر نہ تھا

---

[1] جمع غنی۔ دولت مند ؛ [2] اقرار۔ اعتراف ؛ [3] جمع حیلہ۔ مکاری ؛ [4][5] جائے پناہ ؛

[6] دواخانہ ؛ [7] غلط رائے ؛

موت کا ڈر تھا مگر مہلک دوا کا ڈر نہ تھا

رکھتے ہیں آلات پر سرجن بھروسا جس قدر — کرتے ہیں معلوم جو جو ان سے امراضِ بشر

وہ بتا دیتا تھا سب کچھ رکھ کے انگلی نبض پر — اس کی اِک اُنگلی پہ تھے قربان سو تھرمامیٹر

نارسا تھیں دُوربینیں اہلِ صنعت کی جہاں

جا پہنچتی تھی نگاہِ دُوربیں اس کی وہاں!

شہر کے سب مرد و زن پیر و جواں خرد و کلاں — تھے قوی پُشت اس سے ایسے جیسے پُشتہ سے مکاں

جس کو نسخہ دیدیا لکھ کر وہ یہ سمجھا کہ ہاں — زندگانی کے ابھی کچھ اور دن باقی ہیں یہاں

گو کہ ماتم ملک میں ہے اُس کا ہر سُو آج کل

پر گئی اے شہر تیری جان ہی گویا نکل!

کیا عجب پیدا ہوں پھر ایسے طبیب اور چارہ گر — جو کہ تشخیصِ مرض میں رکھتے ہوں غائر[۱] نظر

خلق کو تکیہ[۲] ہو جن کی رائے اور تدبیر پر — شہر میں ہوں مرجعِ کل ملک میں ہوں نامور

جمع ہوں محمود خاں کے ذات میں ان کی کمال

ہے یہ سب ممکن مگر محمود خاں ملنا محال

راستی اور راستبازی اس کی تھی ضرب المثل — اسکے کاموں میں ریا تھی اور نہ باتوں میں دغل[۳]

امتحاں کے وقت جب تھا نظمِ عالم میں خلل — راستبازوں کی گئی تھی ٹھیک[۴] جب ہر سو نکل

کھوٹ سے اس آنچ میں نکلا وہ خالص اس طرح

---

[۱] گہری ÷ [۲] بھروسہ ÷ [۳] دھوکا ÷ [۴] ٹھیک نکلنا۔ عاجز آنا ÷

آگ میں تپ کر نکھر اُٹھتا ہے کندن جس طرح

وہ زمانہ جبکہ تھا دِلّی میں اک محشر بپا[1] | نفسی نفسی کا تھا جب چاروں طرف غل بڑھ رہا
اپنے اپنے حال میں چھوٹا بڑا تھا مبتلا | باپ سے فرزند اور بھائی سے بھائی تھا جُدا

موجزن تھا جب کہ دریائے عتاب ذوالجلال
باغیوں کے ظلم کا دنیا پہ نازل تھا وبال

دیکھ کر یاروں کو جب آنکھیں چرا جاتے تھے یار | ساتھ دینا تھا کسی کا موت سے ہونا دوچار
یار سے یار آشنا سے آشنا تھے شرمسار | شہر میں تھی چار سو گویا قیامت آشکار

آگ تھی اک مشتعل ایسی کہ جس سے تھا خطر
جل نہ جائیں اسکے شعلے سے کہیں سب خشک و تر

ہو رہا تھا جب کہ کھوٹے اور کھرے کا امتحاں | کر رہا تھا اپنے جوہر خاک کا پُتلا عیاں
ایک جانب تھی اگر خندق تو اک جانب کنواں | بال سے باریک تر تھی راہ اُن کے درمیاں

راہرو دُبدھا[2] میں تھے اور راہ پُر خوف و خطر
اُس نے دکھلایا کہ یوں چلتے ہیں سیدھی راہ پر

مُجرم و بے جُرم میں تھا حاکموں کو اشتباہ | عدل تھا مجرم کا دشمن اور بری کا عذرخواہ
مُجرموں کے جُرم پر دیوار و در تھے سب گواہ | پر نہ تھا کوئی شفیع[3] اُن کا کہ جو تھے بے گناہ

ایسے نازک وقت میں مردانگی جو اس نے کی

---

[1] آبادھا بی ۔ [2] مصیبت ۔ تردد ۔ [3] سفارش کرنے والا ۔

اہلِ انصاف اس کو بھولے ہیں نہ بھولینگے کبھی

مارشل لا[1] میں ثبوت ان کی گواہی کا دیا — بالیقیں جن مجرموں کو اُس نے سمجھا بے خطا

جو کہ تھے نادار[2] کی ان کی اعانت[3] بر ملا — چین سے بیٹھا نہ جب تک ہو گیا اِک اِک رہا

زر دیا، کھانا دیا، کپڑا دیا، بستر دیا

بے ٹھکانوں کو ٹھکانا بے گھروں کو گھر دیا

دی گواہی جس نے ہرگز جھوٹی یا سچی نہ تھی — قصے جھگڑوں میں کبھی پڑنے کی جس کی خو نہ تھی

ہاتھ سے جس نے بزرگوں کی آن اب تک دی نہ تھی — جس نے صورت تک عدالت کی کبھی دیکھی نہ تھی

بے گناہوں کیلئے وہ رات دن چکر میں تھا!

پاؤں اِک اس کا عدالت میں تھا اور اِک گھر میں تھا

تھی امانت جس کی اس کے پاس ہلکی یا گراں — جبکہ عنقا تھی دیانت بین ابناء الزماں[4]

کی حوالے مالکوں کے جب ہوا امن و اماں — خوف میں پاس اپنے رکھا اس کو مثلِ پاسباں

ایک عالم ناخدا ترسی میں جب بیباک تھا

اس کا دامن تھا کہ ہر دھبے سے بالکل پاک تھا

وضع میں اس کی تغیر تھا نہ عادت میں خلل — وضعداری میں نہ تھا اس کا زمانہ میں بدل

انقلابِ دہر کی زد سے گیا تھا وہ نکل — وقت کی تاثیر کا اس پر نہ چلتا تھا عمل

اس کے آگے ان نئے ساگوں کی کچھ ہستی نہ تھی

---

۱ مارشل لا ۔ فوجی قانون ۔ یہاں مراد فوجی عدالت ہے ۔ ۲ غریب مفلس ۔ ۳ امداد ۔ ۴ دنیا کے لوگ

اس پہ چلتی کچھ زمانے کی زبردستی نہ تھی

کی تھی جو بچپن سے طرزِ زندگانی اختیار　اس میں فرق آیا نہ وقتِ واپسیں[1] تک زینہار

کوہ راسخ[2] کی طرح تھا ایک حالت پر قرار　وضع اس کی جو کہ تھی وضعِ سلف کی یادگار

قوم کے از یاد رفتہ خواب کی تعبیر تھی

عہدِ عالمگیر اکبر شاہ کی تصویر تھی

سر پہ دُنیا کے علائق کا تھا گو بارِ گراں　پر ہر اک حالت میں ہلکی پھول سی رہتی تھی جاں

پابگل[3] دنیا میں، پر دُنیا کے غم سے برکراں[4]　رنج ہو یا ہو خوشی جب جا کے دیکھے شادماں

ظاہرا پابند تھا دنیا کی رسم و راہ کا!

دل مگر پایا تھا ایسا جیسا اہل اللہ کا

منقبض[5] اس کو نہ مکروہات میں پایا کبھی　غم سے دُنیا کے نہ پیشانی پہ بل لایا کبھی

دل کسی بارِ مخالف سے نہ کملایا کبھی　تلخیِ دوراں سے چتون پہ نہ میل آیا کبھی

کی بسر دار المحن[6] میں بزمِ عشرت کی طرح

عمر کاٹی دوزخِ دُنیا میں جنت کی طرح

مٹ گئی افسوس اک ایسی سلف کی یادگار　قوم میں جس کی مثال آئندہ کم دیکھیں گے یار

گل کھلائے گی نئے گلشن میں اب بادِ بہار　رنگ ہوگا جن میں لیکن بو نہ ہوگی زینہار

---

[1] مرنے کا وقت ٭ [2] مضبوط۔ برقرار ٭ [3] گرفتار ٭ [4] آزاد ٭ [5] گرفتہ۔ دلگیر ٭
[6] غم کا گھر ٭

کرتے ہیں جب اِن حوادث[1] کی نظر انجام پر
قوم ہیں اِک ہم کو سنّاٹا سا آتا ہے نظر

اک زمانہ تھا کہ تھا ہم سے موافق روزگار
اہلِ علم و فضل و دانش کا نہ تھا ہم میں شمار

ایسے حاصل خیز دُنیا میں نہ ہونگے کشت زار
جیسے مردم خیز تھے اِسلام کے شہر و دیار

مرتا تھا کامل تو کامل تر نظر آتا تھا یاں!
سورج آتا تھا نکل جب چاند چھپ جاتا تھا یاں

یا یہ اب پہنچی ہے ہم میں نوبتِ قحط الرّجال[2]
ایک اُٹھ جاتا ہے دنیا سے اگر صاحب کمال

دوسری ملتی نہیں دُنیا میں پھر اس کی مثال
ذاتِ باری کی طرح گویا کہ تھا وہ بیمثال

ظاہرا اب وقت آخر ہے ہماری قوم کا!
مرثیہ ہے ایک کا اب نوحہ ساری قوم کا

سُنتے ہیں حالی سخن میں تھی بہت وسعت کبھی
تھیں سخنور کے لئے چاروں طرف راہیں کھُلی

داستاں کوئی بیاں کرتا تھا حُسن و عشق کی
اور تصوّف کا سخن میں رنگ بھرتا تھا کوئی

گاہ غزلیں لکھ کے دِل یاروں کے گرماتے تھے لوگ
گہ قصیدے پڑھ کے خلعت اور صلے پاتے تھے لوگ

پر ملی ہم کو مجالِ[3] نغمہ اس محفل میں کم
راگنی کے وقت نے لینے دیا ہم کو نہ دم

نالہ و فریاد کا ٹوٹا کہیں جا کر نہ سم[4]
کوئی یاں رنگیں ترانہ چھیڑنے پائے نہ ہم

---

[1] جمع حادثہ ۔ [2] بزرگوں کا قحط ۔ بزرگوں کا عدیم الوجود ہونا ۔ [3] طاقت ۔ فرصت ۔ [4] طلسم ۔

سینہ کوبی میں رہے جبتک کہ دم میں دم رہا
ہم رہے اور قوم کے اقبال کا ماتم رہا!

## ۱۵۔ ترکیب بند مرتبہ ۱۸۹۲ء مطابق ۱۳۱۰ ھجری!

جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں اجلاس میں بمقام دہلی پڑھا گیا:۔

یہ خاک آج جس پر ہیں جمع اہل آرا[1] — یاں ہو چکے کرشمے کیا کیا ہیں آشکارا
اس باغ میں بہاریں جو جو گزر چکی ہیں — آنکھوں کے روبرو ہے گویا سماں وہ سارا
کل جشن فتح تھا یاں ہے آج جشن شادی — ہر دم عروج پر ہے اسلام کا ستارا
بلبن کے آج مہماں خاقاں ہیں اور سلاطین — اصطخر ہے کہ دلی۔ بلبن ہے یا کہ دارا
فیروز شاہ کی ہے کل ٹھٹھے سے آمد آمد — دولہا بنا ہوا ہے تزئین[2] سے شہر سارا
تغلق کا آج لشکر تیمور کے مقابل — بہر مدافعت[3] ہے میدان میں صف آرا
مغلوں کے اُڑ رہے ہیں کل جشن فتح و نصرت — تیمور سے زمانہ ہے برسر مدارا
آتا ہے آج بابر لودی پہ فتح پا کر — ہیں شوق شاہ نو میں پیر و جواں خود آرا[4]
کل سوریوں میں ہر سو بجتے ہیں شادیانے — مغلوں کا آرہا ہے گردش میں کچھ ستارا
ہے جشن فتح پھر آج چغتائیوں میں برپا — اقبال نے ہے گویا مغلوں سے قول ہارا
جس دھوم سے ہے گھر گھر جشن جلوس اکبر — ہے گرد اس کے آگے جشن قباد و دارا
شاہ جہاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا — تعمیر ہو چکے ہیں شہر و فصیل[5] دوبارہ

---

[1] جمع رائے ۔ [2] زیب و زینت ۔ [3] جنگ ۔ [4] خود ستا۔ اپنی تعریف آپ کرنیوالا ۔ [5] قلعہ

تیاری اس خوشی میں جشنِ عظیم کی ہے! گویا کہ ہے جہاں میں جشنِ سدہ[1] دوبارہ
اطرافِ ہند سے[2] ہیں اعیانِ مُلک آئے پا کر حضورِ شاہ سے سب جشن کا اشارہ
ارکانِ سلطنت ہیں سب پائے تخت حاضر بالائے تختِ طاؤس ہے شاہ جلوہ آرا

وُہ جشن کرنے والے گو خاک میں نہاں ہیں
پر جشن اُن کے ابتک سب زیب داستاں ہیں

اے خاکِ پاکِ دہلی اے تخت گاہِ شاہاں پیشِ نظر ہیں تیرے سب اگلے ساز و ساماں
ہنگامے اس زمیں پر لاکھوں ہیں گرم ہر سُو پر کوئی جشنِ قومی آتا نہیں نظر یاں
تقریبِ جشن جسمیں ہو کچھ نہ جُز اخوت[3] ملکوں سے جمع آکر جسمیں ہوئے ہوں اخواں[4]
پائین[5] و صدر[6] کا ہو جس میں نہ کچھ تفاوت خُرد و بزرگ کی ہو جس میں نشست یکساں
جن کو نہ ہو بُلاوا حاکم کا اور نہ قدغن[7] لایا ہو کھینچ کر دل ان کو نہ حکمِ سلطاں
خادم ہوں جسقدر وُہ ان مخدوم قوم کے ہوں مخدوم جتنے ہوں وہ ان سب قوم پر ہوں قرباں
خاطر کسی سے چاہے کوئی نہ واں تواضع ہوں خود ہی میزباں وہ اور خود ہی ہوں وہ مہماں
ٹھہرائیں جس کو چاہیں وہ آپ میرِ مجلس چاہیں جنہیں بنائیں وُہ آپ میر ساماں!
آئے ہوں اس غرض سے سب مِلکے تاکہ سوچیں دنیا میں کسطرح ہوں سرسبز پھر مسلماں!!

---

[1] سدہ آگ کو کہتے ہیں۔ جشن سدہ وہ جشن ہے۔ جس کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ دنیا میں سب سے پہلے جمشید نے پتھر سے آگ نکلنے کی خوشی میں ایران میں کیا تھا۔ [2] لیڈرانِ ملک ؛ [3] برادری ؛ [4] بھائی ؛ [5] نیچی جگہ ؛ [6] اُونچی جگہ ؛ [7] امتناعی حکم ؛

ہندوستاں میں کیوں کر باقی رہے نشانی ‏ اِس قوم کی کہ تھا کل جن کے وُہ زیرِ فرماں

نکلیں تو کیونکہ نکلیں ذِلّت سے وُہ گھرانے ‏ اعزاز نے تھا باندھا جن کے بڑوں سے پیماں

اِن مدرسوں کا کیونکر جاری رہے افاضہ[1] ‏ جن کے سبب ہو زندہ نامِ حدیث و قرآں

جو مسجدیں ہیں بہرِ ذکرِ خدائے واحد ‏ محفوظ حادثوں سے کیونکر ہوں ان کے ارکاں[2]!

جو کچھ ہے بھائیوں کی تقدیر میں وُہ سر پر ‏ اپنی طرف سے لیکن ہے سعیٔ فرضِ انساں

اے شہ نشینِ اسلام اے معدنِ[3] سلاطیں ‏ اے پائے تختِ سادات اے اِر ملکاسِ مغلاں

تو جشن گاہِ شاہاں ہر عہد میں رہا ہے

ایسا بھی جشن کوئی تجھ میں کبھی ہوا ہے

شاہوں کے جشن تھے وُہ یہ جشن قوم کا ہے ‏ شوکت میں وُہ بڑے تھے عظمت میں یہ بڑا ہے

دولت کے تھے وُہ جلوے ملت کا ہے یہ نقشہ ‏ کاغذ کی تھیں وُہ ناویں یہ بیڑا نوحؑ کا ہے

بے رُوح تھے وُہ قالب ہے اس میں رُوح خویشی ‏ مَوجِ سراب تھے وُہ یہ چشمۂ بقا ہے

میلے نہ وُہ بچھڑتے رُوح ان میں گر یہ ہوتی ‏ رہتا ہے آندھیوں میں روشن یہ وُہ دیا ہے

وُہ دِن گئے کہ نازاں تھی قوم سلطنت پر ‏ اب قوم کو خدا کا یا اپنا آسرا ہے

بس سلطنت یہی ہے مل بیٹھنا ہمارا ‏ یہ چھپت نہ سمجھو سر پر یہ سایہ ہما ہے

گم گشتہ بخت جسکو پھرتے ہیں ڈھونڈتے ہم ‏ لگتا ہے کچھ تو اس کا لگتا یہیں پتا ہے

وُہ مشکلیں کریں گے اب حل ہمیں تمہیں کچھ ‏ جن مشکلوں کا ہم کو اَور تم کو سامنا ہے

---

۱ فیض ‏ ۲ جمع رکن۔ ممبر ‏ ۳ کان۔ مخزن

ہم ہیں اگر مخالف کچھ ہوں اس انجمن کے
معذور ہیں وہ ان سے شکوہ نہ کچھ گلا ہے

فوجِ کمک کو اکثر سمجھا ہے فوجِ دشمن
حملہ کمک پہ اپنی اپنوں نے خود کیا ہے

نادم ہوئے ہیں لیکن روشن ہوا ہے جب دن
انسان سے ہمیشہ ہوتی رہی خطا ہے

قدر ایسی مجلسوں کی مدت میں ہوگی ہم سے
اب تک ضرورتوں نے مضطر نہیں کیا ہے

ہوتی ہے قدر ان کی بنتی ہے جان پر جب
لاتے ہیں تب یہ ناویں جب بیڑا ڈوبتا ہے

گو سب جہاز والے خطرے سے بے خبر ہیں
پر رنگ ناخدا کا کچھ فق سا ہو رہا ہے

آفاتِ بحر سے ہیں ناواقف آشنا سب!

ہنستے ہیں ناخدا پر، روتا ہے ناخدا جب

گلشن میں فصلِ گل کے سب مٹ چکے نشاں ہیں
پر چین سے عنادِل گلشن میں نغمہ خواں ہیں

طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خراماں
اور بیٹھے ہاتھ ملتے گلچین و باغباں ہیں

غفلت کی چھا رہی ہے کچھ قوم پر گھٹا سی
بےفکر و بےخبر ہیں بوڑھے ہیں یا جواں ہیں

اِترا رہے ہیں سلف پر اور آپ ناخلف ہیں
رستہ کدھر ہے ان کا اور جا رہے کہاں ہیں

فضل و کمال اُن کے کچھ تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو! اٹھتی جوانیاں ہیں

تم سے تھمے تو تھامو عزت کو قوم کی کچھ
اپنے تو قافلے سب پا در رکاب یاں ہیں

اک خضر رہ نے رستہ سیدھا بتا دیا ہے!
رستے پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کارواں ہیں

---

ف رکاب میں پاؤں ڈالے ہوئے تیار۔

خدمت میں اُن کی حالی کہتا ہے یہ ادب سے — اس وقت رونق افزا یاں جتنے مہرباں ہیں

دنیا میں گر ہے رہنا تو آپ کو سنبھالو — ورنہ بگڑنے کے یاں آثار سب عیاں ہیں

عرصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہے ہیں — قدرت کے قاعدے جو دنیا پہ حکمراں ہیں

جو اپنے ضعف کا کچھ کرتیں نہیں تدارک[1] — قومیں وُہ چند روزہ دنیا میں میہماں ہیں

گھڑیال اَور مگرمچھ ان کو نگل ہیں جاتے — دریا میں مچھلیاں جو کمزور وناتواں ہیں

سنبھلو وگرنہ رہنا یاں اس طرح پڑیگا — بھیل اَور گونڈ جیسے گمنام بے نشاں ہیں

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں!
دُھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مِٹ نجائیں

---

[1] انتظام

# اشعارِ متفرقہ!

اِن میں اکثر وُہ اشعار ہیں جو لوگوں کی فرمائش پر خاص خاص موقعوں پر اُردو یا فارسی وغیرہ میں رکھے گئے

## تمہید رقعہ شادی وغیرہ

شکر کیجیے کون سی نعمت کا خالق کی ادا! ایک سے ہے ایک نعمت اسکی بندوں پر سوا

اسکی قدرت کے خزانوں میں نہیں ہرگز کمی جس نے جو مانگا وُہی اس نے مہیّا کر دیا

نخل تر کو پھل دیا اُور پھل کو بخشا رنگ بُو سیپ کو موتی دیا موتی کو دی آب اور ضیا[1]

کھیتیوں کو مینہ دیا ماں باپ کو اولاد دی اُس سے دی دُنیا کو رونق اس سے آنکھوں کو جلا

عمر روز افزوں عطا فرمائی پھر اولاد کو کل چھٹی تھی جنکی ہے دِن آج اُنکے بیاہ کا

آؤ اس کے شکریہ میں مِل کے باہم شاد ہوں تا کہ صورت سے ہو ظاہر شکرِ انعامِ خدا

## ایضاً

چھٹی بیاہ یا تیج تہوار ہو! لب آب یا صحن گلزار ہو

گُل و لالہ ہو یا ہو عطر و گلاب مے و نغمہ ہو یا ہو چنگ و رُباب

یہ ساری خوشی کے ہیں سامان جب کہ ہوں ایک جا جمع احباب سب

بزرگوں سے محفل کی شوکت بڑھے عزیز اُور پیاروں سے عزت بڑھے

---

[1] روشنی۔

جہاں اِس طرح جمع ہوں چار یار ہیں اس بزم پر لاکھ گلشن نثار!

## ایضاً

شکر کہ از فضلِ خدائے جہاں وقتِ خوش از پردہ برآمد عیاں

شادیٔ دل را سبب آمد بدست فرصتِ بزم طرب آمد بدست

تا شود از مقدمِ اہلِ کرم کلبۂ ما غیرتِ باغِ ارم!

## ایضاً

رفت آسیبِ زمستاں بادِ نوروزی وزید دوستداراں را بشارت باد و یاراں را نوید

طرحِ بزمِ خرّمی باہمدگر باید نہاد نغمۂ شکرِ الٰہی و مبدم باید کشید

## ایضاً

سلام من محب مستکین بلہیہ الخیر و البرکات تنزی

سلام ردفہ روح و راح و بین یدیہ للاحباب بشری

و دعوۃ شاہدین و حائینا من الاخوانِ و الخلان طرّاً

## خاتمہ رقعہ شادی

ناطیب العیش فی الدنیا و الآخرہ ماھیہ بزیارات الاحبّا

## ایضاً

ہزار دیدۂ دل فرشِ راہ یار انے رکہ از مسرتِ یاراں مسرّت اندوزند

بہ شادی و طرب ہمدگر شوند انبار ہزار رخ ز فروغِ دِلے برافروزند

## ایضاً

کارِ احباب ساختن بتواں!     دوستاں را نواختن بتواں!

تا بہ دہر ابر و باد خواہد ماند     از شما لطف یاد خواہد ماند

## اشعار غزل ناتمام

اس زندگی کے ہاتھوں چین اک بدن نہ آیا     یہ جان ہے بدن میں یا خار پیرہن میں

حاضر نہ حبیب ہو دل ہی ہے باغ و راغ یکساں     ہم دوستو گئے بھی تو کیا گئے چمن میں

ہے اک خراش دل میں ڈر ہے کہ پھر نہ آئے     زخمی ہے قیدداں میں اور مشک ہے ختن میں

تو اپنے بھولے پن سے شیدا ہوئی ہے ورنہ     اے فاختہ دھرا ہے کیا سرو و نارون[1] میں

## ایضاً

کس قدر یارو ہوا ہے انقلاب     آ گیا یاروں کے اقراروں میں فرق

خود بتائے گا تمہیں دورِ زماں     بے وفاؤں اور وفاداروں میں فرق

اُن پہ ہم قربان وُہ ہم پر نثار     ہی بہت پیاروں میں اَور یاروں میں فرق

## ایضاً

گر نہ ہو نیّتِ گدا میں فرق     آئے کیوں شاہ کے عطا میں فرق

ہیں وفادار اور بھی لیکن!     ہے مری جاں وفا وفا میں فرق

---

[1] جنگل ۔

# اشعارِ قصیدۂ ناتمام

یادِ ایام کہ تھی باغِ جوانی پہ بہار ۔۔۔ نظر آتا تھا خزاں میں بھی زمانہ گلزار
نشہ میں چُور تھے اِک بادۂ پُرزور کے ہم ۔۔۔ جس کا راحت میں بھی کلفت میں اُترتا تھا خمار
سر پہ وُہ دیوِ قوی آکے چڑھا تھا اپنے ۔۔۔ یاد تھا جس کا نہ عامل[1] نہ سیانے کو اُتار
روکتا تھا نہ جسے غار نہ خندق نہ کنواں ۔۔۔ ہم تھے اس توسنِ[2] سرزور پہ دن رات سوار
رہتے تھے اس شترِ مست کی صورت بے قید ۔۔۔ ہاتھ سے جس نے شتربان کے تڑا لی ہو مہار
پند گو ہوتے تھے جتنے کہ زیادہ دِل سوز ۔۔۔ اُن کی صحبت سے تھے اتنے ہی زیادہ بیزار
خیرخواہ اَور تھے غمخوار مربّی جتنے ۔۔۔ اُنکی صورت سے ہمیشہ ہمیں چڑھتا تھا بخار
دِل کے ہمجولیوں سے جان میں جان آتی تھی ۔۔۔ ہنسنے اَور بولنے پر زیست کا تھا اپنی مدار
اب امنگیں ہیں وُہ دِل میں نہ ترنگیں باقی ۔۔۔ تیرے اے عمر گئے اب وُہ کہاں لیل[3] و نہار

# صدائے[4] گدایانِ قوم

ڈھونڈنے خضرِ مبارک پے کو یاں آئے ہیں ہم ۔۔۔ چھوڑ کر بھٹکا ہوا اِک کارواں آئے ہیں ہم

---

۱ جادو ٹونا کرنے والا ۔ ۲ گھوڑا ۔ ۳ لیل ۔ رات ۔ نہار ۔ دن ۔ ۴ پنجاب کی ایک اسلامی انجمن کی طرف سے چند باہمت لوگوں نے جنھوں نے اپنی جماعت کا نام گدایانِ قوم لکھا ہے ۔ ریاست بہاولپور میں چندہ وصول کرنے کے لئے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ اُن کا قصد رئیس کے حضور میں یہ اشعار پڑھنے کا تھا۔ لیکن غالباً ان کا جانا نہ ہُوا۔

ڈر ہے جو خوش دِل ہیں وہ سنکر نہ ہوں پژمُردہ دل
سخت عبرت خیز لیکر داستاں آئے ہیں ہم

ہند میں اسلام کا پھُولا پھلا تھا جو چمن!
لیکے اس کا مژدۂ فصلِ خزاں آئے ہیں ہم

علم جو زندہ کیا تھا آپ کے اجدادؐ نے
آج اس در پر اسی کے نوحہ خواں آئے ہیں ہم

قوم کھو بیٹھی ہے جو عباسیوں کی یادگار!
جستجو میں اس کی مشعل لیکے یاں آئے ہیں ہم

خود غرض ٹھہرائیں یا مکار ہم کو یا گدا!!
ذلتیں یہ کرکے سب خاطر نشاں آئے ہیں ہم

فخر نسب بیجا ہیں اُنکے قوم ہے جنکی ذلیل
فخر و عزت کے مٹا کر سب نشاں آئے ہیں ہم

ہے بنی ہاشم کی مہماں پروری ضرب المثل
اس لئے یاں بن بلائے میہماں آئے ہیں ہم

تشنگی اپنی بجھانی ہوگی اے آبِ حیات!
لیکے منہ میں قوم کی سُوکھی زباں آئے ہیں ہم

## مژدہ قدوم حضور شاہزادہ ویلز در ہند

مژدہ ہو اہلِ مشرق اب دن پھرے تمہارے
مغرب سے سُوئے مشرق آیا ہے مہرِ تاباں[2]

گلہ کی اپنے لینے آیا خبر کہاں سے!
ہے ایسے گلّہ باں پر گلّہ کی جان قرباں

ہندوستاں بھی تجھ سے کچھ آج کل نہیں کم
اے معدنِ بزرگی اے خاکِ انگلستاں

تیرے نصیب کا تو کیا پوچھنا ہے لیکن
ہندی بھی اِن دنوں ہیں قسمت پہ اپنی نازاں

مہماں ہے آج اُن کا اس شاہ کا ولیعہد
روئے زمیں کے سلطاں جسکے ہوئے ہیں مہماں

---

[1] چونکہ رئیس بہاولپور بنی عباس میں سے ہیں۔ اور عباسیوں کی خلافت میں علم کو بہت ترقی ہوئی تھی۔ اِس لئے یہ مضمون اس طرح ادا کیا گیا۔ [2] روشن سورج۔

## شکریہ عطائے مدرسہ نواب غازی الدین خان مرحوم واقع اجمیری دروازہ دہلی

## بحضور سر جیمس لائل لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب از طرف

## طلبائے اینگلو عربی سکول دہلی

آئیے اے دلی کے دل آرا ۔ شہر دعا گو سب ہے تمہارا
شکر کا ہم کو گو نہیں یارا[1] ۔ پر یہ ہے کہنا فرض ہمارا

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمہارا یاد رہے گا

ہے دلی کے فخر کا یہ دن ۔ شہر میں آیا شہر کا محسن
وصف تمہارا گو نہیں ممکن ۔ رہ نہیں سکتے پر یہ کہے بن

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمہارا یاد رہے گا

آپ نے ہم پر بھیجے ہیں افسر ۔ کیسے کیسے رعیت پرور
جن سے ہندوستان منور ۔ فخر ہے انگلستان کو جن پر

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمہارا یاد رہے گا

---

[1] طاقت ۔

آر۔ کلارک احسان کا پُتلا آدمی کی صورت میں فرشتہ
تھا دہلی پر فضل خدا کا تم نے جو دلّی میں اسے بھیجا

جب تک شہر آباد رہے گا!
نام تمہارا یاد رہے گا

آب وہوا سے شہر کی ساری آئی تھی خلقت جان سے عاری
تو نے لگا کر نل اک باری چشمۂ حیواں[1] کر دیا جاری

جب تک شہر آباد رہے گا!
نام تمہارا یاد رہے گا!

یوں تو ہیں سب احسان مسلّم! سب سے ہے یہ احسان مقدّم![2]
تھے تعلیم میں کم سب سے ہم تم نے مدد کی اپنی پیہم

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمہارا یاد رہے گا

جوبلی کے جو خاص وظیفے پانچ برس کو ہم کو ملے تھے
لطف سے میعاد اُنکی بڑھا کے جیت لئے دل آپ نے ہم سے

جب تک شہر آباد رہے گا
نام تمہارا یاد رہے گا

مدرسہ تھا یہ کشور ہمارا تھا نہ کہیں ٹکنے کا سہارا

---

[1] زندگی یعنی آبِ حیات کا چشمہ ۔ بڑھکر

ماںگے تانگے پر تھا گزارا مِٹ گیا اب خلجان[1] یہ سارا

جب تک شہر آباد رہے گا!

نام تمہارا یاد رہے گا!

آپ کو ہم پر رحم جو آیا! گھر یہ عطا ہم کو فرمایا

حکم مرمت کا بھجوایا ٹوٹے پھوٹے کو بنوایا

جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

درس کے کمرے جتنے ہیں اکثر قدرِ ضرورت سے کچھ بڑھ کر

بورڈروں کے رہنے کو ہیں گھر کھیلنے کو میدان سراسر

جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

شہر میں جا کالج کو عطا کی کیں اصلاحیں آب و ہوا کی

شہر کی جو حاجت تھی روا کی شرطِ حکومت تم نے ادا کی

جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

تم میں ہیں جو موجود فضائل وہ نہیں کچھ محتاجِ دلائل[2]

---

[1] خلش۔ تشویش۔ فکر۔ [2] جمع دلیل۔ ثبوت۔

لوگ سب ان کے دل سے ہیں قائل!! او! سر لائل او! سر لائل

جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمہارا یاد رہے گا

## اشعارِ مدحیہ

بحضور سر ڈینس فٹز پیٹرک لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب۔ انبالہ کے ایک بانیٔ مدرسہ کی طرف سے

قیصرِ ہند کے ہیں سینکڑوں احسان جہاں ‏ اس کا پنجاب پہ ہے سب سے بڑا یہ احساں!

حکمراں آئے ہیں پنجاب میں اب تک جتنے ‏ ایک سے ایک کا ہے پلّہ عدالت میں گراں

جبکہ سر چارلس نے پنجاب کو چھوڑا اُس دم ‏ وقتِ رُخصت تھا ہر اک اُن کو بحسرت نگراں

حال جو ہوتا ہے بچّوں کا بچھڑ کر ماں سے ‏ یہی احوال تھا پنجاب کا بے وہم وگماں

جانشیں اُن کے ہوئے آن کے جب سر لائل ‏ عہدِ سابق کو گئے بھول سب ابنائے ماں[۱]

شُکر سے عہدہ بر آ اُسکے نہیں ہو سکتے ‏ رحم و انصاف ہوا ذات سے جو اُنکی عیاں

اُٹھ گیا سر سے جب اس ملک کے سایہ اُنکا ‏ ہاتھ میں آپ نے لی آ کے حکومت کی عناں

کارفرما تھے جب اضلاع میں پنجاب کے آپ ‏ معدلت آپ کی اس وقت سے مشہور ہے یاں

حیدر آباد میں میسور میں۔ کلکتّہ میں؛ ‏ نیکنامی کے لئے کام رہے آپ جہاں

ہے یہ اب آپ سے اُمید کہ پنجاب میں بھی ‏ مشکلیں آپ سے سب ملک کی ہونگی آساں

بعد سر لائل و سر چارلس کے سر ڈینس بھی

چھوڑ جائیں گے ہر اک دل پہ عقیدت کے نشاں

---

[۱] لوگ

## انگریزی اشعار کا ترجمہ

وُہ دِلرُبا امیدیں جن پر کہ تو ہے شیدا ۔ جب دُور تیرے دِل سے ہو جائینگی سراپا
وُہ عالم جوانی جس پر کہ تو ہے مفتوں ۔ جائیگا ٹوٹ جسدم اُس کا طلسم[1] سارا
جن دوستوں کی خاطر چھوڑا ہی تو نے اُسکو ۔ تھا جو کہ تجھ کو اپنا آرام دِل سمجھتا
چل دینگے جب وہ سارے اُن بلبلوں کی مانند ۔ بعد از بہار جو رُخ کرتیں نہیں چمن کا
جب ہو چکیگا آخر یہ عیش کا زمانہ ۔ کَون آکے دیگا تجھکو اسکے سوا سہارا
بے مہریوں سے تو نے جسکو کیا ہے غمگین ۔ تیری خبر وہی کچھ لے گا تو آکے لے گا

جسطرح وُہ پرندہ جو فصل گل میں جاکر
پھر موسم خزاں میں آکر ہے ہم سے ملتا

## دولت اَور وقت کا مناظرہ

ایک دِن وقت نے دولت سے کہا ۔ سچ بتا تجھ میں ہے فوقیت[2] کیا
تو ہے سرمایۂ عزّت یا مَیں؟ ۔ تو ہے انسان کی دولت یا مَیں؟
ہے زمانہ میں بڑی بات تری ۔ دیکھیں ہم بھی تو کرامات تری
وقت سے ہنس کے یہ دُولت نے کہا ۔ تجھ کو اے وقت نہیں عقل ذرا
ہے عجب جس کو خدائی مانے ۔ اس کی تو خوبیوں میں شک جانے
سبز ہے گلشن دنیا مجھ سے ۔ لیتے ہیں توشۂ عقبیٰ مجھ سے

---

[1] جادو۔ [2] برتری۔ سبقت۔

نام اقبال ہے آنے کا مِرے ‏ ‏ لقب ادبار[1] ہے جانے کا مرے

مجھ سے پاتے ہیں ہنر نشو و نما ‏ ‏ علم بھی ایک طفیلی ہے مرا

لاکھ رکھتا ہو کوئی فضل و کمال ‏ ‏ لاکھ رکھتا ہو کوئی حُسن و جمال

خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں مگر ‏ ‏ میں نہ ہوں تو نہیں کچھ قدرِ بشر

چند روز آگئی ہیں جس کے کام ‏ ‏ زندہ تا حشر رہا اس کا نام

جس سے مجھ کو نہ سروکار رہا ‏ ‏ وُہ سدا خوار و نگوں سار رہا

مُنہ ذرا جس کو لگا لیتی ہوں ‏ ‏ اسکی میں شان بڑھا دیتی ہوں

چاہتے ہیں مجھے سب خورد و کلاں ‏ ‏ پھرتے ہیں دُھن میں مری پیر و جواں

گر نہ ہوں میں تو کوئی کام نہ ہو ‏ ‏ کسی آغاز کا انجام نہ ہو

کوئی حاجت نہ ہو دُنیا کی روا ‏ ‏ درمیاں گر نہ قدم ہو میرا

ہیں رکھائی سے مری سب لرزاں ‏ ‏ میرے اغماض[2] سے ڈرتا ہے جہاں

جس سے دُنیا میں نہ میں راہ کروں ‏ ‏ ہو اگر شیر تو روباہ[3] کروں

الغرض ہے وہ مری شانِ عظیم ‏ ‏ کرتے آئے ہیں جسے سب تسلیم

جز سمجھتے ہیں خوشی کی مجھ کو ‏ ‏ میری عظمت نہیں باور تجھکو

تو بتا فخر ہے تجھ میں وُہ کیا ‏ ‏ جس نے مجھ سے تجھے گمراہ کیا

وقت نے سن کے کہا اے دولت ‏ ‏ شک نہیں اس میں ذرا اے دولت

---

[1] بدبختی [2] بے پروائی [3] لومڑی

ساری تو خوبیوں کی جڑ ہے مگر — اپنی جڑ کی نہیں کچھ تجھ کو خبر

تو جو اپنے پہ ہے نازاں اتنی — اپنی ہستی سے ہے غافل کتنی

کیجیے فرض تجھے گر چشمہ — تو ہوں اس چشمہ کا میں سرچشمہ

میں ہوں یا تو ہے اساس امکان[1] — پہلے دریا ہے کہ مچھلی ناداں

تو جو کھیتی ہے تو رقبہ میں ہوں — تو جو موتی ہے تو دریا میں ہوں

ہے قرابہ[2] ترا گر عطر آگیں — میں ہوں اس عطر کی اللہ زمیں

ہے عبث تجھ کو تفوق[3] کا خیال — تو ہے گر مال تو میں راس المال[4]

جن کے قبضے میں ہوں میری دولت — تجھ پہ رکھتے ہیں وہ دست قدرت

لاکھ بار ان سے اگر بھاگے تو — بڑھ کے جا سکتی نہیں آگے تو

ان کی مٹھی میں ہے تو اے دولت — طائر رشتہ بپا[5] کی صورت

نہ کہ میں جس کا بدل ہے مفقود — جس کا نایاب ہے عالم میں وجود

کھو کے مجھ کو کوئی پاتا نہیں پھر — جا کے میں ہاتھ سے آتا نہیں پھر

ایک پل میری اگر دیجے گنوا — لیجے ہاتھ اس سے ہمیشہ کو اٹھا

تو اگر اپنی لٹا دے ثروت — پل وہ ملتی نہیں پھر اے دولت

ہیں اسی واسطے جو اہل تمیز — میری ایک ایک پل ان کو ہے عزیز

میرے جو لوگ کہ ہیں قدر شناس — ہے مرا جاگتے سوتے انہیں پاس

---

[1] جہان کی بنیاد ۔ [2] مشکا ۔ [3] سبقت ۔ برتری [4] خزانے کی جگہ ۔ [5] گرفتار پرندہ ۔

جانتے ہیں حکما[1] و عرفا[2]     مجھ کو سرمایۂ دین و دُنیا

دل ہیں جن کے مری کچھ قدر نہیں     اُن کی قسمت میں نہ دنیا ہے نہ دین

نہ کوئی کام ہو اُن سے انجام     نہ ارادہ ہو کوئی ان کا تمام

نہ انہیں دین کی دولت ہاتھ آئے     اور نہ دُنیا کبھی ان سے پہنائے

نہ ادا صوم[3] ہوں اُن سے نہ صلوٰۃ[4]     نہ ہو قدرت ہیں حج اُنکی نہ زکوٰۃ[5]

نہ مدد اُن سے کچھ اپنی کی جائے     نہ خبر اُن سے کسی کی لی جائے

گُن تو ہیں مجھ میں بہت اے دولت     ہے مگر تنگ مجالِ فرصت

بس زیادہ نہیں مہلت مجھ کو     بحث کی اب نہیں طاقت مجھکو

اِس میں ہے میرا سراسر نقصان

کہ ہے انمول مری ایک اک آن

## ناقصوں کے دعوے کاملوں کے سامنے فروغ نہیں پاتے

ہے لیاقت جن میں کچھ قدر قابل     اور سمجھتے آپ کو ہیں بے عدیل[6] !

ان کو ایسوں سے نہیں ملنا روا !     جو لیاقت رکھتے ہیں ان سے سوا

اُونٹ اگر سمجھے بڑا اپنے تئیں !     دیکھنا لازم پہاڑ اُس کو نہیں

سر میں ہے جگنو کے یہ سودا اگر     شے نہیں مجھ سے کوئی تابندہ[7] تر !

چاہیئے دن کو نہ نکلے زینہار     ورنہ ہوگا اپنے جی میں شرمسار !

---

[1] حکما۔ جمع حکیم۔ دانا ۔ [2] عرفا۔ جمع عارف۔ اہلِ معرفت ۔ [3] روزہ ۔ [4] نماز ۔ [5] خیرات ۔ [6] بےنظیر ۔ [7] زیادہ چمکنے والا ۔

# قطعاتِ تاریخ اَور تاریخی جُملے مقتبس اَز قُرآن مجید:-

راقم کو فی الواقع مادۂ تاریخ نکالنے کا ڈھب نہیں ہے۔ اَور اگر کبھی ایسی ضرورت پیش آئی ہے۔ تو نہایت دِقّت سے اکثر تخرجہ یا التعمیہ کے ساتھ اَور کبھی حُسنِ اتفاق سے بغیر اس کے بھی تاریخ سرانجام ہوئی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہُوا ہے۔ کہ مادہ تاریخ کسی دوست نے نکال دیا۔ اَور اُس پر صرف مصرعے لگا کر تاریخ کے مالک بن بیٹھے۔ لیکن چونکہ غلطی سے تاریخ گوئی کو جُزوِ شاعری سمجھا گیا ہے۔ اس لئے اکثر طوعاً و کرہاً یاروں کی فرمائش سے اَور کبھی اپنی اُپچ سے بھی تاریخیں لکھنی پڑی ہیں۔

ایک بزرگ کے پاس لوگ اکثر تعویذ گنڈے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک روز فرمانے لگے۔ کہ عبّاسیوں کے عہد میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ لوگ ایک قفل کو بند کر کے اس کے پاس لے گئے کہ اگر فی الواقع تو خدا کا بھیجا ہُوا ہے۔ تو یہ قفل بغیر کنجی کے کھولدے۔ اُس نے کہا۔ بھائی میں نے نبوّت کا دعوے کیا ہے۔ آہنگری کا دعوے نہیں کیا۔ اُن کا مطلب اس نقل سے یہ تھا۔ کہ ہم نے خدا کی طلب میں درویشی اختیار کی تھی۔ یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ عامل اور سیانا بھی بننا پڑے گا۔ یہی حال ہمارے ملک میں ان لوگوں کا ہے۔ جو شاعری میں بدنام ہیں۔ وُہ کسی مصرف کے سمجھے نہیں جاتے۔ اَور درحقیقت میں بھی نہیں۔ البتہ لوگوں

کی غرض کبھی کبھی ان سے اس وقت متعلق ہو جاتی ہے۔ جب کوئی مہتمم بالشان واقعہ ظہور میں آتا ہے۔ مثلاً کسی کے اصطبل کی مرمت ہوئی یا گھوڑا آختہ کیا گیا۔ یا کسی کی مینا مر گئی یا مرغ پالی جیتا۔ یا بلّی نے بچے دیئے۔ ایسے وقت میں شعرا کو مقابلہ کے امتحان کا موقع مل جاتا ہے۔ جو شخص مادۂ تاریخ فی الواقع یا صاحب فرمائش کے نزدیک سب سے اچھا نکال لاتا ہے۔ اس کا فی الجملہ اعتبار بڑھ جاتا ہے۔ راقم چونکہ تاریخ نکالنے میں سدا سے ہیٹا تھا۔ اس لئے ہمیشہ اس امتحان سے کتراتا رہا۔ لیکن بُری بھلی چند تاریخیں جو کبھی کبھی دوستوں یا بزرگوں کی فرمائش یا اپنے دل کی خواہش سے لکھی تھیں۔ اُن میں سے جسقدر سر دست بہم پہنچیں دیوان میں شامل کر دی گئیں۔ تاکہ دیوان کے ضروری اخلاط میں سے ایک خلط کم نہ ہو جائے۔

"حالی"

## تاریخ[1] وفات مرزا غالب مرحوم دہلوی

غالب نے جبکہ روضۂ رضواں کی راہ لی ہر لب پہ آہِ سرد تھی ہر دل میں درد تھا

---

[1] یہ تاریخ غالب مرحوم کی غزل کے ایک مصرعہ سے نکالی گئی ہے۔ ان کی غزل کا مقطع یہ ہے:-
"یہ لاش بے کفن اسدِ خستہ تن کی ہے۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا" اخیر مصرع کے اعداد ۲۷۹۶ ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے لفظ تاریخ کے اعداد ۱۲۱۱ اور لفظ فکر کے یعنی ۳۰۰ کا تخرجہ کیا گیا۔ تو ۱۲۸۵ باقی رہے۔ اور یہی اُن کا سالِ وفات ہے۔ مختصر صورت تاریخ کی یہ ہوئی:- ۲۷۹۶ - (۱۲۱۱ + ۳۰۰) = ۱۲۸۵ ھجری پہلا باغ بہشت۔

اس دن کچھ اہلِ شہر کی افسردگی نہ پوچھ — دُنیا سے دل ہر اپنے پرائے کا سرد تھا
حالی کہ جس کو دعویٰ تمکین و ضبط ہے — دیکھا تو دل پہ ہاتھ تھا اور رنگ زرد تھا
تھا گو وہ اِک سخنورِ ہند وستاں نژاد! — عُرفی و انوری کا مگر ہم نبرد[1] تھا
اس قافلے میں آ کے ملا گو وہ سب کے بعد — اگلوں کے ساتھ ساتھ مگر رہ نورد[2] تھا
ہم اور صبح و شام بہ اندوہِ جاں گزا — دل تھا کہ فکرِ سال میں بے صرفہ گرد تھا
ناگاہ دی یہ غالبِ مرحوم نے صدا — سچ ہے کہ خواجہ رہنمائی میں فرد تھا
تاریخ ہم نکال چکے پر بغیرِ فکر — حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

## تاریخ وفات محمد ابراہیم جوانمرگ طالب علم بی۔ اے کلاس دہلی کالج

محمد براہیم چوں ترکِ جاں گفت — ز نخلِ جوانی ثمر برنخوردہ
بگفتم ز روئے الم سالِ فوتش — بجاں آفریں جانِ شیریں سپردہ

---

## تاریخ وفات سیّد خواجہ ناصر وزیر مرحوم دہلوی!

جب ہوئے ناصر وزیر راہیِ مُلکِ بقا — سب ہوئے اندوہگیں شہر کے برنا و پیر[3]
دل نے کہا ہر جگہ پھبتی ہی چیز ہر اک جُدا — باغ میں نسرین و گل چرخ پہ مہرِ منیر[4]
عیش میں شعر و غزل سوگ میں تاریخ مرگ — غیب سے آئی ندا" خلد میں ناصر وزیر"

## تاریخ طبع جغرافیہ بیمثال مؤلفہ خواجہ سیّد شہاب الدین صاحب دہلوی ۱۲۹۸

وہ جغرافیہ جس کی تھی احتیاج — چھپا۔ مژدہ اے طالبانِ کمال!

---

[1] مقابل و [2] راہ پیما، راہ چلنے والا، [3] جوان و بوڑھے [4] روشن سورج

نئی طرز کا ہے یہ جغرافیہ — عیاں جس سے ربع مسکوں کا حال

بلی طرفہ تر اس کی تاریخ طبع — وُہ خود طرفہ ہے جیسے بے قیل و قال

اگر سالِ ہجری کی ہے جستجو! — تو جغرافیہ خود بتاتا ہے سال ۱۲۹۹

ہو مطلوب تاریخ گر عیسوی — کہو اس کو جغرافیہ بے مثال

## تاریخ بیاپان سیدن بنائے سید مہربان علی مرحوم رئیس گلاؤٹھی در بلند شہر ۱۸۸۲

علی آں سیدِ والا کہ باشد — بنامش مہرباں جزوے ز اجزا

بود با ذاتِ او توام سیادت — چناں کہ نام او مہرست پیدا

چوں ایں کاشانہ را بنیاد بنہاد — بعہدِ حاکم بیدار و دانا

گروس آں فیض گستر کز وجودش — شد ایں معمورہ چوں گلشن سراپا

چنیں گفتمش حالی سالِ تعمیر — مکانِ بے نظیر آباد بادا!

۱۲۹۹ھ

---

## تاریخ اورنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علیخان بہادر فرمانروائے ملکِ دکن!

بسالِ فرخ و ماہِ سعید و روزِ فرخندہ — نظام الملک محبوب علی خاں آصف ثانی

بہ تختِ سلطنت بنشست حالی گفت تاریخش

برائے وے مبارک تاج و اورنگِ جہانبانی

۱۳۰۱ھ

---

۱ آباد چوتھائی۔ مراد دنیا سے ہے۔ ۲ تخت

## تاریخ تالیف قواعد اُردو مولفہ خواجہ شہاب الدین صاحب دہلوی!

قواعد ہے یہ اُردو کی کہ جس کا ! بیاں شافی ہے اور ترتیب محکم

کتابیں اس سے پہلے تھیں بہت سی زیادہ حجم ہیں۔ اور نفع ہیں کم

مگر یہ مختصر ہے اِک رسالہ کہ ہیں جس میں قواعد سب فراہم

وجود اس کا ہے گو سب سے مؤخر پہ خوبی میں ہے اکثر سے مقدّم

جو قیمت پوچھیئے تو ہے بہت سہل نہ دینار اس میں لگتے ہیں نہ درہم

اگر نام اس کا تاریخی ہو مطلوب تو ہے اے طالبو "اکسیر اعظم"
۱۳۰۲ھ

## تاریخ رحلت نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم دہلوی!

دردا کہ ضیاء الدین احمد[1] بربست رخت سفر از جہاں کہ جائے الم است

ازطاق وز ایوان وز بزم و جلسا بگسستہ بہ رحمت الٰہی پیوست
(۹۲۹ ، ۱۱۰)

## تاریخ طبع دیوان منشی اقبال حسین صاحب متخلص بہ عاشق!
(۶۸ ، ۹۴)

جواں مرد آزادہ عاشق کہ نیست در اقرانِ خود کس مراو را قرین

---

[1] یہ تاریخ اِس طرح نکلتی ہے۔ کہ ۹۲۹ میں سے جو کہ ضیاء الدین احمد کے اعداد ہیں۔ ۳۲۱ جو کہ طاق۔ ایوان۔ بزم اور جلسہ کے اعداد کا مجموعہ ہے۔ تخرجہ کرکے باقی یعنی ۶۰۸ کو ۶۹۴ میں جو کہ رحمت الٰہی کے اعداد ہیں۔ ملانے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہیں اور یہی نواب مرحوم کا سال وفات ہے۔ مختصر صورت تاریخ یہ ہے:- ۹۲۹ - (۱۰+۶۸+۹+۲۴۴)= ۶۰۸ + ۶۹۴ = ۱۳۰۲ ھجری

نہ صیاد و ہموارہ از حسنِ خلق | پے صیدِ آزادگاں در کمیں
نہ سحار و پیوستہ ز افسونِ نطق | کشد ز آشیاں باز و شیر از عریں
ہمے بارد از جبہ اش انبساط | اگر مہرباں است و گر خشمگیں
نہ بینیش گہ سرکہ بر ابرواں | نہ یابیش افتادہ چیں بر جبیں
دو سال است کافسونِ مہر و وفاش | ربودہ است صبرم ز جانِ حزیں
وے دیدہ پیوندِ نا آشنا | کہ بودست فارغ ز مہر و کیں
ندانم کہ عاشق چہ افسوں دمید | کہ در باخت خود را بمہرش چنیں
سر رشتہ ہیہات دادم ز دست | سخن ز آسماں بود رفت از زمیں
کنوں رامم از طبع دیوانِ سخن | کہ شد جلوہ فرما بہ نوعے گزیں
دریں روزہا کز صروفِ زماں | سخن شد نہان و سخنور مہیں
عروسِ سخن مے نیرزد بجو | بہ حسن ار بود غیرتِ حورِ عیں
صد آباد بر عاشق و عزمِ او | کہ در دورِ ناسازگاری چنیں
ز معنی بہ بیگانہ و آشنا | فشاند ز دست گنجینہ از آستیں
چو دیوانِ اردوے عاشق کہ ہست | صنم خانۂ طرفہ گفتی ز چیں
بہ پیرایۂ طبع آراستند | شنیدند از ہر کنار آفریں
سخن کش نبود ارزشے در جہاں | ز شادی نہ گنجید در پوستیں
چو حالی ہمی جست تاریخِ طبع | صنم خانۂ عاشق آمد سنیں

١٣٠٧ھ

## تاریخ بنائے چاہ درمحوطہ مدرسۃ العلوم مسلمانان واقع علی گڑھ

بحساب سالِ بعثت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بجُنِ سعی جناب آنریبل سرسیّد احمد خان بہادر!

ہدایت منجئے گر سالِ ہجرت کی مُحرّم سے — تو کہئے سالِ بعثت کا مہ شوال کو مبدا

کلام اللہ اترا آخر ماہِ مبارک میں — ہوا اس واسطے شوال مبدا سال بعثت کا

نکالے یہ مبارک سن جناب سیّد احمد نے — بنایا جس نے دار العلم کا یہ چشمۂ زیبا

ز روئے سالِ بعثت چونکہ تھی تاریخ کی خواہش — کہا ہاتف نے حالی سے کہ "چشمہ فیضِ احمد کا"

۱۳۱۲

## تاریخ طبع ترجمہ تاریخ دربار قیصری بحساب سالِ عیسوی

پنجاب کے ادارۂ تعلیم عام نے — ایک اور کام ملک کے حق میں کیا ہی خوب

دربارِ قیصری کی جو تاریخ تھی چھپی — اب ترجمہ اُسی کا مرتّب ہوا ہے خوب

ہے لفظ دلکشا تو مضامیں ہیں دلنشیں — ہے ترجمہ نفیس تو طرزِ ادا ہے خوب

چھپ کر ہوا تمام تو حالی نے یوں کہا — دربارِ قیصری کا مرقع چھپا ہے خوب

۱۸۸۲ء

---

## تاریخ بنائے مہماں سرا در موضع مون واقع پنجاب بحساب سالِ عیسوی

بحرِ کرم آں وزیر چند کہ باقی ست — نام بزرگان مون زبذل و نوالش

ساختہ منزل گہے چو بہرِ غریباں!

تکیہ گہ گوہر غریب آمدہ سالش

۱۸۷۷ھ

# تاریخی جملے مقتبس از قرآن مجید

## تاریخ وفات غفران مآب نواب محمد مصطفےٰ خاں مرحوم دہلوی رئیس جہانگیر آباد متخلص بہ حسرتی و شیفتہ!

جزاھم بما صبروا جنات و حریرا

اس آیۂ قرآنی میں بما صبروا جنۃ و حریرا ہے۔ چونکہ تاریخ وفات میں ایک عدد کی کمی رہتی تھی۔ اس لئے جنۃ کی جگہ جنات کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ نواب آصف الدولہ کی مشہور تاریخ میں بجائے فروح و ریحان و جنت نعیم کے فروح و ریحان و جنات النعیم کر دیا ہے۔ چونکہ نواب مرحوم نے مرض الموت میں مرض کے شدائد و آلام بے نظیر صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کئے تھے اس لئے اس آیت کا مضمون ان کی وفات کے نہایت مناسب تصور کیا گیا ہے یعنی جناب باری نے بعوض اُن کے صبر کے بہشت اور بہشت کا لباس ان کو عطا کیا۔

## تاریخ وفات نواب محمد نقشبند خاں مرحوم ولد نواب محمد مصطفےٰ خاں مرحوم رئیس جہانگیر آباد

وحلوا اساور من فضۃ

۱۲۹۴ھ

چونکہ عزیز موصوف ایک وجیہہ و شکیل آدمی تھے۔ اور ان کی وفات عنفوان شباب میں واقع ہوئی تھی۔ اس لئے یہ آیت ان کی تاریخ وفات کے لئے نہایت مناسب اور موزوں سمجھی گئی۔ اللہ تعالیٰ اہلِ جنّت کے ذکر میں ارشاد فرماتا ہے کہ "پہنائے گئے ان کو کنگن" بجائے مضارع کے ماضی کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ گویا انکی مغفرت ہو چکی۔ اور اہلِ جنت کے تمام حقوق ان کو مل چکے۔

یہ عجیب حُسنِ اتفاق ہے۔ کہ باپ اور بیٹے دونوں کی تاریخ وفات قرآن مجید سے برآمد ہوئی۔ اور پھر ایک ہی سورت یعنی سورۂ دہر سے نکلی۔ اور دونوں آئتیں اہلِ جنّت ہی کے ذِکر میں واقع ہوئی ہیں۔

## تاریخ بنائے آئینہ خانہ در ریاست گاہ بہاولپور

کانّہٗ صرح ممرد من القواریر

قرآن مجید میں اصل آیت "اِنّہٗ صرح ممرد من قواریر" ہے۔ ۱۲۹۶ھ تاریخ میں لضرورت تکمیل اعداد اور نیز بمقتضائے مقام اِنّہٗ کی جگہ کانّہٗ کر دیا گیا ہے۔ مگر چونکہ اس سے بھی اعداد پورے نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے قواریر میں الف لام بڑھا کر القواریر کر دیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں جب سبا کی شہزادی بلقیس اوّل ہی دفعہ وارد ہوئی۔ تو اس کو شیش محل کے صحن پر جس میں آئینے لگے ہوئے تھے یہ گمان ہُوا۔ کہ گویا پانی بھرا ہوا ہے۔ اس نے فوراً پائینچے چڑھا لئے۔ حضرت سلیمانؑ

نے کہا۔ اِنّهٗ صرح ممرد من قوارِیر۔ یعنی یہ تو ایک محل ہے۔ جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ تاریخ بنا میں اِنّهٗ کی جگہ کانّهٗ کر دینے سے یہ معنی ہو گئے۔ کہ گویا یہ وُہی سلیمانؑ کا شیش محل ہے ؛

یہ تاریخ ایک دوست کی فرمائش سے جو اس وقت بہاولپور میں ملازم تھے بھیجی گئی۔ مگر ایسا سنا گیا تھا۔ کہ پسند نہیں آئی۔ نہ اس لئے کہ اس میں دو جگہ اپنی طرف سے تصرف کیا گیا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ نواب صاحب کا نام اسمیں نہیں تھا۔

## تاریخ ولادت فرزند در حرم سرائے نواب آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عالی

لحاش اللہ ماھذا البشر اِن ھذا الّا ملکٌ کریم

اس آیت سے سنین مطلوبہ یعنی ۱۳۰۸ھ اس طرح نکلتے ہیں۔ کہ آیت کے جملۂ اولی یعنی لحاش اللہ ماھذا البشر کے اعداد ۱۲۵۴ھ۔ ان میں سے ھذا کا تخرجہ اور ملک کریم کا بجائے اس کے تعمیر کرنے سے ۱۳۰۸ حاصل ہو جاتے ہیں۔

تخرجہ و تعمیہ کا اشارہ گویا ھذا الا ملک کریم سے نکلتا ہے۔ کیونکہ اس جملے کا ترجمہ اگر یوں کیا جائے۔ کہ نہیں ہے ھذا اگر ملک کریم تو اس سے یہ مطلب مستفاد ہوگا۔ کہ اوپر کے جملے میں ھذا کی جگہ ملک کریم رکھ دو۔ اور اس طرح ۱۳۰۸ حاصل ہو جائینگے ؛

اصل آیت میں حاش لِللہ ہے۔ بضرورت لام اضافہ کرکے لحاش کر دیا

گیا ہے آیت کا ترجمہ یہ ہے احاش للہ یہ بشر نہیں ہے۔ یہ تو ہو نہ ہو کوئی معزز فرشتہ ہے)
جو عورتیں زلیخا کی فریفتگی پر اس کو ملامت کرتی تھیں۔ جب حضرت یوسف دفعۃً ان کے
سامنے آئے۔ تو اس وقت جو الفاظ ان کے منہ سے نکلے تھے۔ اُن کو قرآن مجید میں
اس طرح نقل کر دیا گیا ہے۔

## تاریخ وفات مہین برادر خواجہ امداد حسین مرحوم متخلص بہ مظہر

سلٰم علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ

۱۳۱۳

یہ تاریخ برادر زادہ راقم حافظ اخلاق حسین سلمہٗ تعالیٰ نے اپنے والد مرحوم
کی وفات سے چند روز بعد عین تلاوت کے وقت قرآن مجید سے اقتباس کی تھی جس
سے بے کم و کاست سالِ وفات برآمد ہوتا ہے۔ چونکہ یہ مادہ ندرت سے خالی نہ تھا
اس لئے بوجہ اتحاد کے اپنی تاریخوں کے ساتھ اس تاریخ کو بھی شامل کر لیا گیا ہے
یہ تاریخ مرحوم کے سنگِ مرقد پر جو کہ دِلّی میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے جوارِ
رحمت میں واقع ہے۔ کندہ ہے۔

## قطعات تاریخ از نتائج طبع جناب خواجہ امداد حسین مرحوم متخلص بہ مظہر

چونکہ برادرِ مرحوم کی بہت تاریخوں میں سے یہ چند قطعے باقی رہ گئے تھے۔ اور
ان کی اشاعت کے لئے کوئی اور موقع نہ تھا۔ اس لئے بطورِ یادگار ان کو بھی اپنے
دیوان میں شامل کر لیا گیا ہے۔

## تاریخ وفات جناب مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی غفراللہ لہ متخلص بہ عالم

آں قلندر علی وحید زماں! | در نجابت زبیری و سندی
خاک پانی پت از سکونت او | در جہاں شد علم بہ مستندی
مُرد و باخویش برد حکمت و علم | ماند خلقے بہ کوئے نابلدی
جز دلِ او کہ بود جملہ صفا | نقد ہر کیسہ جید ست ردی
جز کتابش[1] کہ بد ہمہ حسنات | درج ہر نامہ نیکی ست بُدی!

گفت سالِ وفاتِ او مظہر
رفت عالم[2] بہ جنّتِ ابدی
۱۲۹۳ھ

## تاریخ وفات حافظ سعد اکبر مرحوم بانی مدرسہ اسلامیہ پانی پت

چو سعد اکبر آں یاری گر قوم | کہ مر اہل وطن را بود یاور
سوئے جنّت ز دنیا رخت بربست | ازیں غم تافت دلہا ہمچو آذر
دریغ آں نیک خواہ جملہ احباب | دریغ آں غمگسارِ ہر برادر
دریغ آں درس گاہ اہل اسلام | کہ ماند از مُردنش بے برگ و بے پر

چنیں سالِ وفاتش یافت مظہر
شدہ جنت مقامِ سعدِ اکبر
۱۳۰۰

---

[1] کتاب سے مراد نامۂ اعمال ہے۔ [2] مولوی قلندر علی مرحوم عالمؔ تخلص کرتے تھے۔

## تاریخ اورنگ نشینی حضور نواب آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علی خاں بہادر دام اقبالہٗ فرمانروائے دکن!

شاہِ دکن چوں نہاد حسب مرادِ عباد
افسر دولت بہ فرقِ پائے براورنگ داد

سالِ جلوسش خرد گفت کہ بے سر شدہ
فتنہ و فسق و فجور شر و فریب و فساد
۱۳۰۰

### ایضاً

عیاں شد چو عید جلوسِ نظام
بسے خوشتر از عید وصلِ حبیب

خرد فرق اعدا تراشیدہ گفت
کہ "نصرٌ مِن اللّٰہِ وَفتحٌ قریب"

## تاریخ ولادت فرزند ارجمند در کاشانہ اقبال نظام دام اقبالہٗ

شد چو خورشیدِ شرف طالع بمشکوئے نظام
قدسیاں گفتند شمعِ ملک و دولت آمدہ

مظہر اندر فکرِ تاریخ ولادت رفتہ بود
عقل گفت ایں لعل از کانِ شرافت آمدہ
۱۳۰۱

## تاریخ مدار المہامی نواب میر لائق علیخاں مرحوم در سرکار عالی

دوش کردم ز عقل چند سوال!
کوست حلّالِ مشکلاتِ عقد

گفتمش کے بود کہ شاہِ دکن
بنشیند بہ مسندِ اب وجد

گفت جشن جلوسِ فرخ او
در ہزار ست وسی صد ست و احد

گفتمش پس کہ باشدش دیواں؟
قرعہ بر لائق علیخاں زد

گفتمش سنگہا دریں راہ است
گفت زود ا کہ حق بہ خواجہ رسد

گفتمش خواجہ کے شود دیوان؟
گفت "حق میرسد بہ مرکزِ خود"

۱۳۰۱ھ

---

## تاریخ بنا و مرمت مسجد مولانا حاجی ابراہیم حسین صاحب انصاری اثنا عشری پانی پتی دام ظلہم العالے

جعفری مذہبے بنا فرمود ── بیت حق راکہ اعظم ست قدیم
خبرش داد ملہم صادق ── کرد تعمیر کعبہ ابراہیم

۱۴۰۰ھ

---

---

لہ ۔ بانی مسجد یعنی مولانا ابراہیم حسین صاحب کے والد کا نام اعظم علیؓ ۔ اور اُن کے چچا کا نام جعفر علیؓ اور دادا کا نام صادق علیؒ ۔ یہ تینوں نام اور خود بانی کا نام قطعہ تاریخ میں نہایت خوبی سے آیا ہے ۔

دُرْ مَعَ الدَّھرِ کَیْفَ دَارَ
(جس رُخ زمانہ پھرے، اسی رُخ پھر جاؤ)

# شعر و شاعری

یعنی

## خلاصہ

# مقدمہ شعر و شاعری

## تمہید

ہزار رنگ دریں کارخانہ درکار است
بگیر نکتہ نظیری ہمہ نکو بستند

خداوند تعالیٰ نے کارخانۂ دُنیا کی رونق اور اِنتظام کے لئے اِنسان کے مختلف گروہوں میں مختلف قابلیتیں پیدا کی ہیں۔ تاکہ سب گروہ اپنے اپنے مذاق اور استعداد کے موافق جُدا جُدا کاموں میں مصروف رہیں۔ اِن میں سے بعض کام اَیسے ہیں۔ جو بظاہر چنداں مفید معلوم نہیں ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کام بظاہر مُفید نظر نہیں آتے کِسی اہم تریں کام سے کم مُفید یا حقیر نہیں۔ بعینہٖ یہی حال شاعری کا ہے +

## شِعر کی مدح و ذم

بظاہر شاعری کا شغل بیکار معلوم ہوتا ہے۔ خود شعراء نے بھی اِس کی مذمت میں شِعر لکھے ہیں۔ افلاطون نے بھی اس پیشہ کی ضرورت تسلیم نہیں کی۔ زمانہ حال میں بعضوں نے شِعر کو میجک لینٹرن (magic Lantern) سے تشبیہ دی ہے۔ جیسے وُہ تاریک جگہ میں زیادہ جلوے دکھاتی ہے۔ اِسی طرح جہل و تاریکی کے زمانہ میں شِعر بھی زیادہ رَونق پاتا ہے ❊

## ملکۂ شاعری بیکار نہیں

چونکہ بعض شاعروں نے اِس ملکہ کا درست اِستعمال نہیں کیا۔ اِس لئے اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ملکۂ شاعری بذاتِ خود بیکار ہے۔

شاعری کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اس کی استعداد خداداد ہوتی ہے۔ جو شخص اس عطیہ کو مقتضائے فطرت کے موافق کام میں لائیگا۔ ممکن نہیں کہ اس سے سوسائیٹی کو کچھ نفع نہ پہنچے ؎

## شعر کی تاثیر

شعر کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ شاعر جن احساسات کے زیر اثر شعر لکھتا ہے۔ اس کا اثر پڑھنے یا سُننے والے کے دِل پر لازمی ہوتا ہے۔ جس طرح ناٹک نے قوموں کو لیے انتہا اخلاقی اور تمدّنی فایدے پُہنچائے ہیں۔ یا جس طرح شائستہ قوموں نے باجے کے مناسب استعمال سے نہایت گراں بہا فائدے اٹھائے ہیں۔ حالانکہ یہ دونو چیزیں (ناٹک اور باجا) ہمارے ہاں محض لہو و لہب کے سامان سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح شعر سے بھی بڑے بڑے کام لئے گئے ہیں ؎

یورپ میں تاثیرِ شعر کی مثالیں:۔

(۱) سوسن (مقنن شاعر) نے اپنے اشعار ہی کے طفیل جزیرہ سیلمس فتح کرایا ؎

(۲) اہل ویلز نے ان اشعار ہی کے صدقے ایڈورڈ کی افواج کے دانت کھٹے کیے ؎

(۳) بائرن کی نظم چائلڈ ہیرلڈز پلگرمج نے یورپ میں انقلاب پیدا

کر دیا۔ اور ٹرکی کو یونان کے آزاد کرنے پر مجبور کیا ؛

(۴) چارلس ولیم بادشاہِ فرانس کے قانون آزادی کے خلاف کارروائی شروع کرنے پر دو قصیدوں کی بدولت لوگوں کو بادشاہ سے بغاوت اور آزادی کی حمایت پر اُکسایا گیا ؛

## ایشیا میں تاثیرِ شعر کی مثالیں :۔

(۱) اعشیٰ (عرب کے نابینا اور پاکباز و صداقت شعار شاعر) کے قصائد کے صدقے ایک بُڑھیا نے اپنی لڑکیوں کے لئے امراء میں سے خاوند حاصل کئے ؛

(۲) کبشہ نے اپنے ملامت آمیز اشعار سے اپنے بھائی عمرو کو انتقام لینے پر آمادہ کیا ؛

(۳) جس قصیدہ کا مطلع یہ شعر ہے :۔

بُوئے جوئے مولیاں آید ہمے

یادِ یارِ مہرباں آید ہمے

اس کے باعث رودکی (شاعرِ وطن پرست ایران) نے اپنے ممدوح امیر نصر بن احمدؒ کو وطن کی واپسی پر مجبور کر دیا۔ حالانکہ امیر مذکور اپنے وطن اور وہاں کی واپسی کے خیال تک کو فراموش کر چکا تھا یہی نہیں بلکہ اس کے دل پر یہاں تک ان اشعار کا اثر ہوا۔ کہ وُہ بغیر موزے پہنے گھوڑے پر سوار

ہوگیا۔ اور دس کوس پر جا کر پہلی منزل کی ٭

(۴) ایک دفعہ عمر خیام کی یہ رُباعی ایک طوائف (نور بائی) نے غالباً میراں سیّد بھیک کے سامنے پڑھی:-

شیخے بہ زنے فاحشہ گفتا مستی || کز خیر گسستی و بہ شر پیوستی
زن گفت چنانکہ می نمایم ہستم || تو نیز چنانکہ می نمائی ہستی

شیخ مرغِ بسمل کیطرح زمین پر لوٹنے لگے۔ اور بہت دیر میں حواس بجا ہوئے۔

**شاعری ناشائستگی کے زمانہ میں ترقی پاتی ہے۔ اور شائستگی کے زمانہ میں قائم رہ سکتی ہے**

شعر اگر اصلیت سے متجاوز نہ ہو۔ اور محض بے بنیاد باتوں پر مبنی نہ ہو۔ تو تاثیر اور دلنشینی اس کی نیچر میں داخل ہوتی ہے۔ سویلیزیشن کا اثر شعر پر بُرا ہوتا ہے۔ میکالے (بینڈرن) کی جو مثال ہم اُوپر دے آئے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ شاعری ناشائستگی اور جہل کے زمانہ میں زیادہ روشن ہوتی ہے۔ لیکن زبان کی ترقی اور شائستگی کے ساتھ ساتھ اظہار خیالات کے نئے نئے اسالیب وضع ہوتے ہیں۔ اور اُن سے تخیل کو تقویت پہنچتی ہے۔ اور اس کے عِلاوہ جب

تک عشق انسان کے دل پر مسلط ہے۔ اور دیگر انواع کے احساسات کا اثر قلب انسانی پر ہوتا ہے۔ شعر کی قائمی اور زندگی میں کوئی شُبہ نہیں کیا جاسکتا ۔

## شاعری کا تعلق اخلاق کیساتھ

شعر اگرچہ براہِ راست علم اخلاق کی طرح تلقین اور تربیت نہیں کرتا لیکن اس کو علم اخلاق کا نائب مناب اور قائم مقام کہہ سکتے ہیں ۔

## شعر کی عظمت

ایک یورپین محقق کا قول ہے۔ کہ دنیوی مشاغل جن قوتوں کو بے کار کر دیتے ہیں۔ شعرا اُنہیں ازسرِنو بیدار کرتے ہیں ۔

## شاعری سوسائٹی کی تابع ہے

اِس امر میں ذرا بھی شک نہیں کہ وُہ شاعری جو روساء اور امراء کی دولت پھولتی پھلتی ہو۔ یا جس کا انحصار عوام کی پسندیدگی یا غیر پسندیدگی پر ہو۔ وُہ شعرا کو آزاد خیالی سے صرف باز ہی نہیں رکھتی بلکہ اسکا رُخ اپنی حسب منشا پھیر لیتی ہے۔ اِس لئے یہ بالکل سچ ہے۔ کہ شاعری سوسائیٹی کے حسب دلخواہ ترقی کرتی ہے۔ اور اس کے تابع ہے۔ اِس ضمن میں شفائی اور عبید زاکانی کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں ۔

## مسلمان شعراء اور عرب میں ان کی قدر اور اس کا سبب

ایک مغربی مؤرّخ نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ صرف عرب کے شاعر ہی زمانے بھر کے شعراء کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہیں۔ اور اگر اس تعداد میں فارس اور ہندوستان کے شعراء کا بھی شمار کر لیا جائے۔ تو تعداد کہیں زیادہ ہو جائے گی۔ اِس کے دو سبب ہیں:۔

(۱) عرب قصیدہ گوئی کے لئے مشہور ہے۔ اور قصیدہ کا لازمی معاوضہ زر یا صِلہ وغیرہ ہے۔

(۲) جا و بے جا تحسین، شاعروں کو اس امر کی طرف زیادہ ترغیب دیتی ہے۔

لیکن اسمیں بھی شک نہیں۔ کہ جس قدر شعراء کی قدر و منزلت عرب نے کی۔ وہ آج تک کسی دیگر قوم نے نہیں کی۔ تاریخ اِن کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

## بُری شاعری سے سوسائٹی کو نقصان

اگرچہ ابتدا میں سوسائٹی ہی شاعری کا مذاق بگاڑتی ہے۔ لیکن آخر کار یہی شاعری:۔

(۱) مبالغہ اور غلو پرستی کے سامان پیدا کر دیتی ہے۔

(۲) دُور از حقائق افسانے اختراع کرتی ہے ॰

(۳) علوم و فنون سے دِل اُچاٹ کر دیتی ہے ॰

(۴) ہزل گوئی کی طرف متوجہ کرکے تمام نوع کے اخلاق ذمیمہ کی بنیاد ڈال دیتی ہے ॰

## بُری شاعری کا اثر زبان پر

اِسی سِلسلہ میں :-

(۵) سوسائٹی کی قوتِ تحریر و تقریر بگڑ جاتی ہے ॰

(۶) مبالغہ اور ہزل گوئی زبان کی جان بن جاتے ہیں ॰

(۷) زبان غیر مہذب بن جاتی ہے ॰

(۸) صاحبِ لُغت کو اپنے کام کی تدوین میں بہُت کاوش کرنی پڑتی ہے ॰

## شاعری کی اصلاح

شاعری کی اصلاح کے واسطے دو مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں :-

(۱) غیر مسلوک طریق پر چلنا ॰

(۲) لوگوں کی بے جا نکتہ چینی کے مقابلہ کے واسطے تیار ہونا ॰

## اُردُو شاعری کی اصلاح کیونکر ہوسکتی ہے

(۱) پبلک کے سامنے علم شعر کے عمدہ نمونے پیش کرنا ॰

(۲) حقیقتِ شعر و شاعری کا صحیح معیار و بیان پبلک کے سامنے پیش کرنا ÷

## اُردُو شاعر کیلئے فی زمانہ کی شرائط

(۱) موزونی طبع ÷
(۲) استعاروں اور تشبیہوں کا ذخیرہ ÷

اگرچہ یہ دو شرائط شعر کے لئے لازمی ہیں۔ لیکن فی الحقیقت شعر کا پایہ اِس سے کہیں بلند ہے ÷

## ضرورتِ وزن

شعر کے لئے وزن ایسے ہے۔ جیسے راگ کے لئے بول۔ جس طرح راگ بذاتِ خود الفاظ کا محتاج نہیں۔ اِسی طرح نفسِ شعر بھی وزن کا محتاج نہیں۔

جس طرح انگریزی شاعری میں پوئیٹری کے لئے وزن کی ضرورت نہیں۔ اِسی طرح اُردُو شعر میں بھی اِس کی ضرورت نہیں۔ اور جس طرح ورس میں وزن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح نظم میں بھی اِس کی ضرورت معتبر ہونی چاہیئے ÷

## قافیہ شعر کیلئے ضروری ہے یا نہ

قافیہ بھی نظم ہی کے لئے ضروری ہے۔ نہ کہ شعر کے لئے۔ یورپ میں بھی آج کل بلینک ورس کا رواج ہے۔ قافیہ اگرچہ

شعر کا حُسن دو بالا کر دیتا ہے۔ مگر ردیف کی آمیزش سے تعمیر کا سارا حُسن زائل ہو جاتا ہے۔ اور اِسے بہت مشکل بنا دیتا ہے۔

## شِعر کی ماہیت

اگرچہ شِعر کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن اس کی کوئی تعریف جامع اور مانع نہیں۔ لارڈ میکالے کے قول کے مطابق شاعری ایک قِسم کی نقالی ہے۔ جو اکثر اعتبارات سے مصوّری۔ بُت تراشی اور ناٹک سے مشابہ ہے۔ شاعر کے پاس چونکہ محض اِلفاظ ہی الفاظ ہوتے ہیں۔ اِس لئے اس کی بنائی ہوئی نقل اس قدر کامل نہیں ہوتی۔ لیکن اِس میں بھی شک نہیں کہ الفاظ کے صدقے شاعر بسا اوقات ایسے نقوش پیدا کر سکتا ہے جو ایک مصوّر اور بُت تراش کے لئے قریب قریب ناممکن ہیں۔

ایک اور محقق کا قول ہے۔ کہ شِعر وُہ ہے۔ جِس کے سُننے سے دِل متاثر یا خوش ہو۔ لیکن یہ امر نثر کے متعلق بھی اسی قدر صحیح ہو سکتا ہے۔

## شاعری کیلئے شرائط

(۱) تخیل یا Imagination

(۲) مطالعۂ کائنات۔

(۳) تفحّص الفاظ کی قابلیّت۔

ا۔ تخیّل۔ یہ وُہ ملکہ ہے۔ جو شاعر اور غیر شاعر میں تمیز کرا سکتا ہے

بلکہ اسی کی بلندی اور پستی سے شاعر کا درجہ گھٹتا یا بڑھتا ہے۔
یہ ایک ایسی قوّت ہے۔ جو معلومات کے ذخیرے اور مشاہدے کو ایسی
ترتیب بخشتی ہے کہ غیر شاعر کا دماغ وہاں تک رسا نہیں ہو سکتا ۔
۲۔ کائنات کا مطالعہ۔ شاعری کے لئے اِس شرط کا پُورا کرنا
بھی نہایت ضروری ہے۔ جو امور مشاہدے میں آئیں ان کو مناسب
اور موزوں ترتیب دینا۔ اور اُن کی متحد اور ممیز خصوصیات کا استعمال
کرنا شاعر کے واسطے ازبس ضروری ہے۔

سر والٹر سکاٹ کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وُہ اصلیت سے تجاوز
نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کی نظم کے مطالعہ سے آنکھوں کے سامنے
وہی نقشہ پھر جاتا تھا۔ جو خود شاعر کے اپنے مدِ نظر ہوتا تھا ۔

۳۔ تفحّص الفاظ۔ جس طرح بیان کے واسطے زبان کا ہونا لازمی
ہے۔ اسی طرح شعر کے واسطے موزوں اور مناسب الفاظ کا ہونا
لازمی ہے۔ مختلف الفاظ کے متعلق معلومات کا وسیع ہونا شاعر کو
بہت امداد دیتا ہے۔ اور شاعر اپنے مافی الضمیر کو زیادہ واضح الفاظ
میں پیش کر سکتا ہے۔ یہ دونوں صفات اکتسابی ہیں ۔

## آمد اور آورد میں فرق

جب شاعر کوئی شعر بے ساختہ کہے۔ تو
وُہ "آمد" ہوتی ہے۔ اور جب مکمل غور

و فکر کے بعد کوئی خیال مُرتب کرے۔ تو وُہ "آورد" کہلاتی ہے۔ بعض نادر حالات کے سِوا، غور و فکر سے مرتب کئے ہوئے اِشعار زیادہ پسندیدہ ہوتے ہیں +

## اِنشا پردازی کا مدار زیادہ تر الفاظ پر ہے۔ نہ معانی پر

ابن خلدوں کہتے ہیں۔ کہ انشا پردازی کا ہنر نظم میں یا نثر میں محض الفاظ میں ہے۔ معانی میں ہرگز نہیں۔ معانی صِرف اِلفاظ کے تابع ہیں۔ اور اصل الفاظ ہیں۔ لیکن معانی سے بالکل قطع نظر کرنا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ معانی اِتنے ہی اہم ہیں جِتنے الفاظ +

## شِعر میں کس قسم کی باتیں بیان کرنی چاہئیں

قوّتِ اِنتخاب۔ یعنی مضامین یا مواد میں سے صِرف چند چیدہ چیدہ امور کا ذکر کرنا شاعر کی قابلیت پر دال ہے۔ قدرت کے مطالعہ اور حالات کی تفصیل اور اس کا بے پایاں بیان اس کی قابلیتوں کے اظہار کے منافی ہے۔ انتخاب ہی شاعر کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ اور اِس کے لئے قوتِ ممیّزہ کو قوّتِ تخیّل کے ماتحت کام میں لانا ضروری ہے +

## شِعر کی خوبیاں

(۱) سادگی۔ زبان و طرز ادا کا سلیس ہونا۔ اور

نحاور اور روزمرہ کی بولچال کے قریب ہونا۔ اور خیالات کا پیچیدہ اور ناہموار نہ ہونا ؛

(۲) جوشِ مضمون بے ساختہ اور مؤثر پیرائے میں ادا کرنا۔ اور سامعین کو جذب کر لینا ؛

(۳) اصلیت۔ ہر شعر کا مضمون حقیقت نفس الامری پر مبنی ہونا چاہیئے۔ یعنی کسی مضمون کے متعلق شاعر محض اپنے عندیہ کے مطابق ہی نہیں۔ بلکہ عام خیال کے متعلق نظریہ پیش کرے ؛

## رفتار زمانہ کیمطابق اردو شاعری میں ترقی کیونکر ہو سکتی ہے

(۱) اس کے لئے تین چیزیں لازم ہیں۔ سبق اِستعداد ضروری ہے۔ اس میدان میں محض وُہ آدمی ہی قدم رکھیں۔ جن کو قدرت نے شاعری کا ملکہ ودیعت کیا ہو۔ صنّاعی صناعی ہے۔ اور قدرتی کمال چیزے دیگر است ؛

(۲) مطالعہ قدرت بہت حد تک ضروری اکتساب ہے ؛

(۳) کثرت سے اساتذہ کا کلام دیکھنا اور اُن کے برگزیدہ کلام کا اتباع کرنا۔ نیز شعر کا صحیح مذاق رکھنے والے اصحاب کی صحبت سے مستفید ہونا ؛

(۴) جھوٹ اور مبالغہ سے بچنا۔ یعنی مبالغہ کا استعمال بقدر ضرورت ہو۔ اور حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔ یاد رہے۔ کہ نیچرل شاعری سے وُہ شاعری مراد ہے۔ جو لفظاً اور معناً دونوں حیثیتوں سے نیچرل ہو۔ اور الفاظ سادہ اور عام فہم ہوں۔ خیالات مفید۔ فصیح اور خلافِ قدرت و فطرت نہ ہوں ؀

(۵) زبان کو درستی کے ساتھ اِستعمال کرنا چاہیئے۔ خیالات کے اِستعمال کا بہترین آلہ بہترین الفاظ ہیں۔ اور اُن کا طرزِ اِستعمال اور بھی توّجہ طلب ہے۔ اپنی یعنی مادری زبان کو فطری طریقہ پر برتنا مناسب ہوگا۔ اور گرامر اور فصاحت کی قیود اور زبان کا استعمال کلام کو اَور بھی تقویت دیتا ہے ؀

**ہدایات**

(۱) کسی جامع لغات کا مطالعہ ؀

(۲) اہلِ زبان کے کلام کو دیکھتے رہنا ؀

(۳) اُن کے اسالیب بیان کو ملحوظ خاطر رکھنا ؀

(۴) الفاظ کا صحیح تلفّظ اور اِستعمال کرنا ؀

شاعری کے لئے بے حد فائدہ مند ہیں۔

**فکرِ شعر کا وقت**:۔ مختلف الطبائع شعرا فکرِ شعر کے واسطے صُبح یا شام یا سونے کے وقت کا اِطلاق کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے

نزدیک جس وقت شاعر کے دِل میں مضمون جوش مارے بہترین وقت ہے۔ کسی مجبوری۔ دباؤ یا لالچ کے زیر اثر کبھی اچھے شِعر نہیں لکھے جاتے ؟

غزل
غزل کے معنی عورتوں سے مخاطب ہونے اور عشق بازی کرنے کے ہیں۔ اس کا رواج پہلے پہل ایران میں جاری ہؤا۔ اب کوئی ڈیڑھ سو سال سے ہندوستان میں بھی ہے۔ اِس کے ہر شِعر کا مضمون جُدا جُدا ہوتا ہے۔ اصل میں یہ صنفِ سخن محض عِشقیہ خیالات کے اظہار کے لئے وضع ہوئی تھی۔ مگر زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ۔ تصوّف ۔ اخلاق اور مواعظ وغیرہ بھی اس کے تحت میں آگئے ہیں ؟

اس صنفِ سخن کے بے بیجا اِستعمال نے حقیقت میں اِسکی تمام خوبیوں کو تقریباً زائل کر دیا ہے۔ مگر اِس میں کلام نہیں کہ یہ نوع کلام بہت کارآمد ہے۔ چونکہ شعرا کو لمبی لمبی نظمیں لِکھنے کا وقت نہیں مِلتا۔ اِس واسطے اِس صنف کی مزید پرداخت لازمی ہے۔ مگر ہمارے شاعر جو بالطبع رنگیں اور مصنوعی دلفریبی کے دِلدادہ اور عادی ہو چکے ہیں۔ اِس میں کِسی قِسم کی ترمیم کے روادار نظر نہیں آتے۔ اگرچہ غزل کی اصلاح تمام اصنافِ سخن میں سب

سے اہم اور ضروری ہے ÷

اِس میں شک نہیں کہ عشق کی چاشنی غزل کے واسطے لازمی ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ہم عشق کو شاہد بازی کے مترادف تصوّر کرنے لگ جائیں۔ اور ایک خوبی کو صریحاً بدی میں مبتدل کر دیں ÷

ہندوستان میں بھی ایران کی طرح شاعر کا مطلوب مرد قرار پایا ہے۔ اِس قبیح رسم سے قوم کے دامن کو پاک کرنا ضروری ہے ÷ ہاں اگر مردانہ یا زنانہ خصائص کا ذکر کلام میں نہ ہو۔ تو افعال وصفات کا مذکر لانا قاعدے کے موافق ہوگا ÷

جیسا کہ تمام زبانوں کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی حکم مطلق اِنسان کے واسطے لگایا جاتا ہے۔ تو مرد اور عورت کی تخصیص نہیں رہتی۔ اور اگرچہ بنی نوع اِنسان میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ مگر اس کا خطاب یا موضوع محض مرد ہی قرار دیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے شاعر اس روش کو اور بھی قبیح تر بنا دیتے ہیں۔ سبزۂ خط کے ساتھ آرسی وغیرہ کا ذِکر معشوق کو نہ مرد نہ عورت رہنے دیتا ہے۔ بلکہ ایک ہیجڑا بنا دیتا ہے ÷

دِلی جذبات جو وقتاً فوقتاً ہمارے دِل میں اُٹھتے رہتے ہیں۔

ان کے اظہار کا بہترین ذریعہ بھی غزل ہے لیکن قدمائے کے خیالات کا بار بار اعادہ کرنا ایک بے معنی سی حرکت ہے۔ چبائے ہوئے نوالہ کو چبانا ایک بے لُطف شُغل ہے ؎

اِس کے برعکس اگر ہمارے شاعر عِشقیہ مضامین کو ترک کر کے اخلاقی مضامین پر اپنی تمام تر توجہ مبذول کریں۔ تو یہ خزانہ صدیوں میں بھی ختم ہونے کا نہیں ؎

اس مثل کی صداقت میں تو کلام نہیں۔ کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ لیکن اس کے معنی اندھادھند تقلید نہیں۔ بلکہ اِس کے برعکس ہمیں چاہیئے۔ کہ سنسکرت۔ انگریزی اور دیگر زبانوں سے اِستفادہ کریں۔ اور اپنی شاعری کو زیادہ دولت مند بنا دیں ؎

اظہارِ خیال کے واسطے غزل کی زبان بھی پُرانی اور فرسودہ ہو چلی ہے۔ وُہ پُرانی زبان۔ قاعدے۔ تراکیب جو حضرت آدم کیوقت میں رائج ہوئے تھے۔ آج بھی نظر آتے ہیں ؎

## ہدایات

(۱) غزل کو عِشقیہ مضامین تک ہی محدود نہ رکھنا چاہیئے بلکہ ہر قسم کے جذبات کے اظہار کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔

(۲) غزل کی زبان کو وسعت دینی چاہیئے ؎

(۳) زبان کا رُجحان سادگی کی طرف ہونا چاہیئے ؎

(۴) ترقی علوم سے قدماء کے خیالات اگر غلط ثابت ہوں۔ تو اُنہیں ترک کر دینا چاہیئے ؎

(۵) اظہار خیال کے لئے نئے نئے اسالیب وضع کرنے چاہئیں ؎

(۶) استعارات میں مجازی معنی بعید از فہم نہ ہوں۔ ورنہ شعر ایک معمّہ بن جائے گا ؎

## مُحاورہ اَور روزمرہ

(۱) مُحاورہ (لُغوی معنی) بات چیت مگر اصطلاح میں اہلِ زبان کے روزمرّہ یا اسلوب بیان یا بول چال کو محاورہ کہا گیا ہے ؎

اِس کا اطلاق دو تین الفاظ پر ہوتا ہے ؎

محاورے کو شعر میں ایسا سمجھنا چاہیئے۔ جیسے کوئی خوبصورت عُضوِ بدن اِنسان میں ہو۔ اور روزمرّہ کو ایسا جاننا چاہیئے۔ جیسے تناسب اعضا کے بغیر کسی خاص عضوِ اِنسان کی خوبصورتی سے اِنسانی حُسن مکمّل نہیں گنا جا سکتا۔ اِسی طرح بغیر روزمرّہ کی پابندی کے محض محاورات کے جا و بے جا اِستعمال سے شعر میں کچھ لُطف اور خوبی پیدا نہیں ہو سکتی ؎

شِعر کی معنوی خوبی کا اندازہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ مگر لفظی خوبی کا اندازہ محض اہلِ زبان ہی کر سکتے ہیں۔ اور اہلِ زبان کی پسندیدگی کا معیار عام طور پر روزمرّہ کے اِستعمال پر ہوتا ہے ؎

## صنّائع وبدائع

اِس میں شک نہیں۔ کہ صنائع و بدائع کی بنیاد تصنّع پر ہے۔ اور تصنّع کے باعث شِعر کی تاثیر بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ اِس واسطے صنائع کی پابندی سے ہمیں حتےٰ الامکان احتراز کرنا چاہیئے ؛

شِعر کی اصلی خوبی یہ ہے۔ کہ نیچرل ہو اَور مؤثر ہو۔ لفظاً اور معناً سانچے میں ڈھلا ہو۔ صنعتِ الفاظ عام طور پر متقدمین کی نسبت متاخرین کے کلام میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ایک تو خیال فرسودہ ہوتا ہے۔ اِس پر اگر زبان بھی آبدار نہ ہو۔ تو کلام چمک نہیں سکتا ؛

قافیہ اور ردیف کی پابندی نے غزل کو اَور بھی بے جا اَور غیر معنی چیز بنا دیا ہے۔ ضرورت کے خلاف ہم اپنی پابندیوں کو ایزاد کر رہے ہیں۔ اِس واسطے کلام میں ردیف اور قافیہ کو بصد احتیاط انتخاب کرنا چاہیئے ؛

## قصیدہ

قصیدہ کا مضمون مدح و ذم ہوتا ہے۔ اِس کی بنیاد محض تقلیدی مضامین پر ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ اور شاعر کے جوش اور ولولہ پر اس کی بنیاد ہو۔ تو یہ ایک اہم صنفِ کلام ہے۔ لیکن اِس کے لئے لازم ہے۔ کہ شاعر

نیکیوں کو چمکائے ۔ اور برائیوں کے نتائج روشنی میں لائے ؛
قصیدہ میں زندہ لوگوں کی تعریف ہوتی ہے۔ اور مرثیہ میں
مُردہ شخصوں کی مرثیہ میں تاسّف اور افسوس بھی شامل ہوتا ہے ؛
عرب میں قصیدہ کی بنا اصلیّت پر تھی۔ مگر ہمارے ہاں ممدوح
کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے مِلا دیئے جاتے ہیں ؛

**میر انیس**

میر انیسؔ نے ہمارے شعراء کو ایک نئی صنفِ سخن
یعنی مرثیہ سے روشناس کرایا۔ اور اِس کے لئے
بے شمار دشواریوں کا سامنا کیا۔ اِس کا کلام اگرچہ اغراق اور مبالغے
سے خالی نہیں۔ مگر اہلِ زبان بھی اس کے کلام کو سُن کر وَجد میں
آجاتے ہیں۔ مرثیہ میں بالعموم لمبی لمبی تمہیدیں اور فخر و مباہات
اور تلوار گھوڑے وغیرہ کی تعریف میں اِس قدر لمبی لمبی تقریریں سپرد
قلم کرنا مرثیہ کے خلاف شان ہیں۔ جہاں تک ہو سکے شاعری کا
سارا کمال زبان کی صفائی اور مضمون کی سادگی و بے تکلّفی اور کلام
کو مؤثر بنا دینے میں صرف کر دینا چاہیئے ؛
نکتہ ۔ اِن امور میں مغرب کی تقلید زیادہ موزوں
ہو گی ۔ ہمیں چاہیئے ۔ کہ اپنے قصائد کی بُنیاد مغربی اصولوں
پر رکھیں ؛

**مثنوی**

یہ سچ ہے۔ کہ تمام اصنافِ سخن میں مثنوی سب سے زیادہ کارآمد اور مفید صنفِ سخن ہے۔ غزل۔ قصیدہ۔ وغیرہ میں قافیہ کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے اِس میں مسلسل مضامین کی گنجائش نہیں ہوتی۔ مروجہ اصنافِ سخن میں کوئی بھی صنف سخن مسلسل مضامین کے اظہار کے واسطے زیادہ موزوں نہیں ۔

عرب میں مثنوی کا رواج نہ ہونے کے باعث تصوّف پر ایک بھی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور اس کے برعکس مثنوی نے ایرانی شاعری کو مالا مال کر دیا ہے۔ اِس لئے شاہ نامے کو قرانِ عجم قرار دیا گیا ہے ۔

اُردُو میں چند چھوٹی چھوٹی عشقیہ مثنویاں مِلتی ہیں۔ مگر کسی مُسلّم الثبُوت شاعر نے اِس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا ۔

**ہدایات**

(۱) مثنوی کے لکھنے میں سر رشتہ کلام کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے ۔

(۲) بنیادِ قصہ ناممکن اور فوق العادہ مضامین پر نہیں رکھنی چاہیئے ۔

(۳) افراطِ مبالغہ سے اِحتراز کرنا ضروری ہے ۔

(۴) ضرورتِ حال کے مطابق قِصہ کو حسن بیان کے واسطے طول دینا

چونکہ قصّہ کا موضوع تاریخ کی تحقیق سے بالا ہے۔ اِس لئے اِس کو
حسبِ ضرورت موڑا توڑا اور طویل کیا جا سکتا ہے ؂

(۵) امکان شخص یا چیز کے بیان میں شاعر کا بیان، فی الواقع
بیان سے متجاوز نہ ہو ؂

(۶) ایک بیان قِصّے کے دوسرے بیان کی تکذیب نہ کرے ؂

(۷) تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف اظہار نہ کرنا چاہیئے ؂

(۸) جو امور اخلاقی نقطہ نگاہ سے صاف صاف بیان نہیں
کئے جا سکتے۔ اُن کا ذِکر کنایہ سے کرنا ضروری ہے ؂

## اُردو مثنوی پر اجمالی نظر

میر تقی غالباً پہلے شاعر ہیں۔ جنہوں نے عشقیہ مضامین
مثنوی میں قلمبند کئے ہیں۔ اُس وقت کی زبان پر فارسیّت غالب تھی ؂
اِس کے بعد میر حسن کی مثنوی بدرِ منیر نے سچی شہرت حاصل کی ہے ؂
میر حسن نے دراصل الفاظ کا ایک طلسم باندھا ہے۔ معنوی لحاظ
سے اِس سے بہتر آج تک کوئی مثنوی نہیں لکھی گئی ؂

مرزا شوق لکھنوی کی مثنویاں بہارِ عشق۔ زہرِ عشق۔ فریب
عشق وغیرہ بھی قابلِ لحاظ ہیں۔ مثنوی لذتِ عشق کا قِصّہ۔ بدرِ منیر
سے ملتا جلتا ہے۔ ان مثنویوں کے اکثر مقامات مخربِ الاخلاق

اور خلافِ تہذیب ہیں۔ اور ایک مدت سے اِن کا چھپنا قانوناً بند ہے

خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر دہلوی نے بھی ایک مثنوی موسومہ خواب و خیال لکھی تھی۔ جس کی شہرت زیادہ تر یورپ میں ہوئی ؂

**خاتمہ** اِس طویل مضمون کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ ملک میں اِس امر کی اشاعت ہو جائے۔ اور ہمارے نوجوان ادیب اور شعرا اِس بات کا کما حقہٗ احساس کرنے لگ جائیں۔ کہ فی الواقع ہماری اردو شاعری اصلاح طلب ہے۔ کیونکہ ترقی کا پہلا زینہ اس تنزل کا احساس اور یقین ہے۔ اُردو شاعری کی موجودہ حالت بلاشبہ اصلاح یا ترمیم کی محتاج ہے۔ اِس کتاب میں اُردو شاعری کے اہم اور نمایاں نقائص اور معایب کیطرف اُن نوجوان ہموطنوں کی توجہ جو شاعری کا چسکا رکھتے ہیں۔ اور زمانہ کے تیور پہچانتے ہیں منعطف کی گئی ہے۔ اور اُن سے اُمید کی گئی ہے۔ کہ وُہ اِس مضمون کو بغور پڑھیں۔ اور اردو شاعری کی موجودہ خامیوں اور بُرائیوں کو دُور کرنے کی سعی بلیغ کریں اور ان اصلاحات کی طرف مائل ہوں۔ جو مصنف نے اِس کتاب میں پیش کی ہیں ؂

الطاف حسین حالیؔ

---

امرت الیکٹرک پریس ریلوے روڈ۔ لاہور میں باہتمام پنڈت دھرم چند بھارگو بی ایس سی چھپوا کر شائع کی